سیف یمانی

حضرت مولانا محمد منظور نعمانی



المشرق للنشر والتوزیع

اردو بازار لاہور

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

نام کتاب .... سیفِ یمانی

مصنف .... حضرت مولانا محمد منظور نعمانی

ناشر .... المشرق للنشرو التوزیع

طابع .... حاجی منیر اینڈ سنز

قانونی مشیر .... سید علی نواز (بارایٹ لاء ایڈووکیٹ، سپریم کورٹ)

بااہتمام .... محمد طارق جاوید (0321-2565051)

ملنے کا پتہ

مکتبہ انعامیہ قاسم سنٹر اردو بازار، کراچی

مکتبۃ القرآن بنوری ٹاؤن، کراچی

مکتبہ السعید شاہ فیصل کالونی، کراچی

ادارۃ انور، بنوری ٹاؤن، کراچی

مکتبہ امینیہ، ہری پور

مکتبہ امدادیہ، ہری پور

رضوان خوشبو اسلامی کیسٹ، تبلیغ مرکز مانسہرہ

دارالکتاب یوسف مارکیٹ اردو بازار لاہور

البرہان کبیر سٹریٹ، اردو بازار لاہور

دارالایمان فرسٹ فلور زبیدہ سنٹر اردو بازار لاہور

المشرق للنشر والتوزیع

دوکان نمبر-8، فرسٹ فلور زبیدہ سنٹر، 40 اردو بازار لاہور

تقاریظ

حضرات اکابر علماء اہل سنت وجماعت متع اللہ الاسلام والمسلمین بطول بقاہم

(۱) قدوۃ الاولیاء زبدۃ الاتقیاء حکیم الامت حضرت مولانا شاہ اشرف علی صاحب

(دامت فیوضہم وبرکاتہم) قدس اللہ سرہٗ

بسم اللہ الرحمن الرحیم: بعد الحمد والصلوٰۃ احقر اشرف علی عفی عنہ نے رسالہ ''سیف یمانی'' بالاستیعاب دیکھا جو بعض اہل اہواء کے اعتراضات کے جواب میں لکھا گیا ہے تحقیقی جواب بھی ہے اور الزامی بھی بلا مبالغہ اُس کو جَادِلْهُمْ بِالَّتِيْ هِيَ أَحْسَنُ کا مصداق پایا اللہ تعالیٰ مصنف کو اس نصرت حق پر جزائے خیر عطا فرمائے اور رسالہ کو سرمایہ رشد وہدایت بنائے۔ والسلام

(۲) خاتم المفسرین فخار المتکلمین شیخ الاسلام حضرت مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی (دامت فیوضہم وبرکاتہم) قدس سرہٗ فرماتے ہیں

رسالہ ''سیف یمانی'' پہنچا تقریباً نصف کا مطالعہ کر چکا ہوں۔ جزاکم اللہ تعالیٰ احسن الجزاء مدت سے میری تمنا تھی کہ اس موضوع پر ایک جامع رسالہ لکھا جائے تو بہت فائدہ ہو، کئی مرتبہ خود خیال لکھنے کا ہوا مگر...... یہ اجر آپ کے حصہ میں تھا۔ ماشاء اللہ نہایت سلیس عام فہم اور چست عبارت میں اقوال وارشادات اکابر کا حل کر دیا گیا ہے اگر کسی جگہ عبارت میں کچھ سختی محسوس ہوتی ہے تو میں اس کو وَانْتَصَرُوْا مِنْ بَعْدِ مَا ظُلِمُوْا میں داخل سمجھتا ہوں میرے نزدیک ہمارا فرض ہے کہ اس کی اشاعت میں پوری جدوجہد کریں خصوصاً ان اطراف میں جہاں مبتدعین مارقین نے یہ زہر مدتوں سے پھیلا رکھا ہے۔ میں ان شاء اللہ اپنے احباب کو ادھر متوجہ کرونگا۔ حق تعالیٰ آپ کی سعی کو مشکور فرمائے اور مزید خدمات کی توفیق بخشے۔

(۳) تقریظ از رئیس المناظرین زبدۃ العلماء العارفین قدوۃ الفضلاء الراسخین حجۃ اہل السنۃ علی العالمین حضرت مولانا محمد عبدالشکور صاحب لکھنوی مدیر "النجم" (دامت فیوضہم) رحمۃ اللہ علیہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم حامداً و مصلیاً

امابعد: اس حقیر نے رسالہ ہذا موسوم بہ "سیف یمانی بر مکائد فرقہ رضا خانی" کو دیکھا اللہ تعالیٰ مصنف کو جزائے خیر دے کہ انہوں نے ان تمام مسائل پر اچھی طرح روشنی ڈالی ہے جو مابین اہلسنت وجماعت وفرقہ جدیدۂ محدثۂ رضا خانیہ مختلف فیہ ہیں۔ مخالفین کے محدثات کو بدلائل شافیہ رد کیا اور اصول مناظرہ کے مطابق ہر بات کا جواب دیا امید ہے کہ رضا خانی صاحبان بھی اگر بنظر انصاف مطالعہ کریں گے تو سمجھ لیں گے کہ حق یہی ہے اور اہلسنت وجماعت کا مسلک اور احناف کرام کا مذہب یہی ہے لاغیر: واللہ یھدی من یشاء الیٰ صراطٍ مستقیم:

کتبہ احقر عباد اللہ محمد عبدالشکور عافاہ مولاہ ۲۹۔ ذیقعدہ ۱۳۴۸ھ

(۴) تقریظ از سلطان المناظرین عمدۃ المتکلمین حضرت مولانا محمد مرتضیٰ حسن چاندپوری صاحب صدر شعبۂ تبلیغ دارالعلوم دیوبند (دامت فضائلہم وفواضلہم) رحمۃ اللہ علیہ

میں نے رسالہ "ارشاد الاخیار" (ملقب بہ سیف یمانی) اکثر مقامات سے سنا اللہ تعالیٰ کی ذات سے قوی امید ہے کہ طالبان حق کے لیے یہ رسالہ مفید ثابت ہوگا۔ جو لوگ دیدۂ و دانستہ اہل حق کے خلاف کرتے ہیں اُن کی ہدایت کی تو بظاہر کوئی توقع نہیں ہاں جو لوگ ناواقفیت کی وجہ سے دھوکہ میں پڑ گئے اُن کی تسلی کے لیے یہ رسالہ ان شاء اللہ تعالیٰ کافی ہے اللہ تعالیٰ مولوی محمد منظور صاحب نعمانی سنبھلی (سلمہم اللہ تعالیٰ) کو جزائے خیر عنایت فرمائے کہ انہوں نے مسلمانوں پر یہ احسان فرمایا...... دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مولوی صاحب موصوف کے علم و عمل صحت وفراغ میں ترقی عنایت فرما کر اسلام اور اہل اسلام کو نفع پہنچائے۔

بندہ سیّد محمد مرتضیٰ حسن عفی عنہ ۲۹۔ ذیقعدہ ۱۳۴۸ھ

(۵) تاج الادباء سراج الکملاء عالم حقانی فاضل یزدانی جناب مولانا ظفر احمد صاحب عثمانی تھانوی تحریر فرماتے ہیں

الحمد للہ الذی انزل الکتب وارسل الرسل فبصربھم العمیٰ وھدی بھم السبل ثم انزل الحدید فیہ باسٌ شدید لیعلم اللہ من ینصرہ ورسلہ بالغیب انّ اللہ قوی عزیز ولا ریب ثم الصلوۃ والسلام علیٰ سید ولد آدم صفوۃ اللہ من خلقہ۔ سیّدنا محمد الذی ھدی الناس بنورہ ورعدہٖ وبرقہ وعلیٰ آلہٖ واصحابہ الذین ھم اشبہ الانام بھدیہ وخلقہ۔ وبعد فقد تشرفت بمطالعۃ الرسالۃ المسماۃ بالسیف الیمانی ولعمری انھا کاسمھا سیف قاطع لرقاب اھل الاھواء والامانی۔ لقد اَجَادَ مؤلّفھا وافاد۔ واری الانام سبل الرشاد وایم اللہ انہ ان شاء اللہ جوادٌ مالہ کبوۃ۔ بیدہ سیف مالہ نبوۃ۔ بلّغہ اللہ تعالیٰ مدارج الکمال وابقاہ ھدایۃً لاولی الضلال ووقایۃ لاھل الحق بالغدوّ والاٰصال وصلی اللہ علیٰ خیر خلقہ سیّدنا النبی محمّد وعلیٰ اصحابہ والاٰل مادام وجھہ مشرقاً۔

خلاصہ۔ مضمون تقریظ ہذا بزبان اُردو

بعد الحمد والصلوٰۃ میں رسالہ موسوم بہ "سیف یمانی" کے مطالعہ سے مشرف ہوا لاشک یہ رسالہ اسم با مسمّٰی مبتدعین مفترین کی گردنوں کے لیے ایک بے پناہ تلوار ہے لاریب اُس کے مصنف (جناب مولوی محمد منظور صاحب) نے یہ عمدہ رسالہ لکھ کر مسلمانوں کو بڑا فائدہ پہنچایا اور اللہ کی مخلوق کو راہ ہدایت دکھلادی، بخدا مولوی صاحب موصوف اس میدان کے شہسوار ہیں اُن کے ہاتھ میں (باطل پرستوں کی) سرکوبی کے لیے وہ تلوار ہے جس کا وار خالی نہیں جاتا۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مولوی صاحب کو اہل باطل کی ہدایت اور اہل حق کی حمایت کے لیے تادیر قائم رکھے۔

(۶) مخدوم العلماء حضرت مولانا سیّد محمد نعمت اللہ صاحب مانکپوری (محدث)

تلمیذ رشید حضرت قطبُ الارشاد مولانا رشید احمد صاحب گنگوہیؒ دامت برکاتہم

تحریر فرماتے ہیں

......اما بعد حامی سنت ماحی بدعت جناب مولانا محمد منظور صاحب نعمانی کا رسالہ "سیف یمانی بر مکائد فرقۂ رضا خانی" قطع بدعات میں لاثانی ہے۔ خصوصاً مجدد بدعات حاضرہ (خان صاحب۔ بریلوی) نے جو الزامات باطلہ اکابر علماء کرام اہلسنت پر محض کور باطنی سے عائد کیے ہیں ان کا جواب شافی کافی ہے ہر حق پسند اور منصف ذی فہم کے لیے نافع اور تمام شبہات کا دافع ہے۔

(۷) علامہ فہامہ فاضل تکلامہ مناظر اسلام جناب مولانا محمد اسعد اللہ صاحب

ناظم تعلیمات مدرسہ عالیہ مظاہر العلوم سہارنپور تحریر فرماتے ہیں:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم   حامدًا و مصلیًا

علامہ محترم مولانا مولوی محمد منظور صاحب نعمانی سنبھلی عم فیضہم کی تالیف منیف "رشاد الاخیار الی سبل سید الابرار ملقب بہ "سیف یمانی بر مکائد فرقۂ رضا خانی" کو میں نے حرفاً حرفاً بالاستیعاب دیکھا اور اس کے فرائد فوائد سے دامن ذہن کو پر کیا۔ غالباً میں نے اس سے قبل رضا خانی مناظرہ کے سلسلہ میں کسی کتاب کو بائے بسم اللہ سے تائے تمت تک نہیں دیکھا ہے۔ یہ کتاب مستطاب اس موضوع پر آپ ہی اپنی نظیر ہے خیر الکلام ماقل ودل کا نمونہ اور پھر تقریباً تمام اختلافی مسائل کے لیے قول فیصل ہے۔ حضرات علماء دیوبند کے عقائد کی بے مثال توضیح ہے اور ان پر جو تعصب یا نافہمی سے اعتراضات کیے جاتے ہیں اُن کی بہترین تنقید۔ خصوصاً۔ رضا خانی فرقہ کے جوابات انہی کے اقوال سے اُن کی تکفیر۔ اور ان سے ایک سو پانچ سوال نوجوان علامہ کے علم وفضل کے لیے شاہد عدل ہیں۔ اقول فیہ ما قیل فی العارف الرومی

من چہ گویم وصف آں عالی جناب
نیست پیغمبر ولے دارد کتاب

اثنائے استفادہ میں جو باتیں خصوصیت سے اس کتاب کی مجھ کو پسند آئی ہیں حسب ذیل ہیں۔

(۱) الزامی جوابات کے ساتھ ہر بات کا تحقیقی جواب عالمانہ اسلوب اور نہایت متانت وسنجیدگی سے دیا ہے۔

(۲) رضا خانی لٹریچر سے کسی مہذب سے مہذب آدمی کا متاثر ہو کر بے قابو نہ ہونا میرے خیال میں لازم کا ملزوم سے منفک ہونا ہے۔ مگر للہ درُّ المصنف الفاضل کہ باوجود نوجوانی وجوش طبیعت ومقتضیات کثیرہ نہ دائرہ متانت سے باہر ہوئے نہ طرز بیان میں بے قابو۔

(۳) عبارت مجموعی حیثیت سے صاف اور شستہ ہے اور علمی مضامین کے مناسب۔

(۴) علمی مضامین کو سہل سے سہل طرز میں پیش کرنے کی کامیاب سعی فرمائی ہے۔ میں اخیر میں اس حقیقت کا اظہار بھی کر دینا چاہتا ہوں کہ علامہ محترم کو میں ایک سال قبل صرف مولوی منظور صاحب کی حیثیت سے جانتا تھا اب سے چھ ماہ قبل میں اپنی ذہنیت بدلنے پر مجبور ہوا اور مولانا مولوی محمد منظور صاحب کہنے لگا لیکن اس تصنیف لطیف کے غیر فانی نقوش نے میرے قلب کو علامہ محترم حضرت مولانا مولوی...... عم فیضہ کہنے پر مجبور کر دیا الخ۔

محمد اسعد اللہ

وحید العصر فرید الدہر حضرت مولانا ابوالمآثر حبیب الرحمٰن الاعظمی (مولوی فاضل)

مصنف الحاوی لرجال الطحاوی و مدیر "تذکرہ" مؤ ضلع اعظم گڈھ تحریر فرماتے ہیں

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ الحمد للہ وکفی وسلام علی عبادہ الذین اصطفٰی

اما بعد ناچیز نے "رشاد الاخیار الی سُبل سید الابرار" کا اکثر حصہ بامعان نظر پڑھا۔ ماشاء اللہ خوب کتاب ہے۔

کتابٌ لَوْ تَامَلَہٗ ضریر
لَعَادَ کریماہ بلا ارتیاب

اس دور متاخرین میں بمقابلۂ اہل بدعت مناظرانہ رنگ میں جو کتابیں لکھی گئی ہیں ان میں یہ کتاب بلحاظ وضاحت بیان۔ متانت کلام وثاقت دلائل واحاطہ اطراف وجوانب بحث

بہترین چیز ہے مصنف نے اکثر مسائل اختلافیہ میں ایسی سیر حاصل بحث کی ہے۔ اور مخالفین کے مزعومات کی توہین وتزییف ومسلک اہل حق کی تشئید وتوثیق میں وہ داد تحقیق دی ہے کہ اگر اردوں داں طبقہ اور طلبائے مدارس عربیہ اس کتاب کو زیر مطالعہ رکھیں تو مبتدعین کے بڑے سے بڑے مناظر کا ناطقہ بند کر سکتے ہیں۔

کتاب کے مطالعہ کے بعد مصنف کتاب عزیز محترم مولانا محمد منظور صاحب نعمانی سلمہ اللہ تعالیٰ کی وسعت مطالعہ، دقت نظر، قوت بیان وجودت ادا کی داد نہ دینا بھی بے انصافی ہے۔

فجزاہ اللّٰہ عنّا وعن سائر المسلمین جزاءً یکافی عناہ وبارک جل مجدہ فی علمہ وعمرہ واجزل لہٗ عطاءہ

حامی سنت جناب مولانا عبدالشکور صاحب مرزاپوری الٰہی ایک طویل تحریر کے ضمن میں سیف یمانی کے متعلق تحریر فرماتے ہیں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ ماشاءاللہ تحریر مہذب۔ دلچسپ۔ عالمانہ اور عام فہم ہے جواب میں تحقیق اور الزام ہر دو کا حتی الوسع التزام ہے۔ بعض مقامات پر تو ایسا نفیس لکھا ہے کہ دیکھ کر بے ساختہ دل سے دعا نکلتی ہے...... اللہ کرے زور قلم اور زیادہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تمہید

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی سِیَّمَا سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدِنِ الْمُصْطَفٰی وَعَلٰی اٰلِہِ الْمُجْتَبٰی مَا اَشْرَقَتِ الشَّمْسُ وَالْقَمَرُ وَتَصَادَمَ الْخَیْرُ وَالشَّرُّ۔

برادران ملت ودردمندان امت

پرستاران حق کی تضلیل وتذلیل اور اُن کے بدنام کرنے کی ناکام سعی ہمیشہ سے اہل باطل کا شیوہ رہا ہے عوام الناس کو حق اور اہل حق سے متنفر کرنے کے لیے جو سرگرمیاں ہر زمانہ کے باطل پرستوں نے کی ہیں تاریخ عالم ان سے خاموش نہیں۔

کہا جاتا ہے کہ حق وباطل کے زبردست مظاہرے آدم ثانی سیّدنا حضرت نوح علیہ السلام کے زمانہ سے شروع ہوئے ہیں خدا کی آخری کتاب قرآن مجید شاہد ہے کہ اُن کو اُن کی قوم نے کذاب اور مفتری بتلایا اُن کا مذاق بنایا علیٰ ہذا حضرت ہود علیہ السلام کو صاف لفظوں میں دیوانہ بتایا گیا۔ حضرت صالح علیہ السلام کی تکذیب کی گئی۔ حضرت لوط علیہ السلام کے ذلیل اور رسوا کرنے کی تدبیریں کی گئیں۔ حضرت شعیب علیہ السلام کو ذلیل کہا گیا۔ سنگسار کرنے کی دھمکیاں دی گئیں۔ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کو مجرم اور ظالم ٹھہرا کر نذر آتش کیا گیا۔ اللہ کے لاڈلے نبی حضرت موسیٰ علیہ السلام کو فرعون اور فرعونیوں نے شعبدہ باز کہا اور کبھی دیوانہ بتلایا اسرائیلی سلسلہ کے خاتم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو یہودیوں نے جھوٹا مدعی نبوت ٹھہرا کر واجب القتل کہا، اُن کی والدہ ماجدہ حضرت مریم صدیقہ پر وہ تہمتیں لگائیں کہ انسانیت وشرافت سے الاماں الاماں کی صدائیں آئیں۔ تا آنکہ آقائے نامدار روحانیت کے آخری تاجدار حبیب کردگار احمد مختار (صلی اللہ علیہ وسلم) کو آپ

کے زمانہ کے باطل پرستوں نے دیوانہ بتلایا جادوگر ٹھہرایا اور بھی ایسے ایسے ناپاک لفظوں سے یاد کیا جن کے تصور سے بھی دل تھرّاتا اور کلیجہ منہ کو آتا ہے۔ یہ سب کچھ کیوں تھا صرف حمایت حق کے جرم میں:

یہ تو وہ سلوک تھا جو ہر زمانہ کے اہل باطل نے اپنے انبیاء علیہم الصلوۃ والثناء کے ساتھ کیا۔

پھر چونکہ علماء امت بحکم نبوی حضرات انبیاء علیہم السلام کے سچے وارث ہیں لہٰذا ضرور تھا کہ اُن کو بھی ان باقیات صالحات میں سے کچھ حصہ ملتا چنانچہ ایسا ہی ہوا اور زمانہ مابعد میں بھی ہر قرن کے باطل پرستوں نے اپنے ہم عصر علماء حقانی کے ساتھ یہی سلوک کیا۔ حضرات خلفاء ثلاثہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو روافض نے مبغض اہل بیت بتلایا کافر ٹھہرایا۔ نواصب وخوارج نے حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضیٰ کی تکفیر کی۔ حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے خون ناحق کا ناپاک الزام اُن کے سر رکھ کر قابل گردن زدنی ٹھہرایا۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر اُن کے بعض ہمعصروں نے طعنہ کیا کہ یہ بے سمجھے بوجھے قرآن عظیم کی غلط تفسیر کرتے ہیں

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زیادہ نماز پڑھنے پر لوگوں نے کہا کہ یہ مکار اور منافق ہیں۔

امام زین العابدین کے متعلق دشمنوں نے کہا کہ یہ بت پرستوں کی سی باتیں کرتے ہیں:

حضرت خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو بعض لوگوں نے قدریہ یعنی منکر تقدیر بتلایا۔

رئیس الامۃ کاشف الغمہ حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو صاف الفاظ میں گمراہ کہا گیا۔

امام دارالہجرت مالک بن انس رضی اللہ عنہ کی مصیبتیں بھی ہماری عبرت انگیزی کے لیے کافی ہیں مدت دراز تک جمعہ و جماعت کے لیے بھی باہر نہ نکل سکے اور ایسی ذلت کے ساتھ قید کیے گئے کہ کسی بدترین جرم کے مرتکب کے ساتھ بھی ایسا برتاؤ نہیں کیا جاتا۔ اس بے دردی کے ساتھ اُن کی مشکیں باندھی گئیں کہ ہاتھ بازو سے اُکھڑ گیا۔

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کو بعض نفس پرستوں نے اَضَرُّ مِن ابلیس کا خطاب دیا بعض اہل عراق ومصر نے اُن پر ایسی تہمتیں لگائیں کہ یمن سے دارالسلام تک ایسی بے حرمتی اور بے عزتی سے قید کر کے بھیجے گئے کہ ہزاروں آدمی ملامت کرتے تھے گالیاں دیتے تھے اور وہ اُن

کے حلقہ میں سر جھکائے ہوئے تھے۔

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ اسی حق پرستی کے جرم میں اٹھائیس مہینے متواتر قید میں رکھے گئے۔ بھاری بھاری زنجیریں اُن کے پاؤں میں ڈالی گئیں یہ ذلت اُن کو دی گئی کہ مجلسوں میں بلائے جاتے اور علیٰ رؤس الاشہاد لوگ اُن کے تماچے مارتے اُنکے منہ پر تھوکتے روزمرہ شام کو جیلخانے سے نکالے جاتے اور کوڑوں کی مار اُن پر پڑتی:

آہ! حضرت امام بخاری اسی جرم میں جلاوطن کیے گئے۔

امام نسائی بدبختوں کے ظالم ہاتھوں سے خانہ خدا میں شہید ہوئے۔

سیّد الطائفہ حضرت جنید بغدادی کو بعض اہل عناد نے کفر کے فتووں سے اس قدر تنگ کیا کہ وہ مسائل توحید کو علانیہ نہ بیان کر سکے:

محمد بن فضیل بلخی باایں جلالت قدر اس طور پر نکالے گئے کہ ایک ڈبل رسی اُنکے گلے میں پڑی ہوئی تھی اور گلی کوچے اُن کی تشہیر کی جاتی تھی۔

حضرت شبلی پر کفر کا فتویٰ دیا گیا اور اُنکے پاس اُٹھنا بیٹھنا بھی ایک گناہ قرار دیا گیا۔

حضرت امام ابوبکر نابلسی جیسے جلیل القدر فاضل کی کھال بعض کافروں کے حکم سے کھینچی گئی۔

شیخ تاج الدین سبکی کو اباحیہ بتلایا گیا۔

خاتم الولایۃ حضرت شیخ محی الدین اکبر ابن عربی کے متعلق لکھا گیا "کفرہ اشد من کفر الیھود والنصاریٰ" یعنی اُنکا کفر نصرانیوں اور یہودیوں کے کفر سے بڑھ کر ہے۔

اہلسنت کے مسلم امام حضرت ابوالحسن اشعری کو بھی بعض کافر گردوں نے صاف الفاظ میں کافر اور ملحد کہا۔

حجۃ الاسلام امام غزالی بھی اپنے زمانہ میں کافر ٹھہرائے گئے بہت سے نفس پرستوں نے فتویٰ دیا کہ اُن کی کتابوں کو جلا ڈالنا فرض اور اُن پر لعنت کرنا ثواب عظیم ہے انا للہ وانا الیہ راجعون

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمہ اللہ پر کفر کے فتوے دیے گئے:

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمہ اللہ کو بدبختوں نے اس قدر تنگ کیا کہ وہ ہجرت کرنے پر مجبور ہوئے۔

یہ صرف بطور "مشتے نمونہ از خروارے" چند بزرگان ملت کے اسماء لکھ دیے گئے ہیں ورنہ

تاریخ بتلا رہی ہے کہ بہت کم ایسا ہوا ہے کہ کسی نے دین حنیف کی کوئی نمایاں خدمت کی ہو اور ابناءِ زمانہ نے اُسے کفر کے لانبے لانبے فتووں سے نہ نوازا ہو

گھائل تیری نظر کا بنوع دگر ہر ایک
زخمی کچھ ایک بندۂ درگاہ ہی نہیں
الغرض اچھوں کو بُرا کہنا زمانہ حال کے
باطل پرستوں کی کوئی نئی ذہنیت نہیں بلکہ
ہوتی آئی ہے کہ اچھوں کو بُرا کہتے ہیں

اسی سلسلہ میں خبیثہ کی ایک کڑی رسالہ "عقائد ❶ وہابیہ دیوبندیہ" اس وقت ہمارے زیر نظر ہے اس چو ورقہ رسالہ میں جس چیز کے ثابت کرنے کی کوشش کی گئی ہے وہ یہ ہے کہ ہندوستان کے جملہ اکابر اہلسنت وجماعت (ظاہری اسباب میں آج جن کے طفیل سے ہندوستان کے طول وعرض میں شعائر اسلامیہ کا وجود نظر آرہا ہے اور جن برگزیدہ ہستیوں کو اللہ علیم وخبیر نے اس دور فتن میں حمایت سنت اور اماتت بدعت کے لیے چن لیا ہے) سب کے سب کافر مرتد زندیق ملحد ہیں۔ فاناللہ وانا الیہ رجعون۔

اس رسالہ کے مصنف ومولف بدعت کے کوئی نوزائیدہ فرزند عزیز احمد صاحب کانپوری ہیں نہیں کہا جاسکتا کہ وہ کس حیثیت کے شخص ہیں۔

یہ رسالہ آخر ۱۳۴۷ھ میں شائع ہوا تھا اور چونکہ بزعم مصنف رسالہ ہذا انکا یہ رسالہ میری ایک "تحریر ملقب بہ "کشف الحجاب" کا جواب تھا اور اس کی تصنیف کی محرک بھی میری اُس تحریر کی اشاعت ہی ہوئی تھی اس لیے کانپور کے بعض احباب نے اس رسالہ کی ایک کاپی میرے پاس بھی بھیج دی لیکن چونکہ اس میں جو نجاست اچھالی گئی تھی وہ میرے نزدیک کوئی نئی چیز نہ تھی بلکہ بیشتر وہی فرسودہ خیالات تھے جن کی اشاعت بارہا صدر دارالتکفیر یا کفر کے ہائی کورٹ بریلی سے کی جاچکی ہے اور ان کے دندان شکن ودہانہ دوز جوابات اہل سنت کی طرف سے وقتاً فوقتاً دیے جاچکے ہیں جن کے جواب الجواب سے دنیائے رضاخانیت آج تک ساکت ہے اور

❶ اہل بدعات کی طرف سے شائع ہوا۔

انشاءاللہ العزیز تا قیامت ساکت رہے گی اس لیے میں نے اس رسالہ کے جواب کی چنداں ضرورت نہ سمجھی اور اُس وقت کوئی جواب نہ لکھا یہاں تک کہ جب خاکسار شعبان کی تعطیل میں اپنے وطن (سنبھل) پہنچا تو وہاں ایک صاحب نے کانپور کا شائع شدہ ایک اشتہار دکھلایا اس کے مشتہر بھی عزیز احمد صاحب ہی ہیں تاریخ اشاعت ۱۰ صفر ۴۸ھ پڑی ہوئی ہے لیکن نہیں کہا جاسکتا۔ کہ وہ کس وقت شائع ہوا بہر کیف میں نے وہ اشتہار ۱۶ شعبان کو دیکھا اس اشتہار میں بہت کچھ لن ترانیاں بگھاری گئی ہیں اور بہت فخر کے ساتھ لکھا گیا ہے کہ ہمارے رسالہ کا اس وقت تک کوئی جواب کسی نے نہیں دیا ہمارے ۲۲ سوال آج تک لاجواب ہیں۔"

الغرض ہماری اس عدم توجہی کو عجز پر محمول کیا گیا اس لیے مناسب معلوم ہوا کہ اتمام حجت کرتے ہوئے اس رسالہ کا جواب لکھدیا جائے تاکہ مصنف صاحب کا وہ مغالطہ بھی رفع ہو جائے اور دوسرے ناظرین بھی دلائل کی روشنی میں حق وناحق کا فیصلہ کرسکیں۔

اس رسالہ ❶ میں اوّلاً حضرت علماء دیوبند اور اُن کے اکابر کی طرف تیس (۳۰) عقیدوں کی نسبت کی گئی ہے اور آخر میں بائیس (۲۲) سوال کیے گئے ہیں اور صرف اُنہی کے جوابات کا مطالبہ بھی کیا گیا ہے لیکن ہم اختصار کے ساتھ رسالہ کے کل مضامین پر روشنی ڈالنا زیادہ مناسب سمجھتے ہیں لہٰذا ہم پہلے تیس (۳۰) عقیدوں کی حقیقت بتلائیں گے اور اُس کے بعد اُن کے سوالات کی طرف متوجہ ہونگے۔

اب ہم بحول اللہ تعالیٰ جواب شروع کرتے ہیں نظر انصاف ملاحظہ فرمایا جائے۔

ضروری تنبیہ:

قال: کے تحت میں "رسالہ عقائد وہابیہ دیوبندیہ" کی عبارت ہوگی اور
اقول: سے اُس کا جواب۔

قال (۱) نبی علیہ السلام کا علم ملائکہ اور شیطان سے کم ہے۔

(۲) شیطان کا علم نص قطعی سے ثابت ہے حضور علیہ السلام کے علم کی وسعت کے واسطے کونسی نص قطعی ہے۔

(۳) شیطان کے علم سے حضور کی ذات کو زیادہ علم دار سمجھنا شرک ہے الخ

❶ یعنی اہل بدعات کے رسالہ میں

اقول: مستعینا باللہ ومنہ التوفیق والاعانۃ۔

الحمد للہ کہ ہمارا اور ہمارے تمام اکابر کا عقیدہ یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے جس قدر علوم کمالیہ عطا فرمائے اتنے ملائکہ مقربین اور انبیائے مرسلین کی پاک جماعت میں بھی کسی کو نہیں دیے چہ جائیکہ شیطان علیہ اللعن کو۔ ہمارے نزدیک نصوص کثیرہ وافرہ سے یہ امر ثابت ہے، ہاں اگر کوئی احمق آنحضرت ﷺ کے لیے علم ذاتی ثابت کرے وہ باتفاق امت کافر ومشرک ہے براہین قاطعہ مصنفہ حضرت مولانا خلیل احمد صاحب رحمہ اللہ ومصدقہ حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی قدس سرہٗ کے ص ۷ پر ہے۔

''کوئی ادنیٰ مسلم بھی فخر عالم علیہ الصلوۃ کے تقرب وشرف کمالات میں کسی کو آپ کا مماثل نہیں جانتا۔

حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی دامت فیوضہم وبرکاتہم بسط البنان کے آخری صفحہ پر تحریر فرماتے ہیں ''بفضلہ تعالیٰ ہمیشہ سے میرا اور میرے سب بزرگوں کا عقیدہ آپ ﷺ کے افضل المخلوقات فی جمیع الکمالات العلمیہ والعملیہ ہونے کے باب میں یہ ہے

ع...... بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

یہ تو تھا اپنے اُس عقیدہ کا اظہار جس پر ہم اپنی حیات وممات چاہتے ہیں اس کے بعد ہم اپنے ناظرین کی طمانیت کے لیے انتہائی اختصار کے ساتھ براہین ص ۵۰، ۵۱ کی اس عبارت کی بھی توضیح کر دینا مناسب سمجھتے ہیں جس میں ناجائز قطع وبرید کرکے مذکورہ بالا تین (۳) عقیدے تراشے گئے ہیں۔

ناظرین! براہین ص ۵۱ سے جو عبارت اس رسالہ میں نقل کی گئی ہے اس میں نہایت شرمناک خیانت سے کام لیا گیا ہے اگر براہین کی پوری عبارت بغیر کسی قطع برید کے نقل کر دی جاتی تو آج جواب لکھنے کی بھی حاجت نہ ہوتی ناظرین اُس سے خود فیصلہ کر لیتے کہ براہین کے مصنف یہاں کس وسعت علمی میں کلام فرما رہے ہیں اور کونسی وسعت کے ماننے کو شرک قرار دے رہے ہیں لیکن یہ توقع اس سے کی جا سکتی تھی جس کے دل میں خدا کا خوف اور ایمان کا کوئی ذرہ ہوتا یہاں تو کورا خلال ہے بدعات کی محبت اور سنت رسول اللہ ﷺ کی عداوت نے بالکل ہی صفایا کر دیا۔ کذالکَ الْعَذَابُ وَلَعَذَابُ الْآخِرَةِ اَکْبَرُ لَوْ کَانُوْا یَعْلَمُوْنَ۔

حضرت مولانا خلیل احمد صاحب مرحوم یہاں جس وسعت علمی کا انکار فرما رہے ہیں اور جس کے ماننے کو شرک قرار دے رہے ہیں وہ وہ ہے جو بغیر عطائے خداوندی ذاتی طور پر جناب رسول اللہ ﷺ کے لیے ثابت کی جائے۔

(اس امر کا ثبوت کہ براہین کی عبارت زیر بحث میں وسعت علم ذاتی ہی مراد ہے) براہین قاطعہ میں جس جگہ یہ بحث ہے اُس کی پہلی سطر یہ ہے۔

''تمام اُمت کا یہ اعتقاد ہے کہ جناب فخر عالم علیہ السلام کو اور سب مخلوق کو، جس قدر علم حق تعالیٰ نے عنایت کر دیا اور بتلا دیا اُس سے ایک ذرّہ زیادہ کا بھی علم ثابت کرنا شرک ہے سب کتب شرعیہ سے یہی مستفاد ہے''۔

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ صاحب براہین کے نزدیک صرف اُس علم کا ثابت کرنا شرک ہے جو علاوہ عطائے خداوندی کے کسی مخلوق کے لیے ثابت کیا جائے۔

پھر اسی بحث میں کچھ آگے چل کر فرماتے ہیں:

''عقیدہ اہلسنت کا یہ ہے کہ کوئی صفت حق تعالیٰ کی بندہ میں نہیں ہوتی اور جو کچھ اپنی صفات کا ظل کسی کو عطا فرماتے ہیں اُس سے زیادہ ہرگز کسی میں ہونا ممکن نہیں...... پھر جس کو جس قدر علم عطا فرما دیا ہے۔ اُس سے زیادہ وہ ہرگز ذرہ بھر بھی نہیں بڑھ سکتا۔ شیطان اور ملک الموت کو، جس قدر وسعت دی (جس کو انوار ساطعہ کے بدعتی مصنف مولوی عبدالسمیع صاحب میرٹھی نے بہت سی روایات سے ثابت کیا ہے ناقل)، اُس سے زیادہ کی اُن کو کچھ قدرت نہیں''

پھر فرماتے ہیں ''علم مکاشفہ جس قدر حضرت خضر کو ملا اُس سے زیادہ پر وہ قادر نہ تھے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کو باوجود افضلیت کے نہ ملا تو وہ حضرت خضر مفضول کے برابر بھی اس علم مکاشفہ کو پیدا نہ کر سکے۔

یعنی یہ خیال غلط ہے کہ کوئی افضل اپنی افضلیت کی وجہ سے بغیر عطائے خداوندی کوئی صفت کمال مفضول سے زیادہ اپنے اندر پیدا کر سکے بلکہ جس کو جو کچھ علم وغیرہ ملے گا وہ اللہ تعالیٰ ہی سے ملے گا اس مضمون کو مدلل کرنے کے بعد مصنف براہین تحریر فرماتے ہیں:

''الحاصل غور کرنا چاہیے کہ شیطان اور ملک الموت کا حال دیکھ کر (یعنی یہ دیکھ کر کہ ان کو بعض مواقع زمین کا علم بعطائے خداوندی حاصل ہے جیسا کہ اُن روایات سے معلوم ہوتا ہے جو

اُس کے ثبوت میں مولوی عبدالسمیع صاحب نے پیش کی ہیں) علم محیط زمین کا (یعنی علم ذاتی) فخر عالم کو خلاف نصوص قطعیہ کے بلا دلیل محض قیاس فاسدہ سے ثابت کرنا (یعنی اس انکل سے کہ جب آنحضرت ﷺ شیطان وملک الموت سے افضل ہیں تو آپ بوجہ اپنی اس افضلیت کے اپنے اندر خود ہی ساری زمین کا علم پیدا کرلیں گے) شرک نہیں تو کون سا ایمان کا حصہ ہے شیطان وملک الموت کو یہ وسعت (یعنی اللہ کے حکم سے بہت سے مواقع زمین کا علم ہونا) نص سے ثابت ہوئی (یعنی اُن نصوص سے جو مولوی عبدالسمیع نے اِن دونوں کے علم کی وسعت ثابت کرنے کے لیے پیش کیے ہیں) فخر عالم کی وسعت علم کی (یعنی علم ذاتی کی کیونکہ قیاس فاسد اور محض انکل سے تو وہی ثابت کیا جارہا ہے اور حضرت مولانا اسی کی بحث فرمارہے ہیں جیسا کہ اوپر کے مضمون سے معلوم ہو چکا اور آئندہ خود حضرت مرحوم کی تصریح سے معلوم ہوجائے گا) کونسی نص قطعی ہے، جس سے تمام نصوص کو رد کرکے ایک شرک ثابت کرتا ہے''

اس آخری جملہ سے بھی صاف معلوم ہوگیا کہ حضرت مولانا خلیل احمد صاحب مرحوم اُسی وسعت کی نفی فرمارہے ہیں جس کا ثابت کرنا شرک ہے اور یہ سب سے پہلی سطر نے بتلادیا تھا کہ شرک صرف اُسی علم کا ثابت کرنا ہے جو عطائے خداوندی کے علاوہ ذاتی طور پر ثابت کیا جائے۔

الغرض زیر بحث عبارت سے پہلی عبارت اور اُس کے متصل ہی اُس سے بعد کی عبارت صاف طور سے بتلارہی ہے کہ صاحب براہین اس موقعہ پر صرف وسعت علم ذاتی میں کلام فرما رہے ہیں نہ علم عطائی کی وسعت میں۔

اگرچہ ہمارے نزدیک اس نزاع کا فیصلہ کرنے کے لیے سیاق وسباق کے یہ قرینے بھی کسی طرح ناکافی نہیں ہیں اور ہم سمجھتے ہیں کہ ان سے روگردانی کرنا ہمارے مخالفین کے نزدیک بھی ہٹ دھرمی اور سخن پروری ہی ہوگی کیونکہ رضا خانیوں کے اُستاذ العلماء، مولوی نعیم الدین صاحب۔ مرادآبادی اپنی مشہور تصنیف الکلمۃ العلیا ص ۵۶ پر تصریح فرماچکے ہیں کہ۔

''مراد وہی قابل قبول ہے، جس پر قائل کے قول میں قرینہ ہو۔'' لہٰذا کوئی وجہ نہیں کہ سیاق وسباق کے ان قرینوں کو تعیین مراد میں حکم نہ بنایا جائے اور وسعت علم سے علم ذاتی کی وسعت مراد نہ لی جائے۔ لیکن یہاں تو غضب یہ ہے کہ چند ہی سطر کے بعد حضرت مولانا نے صراحۃً یہ لکھ بھی دیا کہ یہ بحث صرف علم ذاتی میں ہے نہ عطائی میں پھر بھی دشمنان صداقت کہتے ہیں کہ

مولوی خلیل احمد صاحب نے جناب رسول اللہ ﷺ کے علم کو شیطان ملعون کے علم سے گھٹادیا اِنّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

چند ہی جملوں کے بعد حضرت مرحوم کی عبارت یہ ہے۔

''اور یہ بحث اُس میں ہے کہ علم ذاتی آپ کو ثابت کرکے کوئی یہ عقیدہ کرے۔''

الغرض اس عبارت میں صاحب براہین وسعت علم ذاتی کی نفی فرمارہے ہیں اور اس کے ماننے کو شرک قرار دے رہے ہیں اور اس کے متعلق فاضل بریلوی مولوی احمد رضا خاں صاحب کا بھی یہی فیصلہ ہے چنانچہ خالص الاعتقاد ص ۲۲ پر تحریر فرماتے ہیں۔

''علم ذاتی اللہ عزوجل سے خاص ہے اُس کے غیر کے لیے محال ہے جو اُس میں سے کوئی چیز اگرچہ ایک ذرہ سے کمتر سے کمتر غیر خدا کے لیے مانے وہ یقیناً کافر ومشرک ہے۔''

اور اگر بفرض براہین میں یہ تصریح بھی نہ ہوتی اور سباق وسیاق کے وہ قرائن بھی نہ ہوتے جو علم ذاتی کے مراد لینے پر مجبور کررہے ہیں تب بھی وسعت علم سے علم عطائی کی وسعت مراد لینا کسی رضا خانی کو ہرگز جائز نہ تھا کیونکہ مولوی احمد رضا خاں صاحب کے اصول موضوعہ کی رو سے ایسے مواقع میں علم ذاتی یا علم محیط کل کا مراد لینا متعین ہے۔ چنانچہ خان صاحب موصوف خالص الاعتقاد ص ۳۸ پر رقمطراز ہیں۔

''آیات واحادیث واقوال علماء جن میں دوسرے کے لیے اثبات علم غیب سے انکار ہے اُن میں قطعاً یہی دو (۲) قسمیں (یعنی ذاتی یا محیط کل) مراد ہیں۔''

لیکن ان تمام باتوں کے لیے خدا کا خوف دین کا درد اور چشم انصاف چاہیے اور وہ سب نصیب دشمنان

ع...... ہنر بہ چشم عداوت بزرگ تر عیب است

اس کے علاوہ یہ امر بھی قابل لحاظ ہے کہ براہین قاطعہ کی اس عبارت سے یہ نتیجہ نکالنا کہ ''نبی علیہ السلام کا علم ملائکہ وشیطان کے علم سے کم ہے'' کسی ذی عقل کا کام نہیں کیونکہ براہین کی اُس عبارت میں مطلق وسعت علم میں کلام نہیں بلکہ ایک خاص علم کی وسعت (یعنی علم زمین کی وسعت) کے متعلق بحث کی جارہی ہے اس لیے کہ یہی وہ وسعت ہے، جس کو صاحب انوار ساطعہ محض قیاس فاسد سے ثابت کرنا چاہتے ہیں اور ظاہر ہے کہ اس خاص وسعت کی نفی سے

(جو کمالات نبوت کے سامنے کوئی حقیقت نہیں رکھتی) مطلق وسعت کی نفی لازم نہیں آتی۔ اگر آج کوئی شخص کہے کہ فلاں جرمنی انجینئر کا علم تعمیرات کے بارے میں حضرت امام ابوحنیفہؒ سے زیادہ وسیع ہے تو کوئی احمق سے احمق یہ نہیں کہے گا کہ اس شخص نے حضرت امام ابوحنیفہ ؒ کے علم کو اُس انجینئر کے علم سے گھٹا دیا۔ اسی طرح اگر کوئی شخص کہے کہ گمراہی اور فسق وفجور میں مبتلا کرنے میں شیطان کا علم فلاں غوث وقطب سے زیادہ ہے تو اُس سے ہرگز یہ نہیں سمجھا جاتا کہ اس کہنے والے نے اُن غوث وقطب کے علم کو مطلقاً شیطان کے علم سے کم بتلا دیا۔ بلکہ عقل سلیم اور نقل صحیح کا مقتضی ہی یہ ہے کہ علوم شیطنت میں شیطان ہی کا حصہ زیادہ ہو۔

اے دوستی کے پردہ میں آنحضرت ﷺ کی دشمنی کرنے والو ذرا ہوش میں آؤ اور سنو ہمارے سرکار، دوعالم کے بادشاہ، حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کا قلب منور ایک شیشہ کے مانند ہے اور شیشہ کے اندر پری ہی اچھی معلوم ہوتی ہے اُس پر کثرت سے مکھیوں کا بیٹھنا ہرگز اُس کی زینت کا باعث نہیں اسی طرح سمجھو کہ دنیا اور اس کے علوم ہرگز آنحضرت ﷺ کے لیے باعث کمال نہیں بلکہ دُنیا اور امورِ دُنیا سے علیحدہ رہنا ہی اہل اللہ کا کمال ہے اِلَّا بقدر الضرورۃ الدینیہ۔ ہاں اس میں شک نہیں کہ اگر وہ حضرات قدسی صفات دنیاوی باتوں کی طرف توجہ فرمائیں تو ان میں بھی دوسروں سے زیادہ کمال حاصل کر سکتے ہیں لیکن اُن کا کمال اسی میں ہے کہ وہ دُنیا کی طرف زائد از حاجت متوجہ ہی نہ ہوں اسی حقیقت کی تعلیم آنحضرت ﷺ نے ان کھلے الفاظ میں دی تھی۔

انتم اعلم بامور دنیاکم اپنی دنیا کی باتیں تم (مجھ سے) زیادہ جانتے ہو۔ (مسلم شریف) ج ۲، ص ۲۶۴۔ اللہ اللہ حضور سرور عالم ﷺ تو دنیا سے اس قدر بیزار ہوں کہ اُس کو اپنی طرف منسوب بھی نہ فرمائیں اور مدعیان محبت قلب مبارک کو علوم دنیا کا گنجینہ بتائیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

قاضی عیاض ؒ شفا شریف میں انہی دنیاوی امور کے متعلق ارقام فرماتے ہیں

فاما ما تعلق منها بامر الدنیا فلا یشترط فی حق الانبیاء العصمه من عدم معرفة الانبیاء ببعضها او اعتقادها علیٰ خلاف ما هی علیه ولا وصم علیهم فیه اذا همتهم متعلقة بالآخرة وانبائها وامر الشریعة وقوانینها

وامور الدنیا تضادها بخلاف غیر هم من اهل الدنیا الذین یَعْلَمُونَ ظاهراً من الحیوٰة الدنیا وهم عن الآخرة هم الغافلون۔ (انتهی ص ۲۵۴)

ترجمہ: "بہرحال وہ علوم جن کا تعلق دنیاوی باتوں سے ہو سو اُن میں سے بعض کے نہ جاننے سے اور اُن کے متعلق خلاف واقعہ اعتقاد قائم کر لینے سے انبیاء علیہم السلام کا معصوم ہونا ضروری نہیں (یعنی یہ ممکن ہے کہ انبیاء علیہم السلام کو بعض دنیاوی باتوں کا علم نہ ہو) اور اس نہ جاننے کی وجہ سے ان پر کوئی دھبہ بھی نہیں کیونکہ اُن کی توجہ آخرت اور اُس کی خبروں اور شریعت اور اُس کے قوانین کے ساتھ متعلق ہے اور دنیاوی باتیں اُن کے برعکس ہیں بخلاف اور اہل دنیا کے جو اسی دنیاوی زندگانی کو جانتے ہیں اور آخرت سے بالکل غافل ہیں۔"

نیز اسی شفا شریف ص ۳۰۱ پر ہے۔

اما احواله فی امور الدنیا...... فقد یعتقد فی امور الدنیا الشیٔ علیٰ وجهٍ ویظهر خلافه او یکون منه علیٰ شك او ظنّ بخلاف امور الشرع

"کبھی ایسا ہوتا ہے کہ آنحضرت ﷺ دنیاوی امور میں ایک خیال قائم فرماتے ہیں اور اس کے خلاف ظاہر ہوتا ہے اور انہی امور دنیاوی میں کبھی آنحضرت ﷺ کو شک یا گمان بھی ہوتا ہی بخلاف امور شریعت کے (کہ وہاں شک وغیرہ کی اصلاً گنجائش نہیں وہاں صرف یقین ہی ہوتا ہے)

پھر اس مضمون کو متعدد احادیث شریفہ سے ثابت فرما کر ص ۳۰۲ پر لکھتے ہیں:

فمثل هذا واشباهه من امور الدنیا التی لا مدخل فیها لعلم دیانة ولا اعتقادها ولا تعلیمها یجوز علیه فیها ما ذکرنا اذلیس فی هذا کله نقیصةٌ ولا محطة وانما هی امور اعتیادیة یعرفها من جرّبها وجعلها همه وشغل نفسه بها والنبی مشحون القلب بمعرفة الربوبیة ملآن الجوانح بعلوم الشرعیة۔ (انتهی بقدر الحاجة شفا قاضی عیاض ص ۳۰۲)

ترجمہ: "پس دنیاوی امور میں سے ایسی باتیں کہ جن کو نہ دین کے علم میں کوئی دخل ہے نہ اس کی تعلیم میں نہ اُس کے اعتقاد میں (سو ایسی باتوں کے بارے میں) جائز ہے جناب رسول

الله ﷺ پر وہ جو ہم نے ذکر کیا (یعنی اُن باتوں کا نہ جاننا) اس لیے کہ ایسی باتوں کے نہ جاننے کی وجہ سے نہ تو کچھ نقصان پیدا ہوتا ہے نہ درجہ اور مرتبہ میں کوئی کمی آتی ہے یہ امور تو عادت پر موقوف ہیں ان کو وہ شخص خوب جانے گا جس نے ان کا تجربہ کیا ہو اور انہی کو اپنا مقصد بنالیا ہو اور جس نے اپنے نفس کو انہی باتوں میں مشغول کر دیا ہو۔ اور آنحضرت ﷺ کا قلب مبارک تو معرفت الٰہیہ سے اور سینہ فیض گنجینہ علوم شریعت سے لبریز ہے۔"

اے مسکینو! اپنی حالت پر رحم کرو اور علامہ قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ کی ان تصریحات سے انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام اور نبوت کی قدر و منزلت کو سمجھو۔ شفا شریف کی ان عبارات نے صاف بتلا دیا کہ حضرات انبیاء علیہم السلام کے لیے یہ ضروری نہیں کہ اُن کا علم شریف دنیا بھر کی باتوں کو محیط ہو۔

بس اسی قسم کے ایک خاص احاطہ کی نفی براہین قاطعہ کی اس عبارت میں کی گئی ہے جیسا کہ اُس کے پہلے فقرہ سے ظاہر ہے اور وہ فقرہ یہ ہے "الحاصل غور کرنا چاہیے کہ شیطان و ملک الموت کا حال دیکھ کر علم محیط زمین کا فخر عالم کو خلاف" اس فقرہ نے بتلا دیا کہ مصنف براہینؒ اُسی قسم کے احاطہ کی نفی فرما رہے ہیں اور اسی کو غیر ثابت بالنص بتلا رہے ہیں جس قسم کے احاطہ کی نفی علامہ قاضی عیاضؒ نے بھی کی ہے۔

اب فرمایئے کہ قاضی عیاضؒ کے متعلق کیا حکم ہے؟ اور صدہا برس سے جن علماء امت وفضلاء ملت نے اُن کو مسلم اور مستند عالم مانا ہے اُن کے متعلق کیا ارشاد ہے بالخصوص فاضل بریلوی جن کی تصانیف اسی شفا شریف کے حوالہ جات سے لبریز ہیں اُن کے متعلق کیا فتوی ہے اور وہ کفر کے کس درجہ میں ہیں۔ بینوا توجروا بینوا توجروا...... چونکہ براہین قاطعہ کی اس عبارت کی توضیح پورے شرح وبسط کے ساتھ اب سے پہلے متعدد رسالوں میں کی جا چکی ہے اور اُس کے ہر پہلو پر کافی روشنی پڑ چکی ہے لہٰذا ہم سر دست اسی قدر پر اکتفا کرتے ہیں والله الھادی الی سبیل الرشاد۔

قال (٤) حضور ﷺ نے علماء دیوبند کی شاگردی کی ان وہابیہ دیوبندیہ سے تعلق ومعاملہ پیدا کر کے اُردو زبان سیکھی۔ (براہین قاطعہ ص ۲۶ پر ہے) "اس فقیر کے گمان میں یہ آتا ہے کہ مدرسہ دیوبند کی عظمت حق تعالی کی درگاہ پاک میں بہت ہے کہ صدہا عالم یہاں سے پڑھ

کر گئے اور خلق کثیر کو ظلمات ضلالت سے نکالا۔ یہی سبب ہے کہ ایک صالح فخر عالم علیہ السلام کی زیارت سے خواب میں مشرف ہوئے تو آپ کو اردو میں کلام کرتے دیکھ کر پوچھا کہ آپ کو یہ کلام کہاں سے آ گیا آپ تو عربی ہیں فرمایا کہ جب سے علماء مدرسہ دیوبند سے ہمارا معاملہ ہوا ہم کو یہ زبان آ گئی سبحان اللہ اس سے مرتبہ اس مدرسہ کا معلوم ہوا۔

اقول: ہمارے ناظرین بچشم انصاف ملاحظہ فرمائیں کہ براہین کی اس عبارت میں اپنے عقیدہ کا بیان ہے یا صرف ایک خواب کا ذکر جس کو خواب ہی ہونے کی حیثیت سے براہین میں درج بھی کیا گیا ہے اور یہ حقیقت نا قابل انکار ہے کہ خواب کی ایک صورت ہوتی ہے اور ایک حقیقت جس کو تعبیر بھی کہتے ہیں پھر ان دونوں میں کبھی مناسبت ظاہر ہوتی ہے اور کبھی خفی جس کو صرف وہی حضرات سمجھ سکتے ہیں جن کو اللہ تعالی نے فن تعبیر رؤیا میں بصیرت تامہ عنایت فرمائی ہو۔ جیسا کہ حضرت ام الفضل رضی اللہ تعالی عنہا اور حضرت امام ابوحنیفہ وزبیدہ خاتون کے اُن خوابوں سے ظاہر ہے جو رسالہ ہذا کے ص ۵۰ پر مذکور ہیں۔

کوئی حد ہے اس بے ایمانی اور افترا پردازی کی کہ ایک خواب کو (جس کی صحیح تعبیر بھی نہایت واضح ہے) ایک جماعت کا عقیدہ قرار دے کر کافر بنایا جاتا ہے۔ او ظالمو! کیا تمہیں مرنا نہیں قیامت تو نہ آئے گی حساب تو نہ ہو گا

رنگ جب محشر میں لائے گی تو اڑ جائے گا رنگ
یوں نہ کہیے سرخی خونِ شہیداں کچھ نہیں

ناظرین کرام! اس خواب کی نہایت واضح اور روشن تعبیر صرف اس قدر کہ اس میں آنحضرت ﷺ نے اُن صاحب کو یہ بتلایا کہ۔

"میرا کلام یعنی میری احادیث اُس وقت سے اردو زبان میں شائع ذائع ہوئیں جب سے کہ دارالعلوم دیوبند قائم ہوا اور اس مدرسہ کے علماء نے اپنی تحریر وتقریر سے اس خدمت کو انجام دینا شروع کیا۔"

اس سے قبل اوّل تو اس درجہ علوم اسلامیہ کا شیوع نہ تھا اور سلطنت مغلیہ کے زمانہ میں جو کچھ بھی ان علوم کی اشاعت ہوئی وہ بیشتر فارسی زبان میں تھی اس وقت کے اسلامی لٹریچر عام طور پر فارسی میں تھے کہیے اس میں کیا کفر ہو گیا؟ کیا واقعات اس کی شہادت نہیں دے

ہے؟

اور اگر رضا خانی شریعت کا یہی قانون ہے کہ ہر خواب کے ظاہری پہلو پر بھی عقیدہ ہی کا
لم لگایا جاتا ہے تو ہم عرض کریں گے کہ کفر کے ہائی کورٹ کے اس بے ڈھب قانون کی زد سے
ںا خانیت کے موجد و مجدد فاضل بریلوی کا بچنا بھی مشکل ہے اُن حضرات نے بقول خود ایک
اب کے موافق آنحضرت ﷺ کی امامت کی ہے وہ فرماتے ہیں

''اُن کے (یعنی خان صاحب کے ایک پیر بھائی مولوی برکات احمد صاحب کے) انتقال کے
دن مولوی سید امیر احمد صاحب مرحوم خواب میں زیارت اقدس حضور سید عالم ﷺ سے
مشرف ہوئے کہ آپ گھوڑے پر تشریف لیے جاتے ہیں عرض کی یا رسول اللہ حضور کہاں
تشریف لیے جاتے ہیں۔ فرمایا برکات احمد کے جنازے کی نماز پڑھنے۔ الحمد للہ یہ جنازہ
مبارکہ میں نے پڑھایا انتھی۔ (ملفوظات خاں بریلوی حصہ دوم ص ۲۵)

کہیے اب ان خان صاحب کے متعلق کیا حکم ہے۔ صاحب براہین نے تو جو کچھ نقل کیا تھا
اںب خواب ہی خواب تھا یہاں تو صرف زیارت ہی خواب میں ہوئی ہے۔ باقی خان صاحب
زٰ امامت تو اسی عالم میں کی ہے۔ اور حضور کو اپنا مقتدی بنا کر کس قدر نازاں ہیں فرماتے ہیں
الحمد للہ اس جنازہ کی نماز (جس میں بقول اُن کے آنحضرت ﷺ بھی شریک تھے) میں
نے پڑھائی افسوس خان صاحب نے یہ تفصیل نہیں فرمائی کہ آنحضرت ﷺ کو صف اول میں
جگہ ملی تھی یا خان صاحب کے معتقدوں مقتدیوں کے بھی پیچھے کہیں دوسری تیسری صف میں۔
ل ذرا ان بڑے صاحب کو بھی وہی کڑے کڑے لفظ سنا دیجیے جو حضرت مولانا خلیل احمد
اذب کو سنائے تھے۔ حضرت امام اعظم ابو حنیفہؒ کے نزدیک نہ سہی خان صاحب کے نزدیک تو
اع موتی حق ہے۔ لیکن شاید کچھ کہنے سننے کی فرصت نہ ہوگی۔

شادم کہ از رقیباں دامن کشاں گذشتی
گو مشت خاک ماہم برباد رفتہ باشد

قال (۵) وہابیہ دیوبندیہ کے نزدیک میلاد شریف ہر حال میں ناجائز ہے چاہے [1]

---

[1] ذا کشیدہ فقرہ محض افترا ہے۔

مطابق شریعت کے کیوں نہ ہو اور کوئی میلاد وعرس جائز نہیں۔ میلاد شریف وعرس میں شریک ہونا
جائز نہیں۔ فتاویٰ رشیدیہ جلد ۳ ص ۸۳۔ انعقاد مجلس مولود ہر حال میں ناجائز ہے تداعی امر
مندوب کے واسطے منع ہے۔ الخ

اقول۔ اللہ علیم وخبیر شاہد کہ ہمارے نزدیک آنحضرت ﷺ کی ولادت باسعادت کا ذکر
پاک دوسرے اذکار حسنہ کی طرح موجب رحمت اور باعث برکت ہے بلکہ حضور کے بول وبراز
بلکہ آپ کی سواری کے گدھے کے پسینہ وپیشاب کا ذکر بھی بلاشبہ باعث ثواب ہے اسی فتاویٰ
رشیدیہ میں بہت سے مقامات پر اس کی تصریح موجود ہے ہم ناظرین کی طمانیت کے لیے
فتاویٰ رشیدیہ کی صرف پہلی جلد سے محض تین عبارتیں نقل کرتے ہیں۔ فتاویٰ رشیدیہ جلد اوّل
ص ۷۰ پر ہے۔

نفس ذکر ولادت کو کوئی منع نہیں کرتا۔''

نیز اسی کے ص ۱۰۹ پر ہے۔

''نفس ذکر ولادت مندوب ہے اُس میں کراہت قیود کے سبب آئی ہے۔''

پھر اسی کے ص ۱۴۲ پر ہے:

''نفس ذکر ولادت فخر عالم علیہ الصلوٰۃ کا مندوب ہے مگر بسبب انضمام ان قیود کے یہ مجلس
ممنوع ہوگئی۔''

ان ہر سہ عبارات سے صاف ظاہر ہے کہ مولانا مرحوم نفس ذکر ولادت آنحضرت ﷺ کو
مندوب ومستحب ہی سمجھتے ہیں البتہ عقد مجلس میلاد یا انعقاد مجلس میلاد کو نادرست کہتے ہیں
اب اگر نفس ذکر ولادت اور عقد مجلس یا انعقاد مجلس کا فرق آپ کی سمجھ سے باہر ہو تو فہم عالی
کا قصور ہے۔

آنکھیں اگر ہیں بند تو پھر دن بھی رات ہے
اس میں بھلا قصور ہے کیا آفتاب کا

یا للعجب۔ آج اطلاق اور تقیید کا فرق جن کی سمجھ سے باہر ہے وہ علماء امت وفضلاء
ملت کے کلام پر انتقاد (تنقید) کا شوق رکھتے ہیں۔ ناظرین اس کی مثال بالکل ایسی ہے جیسے کہ
کوئی اللہ کا بندہ کہے کہ ''چوری کی بکری حرام ہے۔'' اور مولف رسالہ عقائد وہابیہ دیوبندیہ عزیز

احمد صاحب کے کوئی چھوٹے بھائی کہیں کہ "لو صاحب ان کے نزدیک تو بکری بھی حرام ہے جس کی حلت نص سے ثابت ہے۔ بس اسی طرح سمجھ لینا چاہیے کہ نفس ذکر ولادت جو درجہ اطلاق میں ہے ہمارے نزدیک امر مستحسن ہے اور عقد یا انعقاد جس کے مفہوم میں تداعی وغیرہ دیگر اہتمامات وتخصیصات بھی داخل ہیں (اور جو درجہ تقیید میں ہے) ہمارے نزدیک ممنوع اور نادرست ہے کہیے اس میں کس کو کلام ہوسکتا ہے کیا تداعی ودیگر اہتمامات کسی امر مباح یا مستحسن کے لیے بتصریح فقہاء حنفیہ مکروہ نہیں۔ مسلم شریف میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کچھ لوگوں کو چاشت کی نماز کے لیے اہتمام کے ساتھ جمع ہوتا دیکھا تو آپ نے اُن لوگوں کے اس فعل کو بدعت قرار دیا حالانکہ چاشت کی نماز فی نفسہٖ ایک امر مستحب ہے۔ جس کی فضیلت میں احادیث صحیح وارد ہیں۔

مسند امام احمد میں ہے کہ حضرت عثمان بن ابی العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کسی ختنہ میں بلائے گئے تو آپ نے جانے سے انکار فرمادیا کسی نے وجہ دریافت کی آپ نے فرمایا کہ زمانہ رسالت مآب علیہ الصلوٰۃ والسلام میں ہم لوگ ختنوں میں نہیں جاتے تھے اور نہ یہ بلائے جانے کا دستور تھا۔ (مسند ج۴،ص ۲۱۷)

اِن دونوں حدیثوں سے معلوم ہوا کہ جس امر میں شریعت مطہرہ نے تداعی اور دوسرے اہتمامات کی تعلیم نہ دی ہو اس میں تداعی اور اہتمام کرنا بدعت وممنوع ہے۔

اگر عقل سلیم اور چشم انصاف ہو تو مسئلہ میلاد کی تمام تر پیچیدگیاں انہی چند سطروں سے حل ہوسکتی ہیں۔

پھر اگر نفس ذکر ولادت اور عقد وانعقاد کے اس روشن فرق سے قطع نظر بھی کر لی جائے تب بھی سدّ اللباب اس مجلس کے انعقاد کی اجازت نہ دینا ہی اسلم ہے جیسا کہ حضرت محبوب سجانی قطب ربانی سیدنا شیخ احمد الفاروقی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اسی مجلس میلاد کے متعلق تحریر فرمایا ہے:

اگر بہ نیچے خوانند کہ تحریفے در کلمات قرآنی واقع نہ شود و در قصائد خواندن شرائط مذکور نہ گردد و آں را ہم بغرض صحیح تجویز نمایند چہ مانع است۔ مخدوما بخاطر فقیر میرسد تا سد ایں باب مطلق نہ کنند بوالہوسان ممنوع نے گردند اگر اند کے تجویز کردند منجر بہ بسیار خواہد شد قلیلہٗ یفضی

الیٰ کثیرۃ قول مشہور است۔

ترجمہ: اگر اس طور پر پڑھا جائے کہ قرآنی کلمات میں کوئی تحریف نہ ہو اور قصائد نعتیہ پڑھنے میں راگ اور تالی بجانا وغیرہ نہ ہو اور اس کو بغرض صحیح جائز کہا جائے کہ تو کوئی مانع نہیں۔ میرے محترم! فقیر کے دل میں تو یہ آتا ہے کہ جب تک اس دروازہ کو مطلقاً بند نہ کیا جائے گا اصحاب ہوئی وہوس باز نہیں آسکتے تھوڑے کو جائز کہنا بہت سے تک پہنچا دے گا مثل مشہور ہے۔ قلیلہ یفضی الیٰ کثیرہ۔

آخر میں ہم یہ بھی بتلا دینا چاہتے ہیں کہ اس عقد مجلس یا انعقاد مجلس کو منع کرنا صرف ہماری اور ہمارے اکابر کی خصوصیت نہیں بلکہ صدہا برس سے علماء امت محمدیہ بھی لکھ رہے ہیں چنانچہ علامہ ابن الحاج (جن کو مولوی احمد رضا خان صاحب نے بھی انباء المصطفےٰ میں امام لکھا ہے) اپنی مشہور کتاب مدخل میں لکھتے ہیں:

ومن جملة ما احدثوه من البدع مع اعتقادهم ان ذالك من اكبر العبادات واظهار الشعائر ما يفعلونه في الشهر الربيع الاول من المولد وقد احتوىٰ ذالك على بدع ومحرمات الىٰ ان قال وهٰذه المفاسد مترتبة علىٰ فعل المولد اذا عمل بالسماع فان خلا منه وعمل طعاماً فقط ونوى به المولد ودعا اليه الاخوان وسلم من كل ما تقدم ذكره فهو بدعة بنفس نيته فقط لان ذالك زيادة في الدين وليس من عمل السلف الماضين واتباع السلف اولىٰ۔ (مدخل ابن الحاج مطبوعه مصر جلد اوّل ،ص ۸۵)

ترجمہ: اور لوگوں کی اُن بدعتوں اور نو ایجاد باتوں میں سے جن کو وہ بڑی عبادت سمجھتے ہیں اور جن کے کرنے کو شعائر اسلامیہ کا اظہار کہتے ہیں وہ مجلس میلاد ہے جس کو وہ ماہ ربیع الاوّل میں کرتے ہیں اور واقعہ ہے یہ کہ وہ بہت سے بدعات اور محرمات پر حاوی ہے (آخر میں فرماتے ہیں) اور اس مجلس میلاد پر یہ مفاسد اُس صورت میں مرتب ہوتے ہیں جبکہ اُس میں سماع ہو پس جبکہ مجلس میلاد سماع سے پاک ہو اور صرف بہ نیت مولود کھانا تیار کر لیا ہو اور بھائیوں اور دوستوں کو اس کے لیے بلایا جائے اور تمام مذکورہ بالا مفاسد سے محفوظ ہو تب بھی

وہ صرف نیت (عقد مجلس میلاد) کی وجہ سے بدعت ہے اور دین کے اندر ایک جدید امر کا اضافہ کرنا ہے جو سلف صالحین کے عمل میں نہ تھا حالانکہ اسلاف کے نقش قدم پر چلنا اور اُن کی پیروی کرنا ہی زیادہ بہتر ہے۔

مدخل کی اس عبارت کے خط کشیدہ الفاظ سے صاف ظاہر ہے کہ مجلس میلاد اگرچہ دوسرے منکرات سے خالی بھی ہو۔ تب بھی صرف عقد مجلس اور اہتمام مخصوص کی وجہ سے بدعت اور نامشروع ہے۔ اور یہی بعینہٖ فتاویٰ رشیدیہ کا مضمون ہے۔

اور مولانا عبدالرحمن مغربی اپنے فتاویٰ میں ارقام فرماتے ہیں۔

ان عمل المولد بدعة لم يقل به ولم يفعله رسول الله صلى الله عليه وسلم والخلفاء والائمة. كذا فى الشرعة الالٰهيه.

ترجمہ: بہ تحقیق میلاد کا کرنا بدعت ہے نہ آنحضرت ﷺ اور آپ کے خلفاء راشدین اور ائمہ مجتہدین نے خود اس کو کیا نہ اس کا حکم دیا۔

اور قاضی شہاب الدین دولت آبادی کے فتاویٰ تحفۃ القضاۃ میں ہے۔ قاضی صاحب سے مجلس میلاد کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا:

لا ينعقد لانه محدث و كل محدث ضلالة و كل ضلالة فى النار.

ترجمہ: مجلس میلاد منعقد نہ کرنی چاہیے کیونکہ وہ نو ایجاد ہے اور ہر نو ایجاد گمراہی ہے اور ہر گمراہی جہنم میں لے جانے والی ہے۔

اور مولانا نصیر الدین شافعی ایک سائل کے جواب میں فرماتے ہیں:

لا يفعل لانه لم ينقل عن السلف الصالح وانما احدث بعد القرون الثلثة فى الزمان الطالح ونحن لا نتبع الخلف فيما اهمل السلف لانه يكفى بهم الاتباع فاى حاجةٍ الى الابتداع.

ترجمہ: مجلس میلاد نہ کی جائے کیونکہ وہ سلف صالحین سے منقول نہیں بلکہ زمانہ خیر القرون کے بعد برے زمانہ میں اُس کی ایجاد ہوئی ہے اور ہم بعد والوں کی اُس فعل میں پیروی نہیں کریں گے جس کو سلف نے نہ کیا ہو اس لیے کہ ہم کو سلف کا اتباع کافی ہے ایجاد

واختراع کی کیا ضرورت ہے۔

اور شیخ الحنابلہ علامہ شرف الدین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

ان ما يعمل بعض الامراء فى كل سنة احتفاالدلمولده صلى الله عليه وسلم فمع اشتماله على التكلفات الشنيعة بنفسه بدعةٌ احدثه من يتبع هواه (من الفتاوىٰ الرشيديه)

بہ تحقیق یہ جو بعض اُمراء ہر سال میں آنحضرت ﷺ کی میلاد کے لیے مجلس کرتے ہیں پس یہ مجلس باوجود اُس کے مشتمل ہونے برے تکلفات پر فی نفسہ بدعت ہے اُس کو ایسے لوگوں نے ایجاد کیا ہے جو اپنی خواہشات نفسانی کی پیروی کرتے ہیں۔

ان تمام عبارات سے روز روشن کی طرح ظاہر ہے کہ زمانہ قدیم سے علمائے مذاہب اربعہ نے اس فعل کو کچھ اچھی نظر سے نہیں دیکھا اس کے بعد ہم علامہ احمد بن محمد مصری مالکی کی کتاب القول المعتمد سے ایک جامع عبارت اور نقل کرنا چاہتے ہیں علامہ موصوف فرماتے ہیں:

ومعهذا قد اتفق علماء المذاهب الاربعة بذم هذا العمل فمن يذمه قال العلامة معز الدين حسن الخوارزمى فى تاريخهٖ صاحب اربل الملك مظفر الدين ابو سعيد الكوكير كان مسرفاً يامر علماء زمانهٖ ان يعملوا باستنباطهم واجتهادهم ولا يتبعوا مذاهب غيرهم حتّٰى مالت اليه جماعة من العلماء وطائفةٌ من الفضلاء وكان يحتفل المولد النبى صلى الله عليه وسلم فى الربيع الاول وهو اوّل من احدث فى الملك هٰذا. انتهى

ترجمہ: چاروں مذہب کے علماء اس عمل میلاد کی مذمت پر متفق ہیں علامہ معز الدین حسن خوارزمی اپنی تاریخ میں لکھتے ہیں "کہ اربل کا بادشاہ مظفر الدین ابوسعید کوکبری حد سے گذرنے والا شخص تھا اپنے زمانہ کے علماء کو حکم دیتا تھا کہ اپنے اجتہاد سے فتویٰ لکھو اور دوسروں کے مذاہب کی پیروی نہ کرو (یعنی غیر مقلدیت کا زبردست حامی تھا) چنانچہ ایک جماعت اہل علم کی اس طرف مائل بھی ہوگئی۔ یہ بادشاہ ربیع الاول میں محفل میلاد منعقد کیا کرتا اور یہ پہلا شخص ہے جس نے اس کام کو ایجاد کیا۔

یہاں چونکہ اس قسم کی عبارتوں کا استیعاب مقصود نہیں اس لیے صرف انہی چند عبارتوں پر اکتفا کیا جاتا ہے یہ بھی ملحوظ رہے کہ اس وقت تک جو عبارتیں پیش کی گئیں وہ صرف ان حضرات کی ہیں جو امت میں مشہور ہونے کے ساتھ ساتھ فریقین کے نزدیک مسلم الثبوت بھی ہیں ان تمام عبارات سے مجلس میلاد کے متعلق ہمارے مسلک پر کافی روشنی پڑ جاتی ہے۔

رہا عرس کا جواز اور عدم جواز سو اُس کے متعلق بھی ہم نہایت صفائی سے کہتے ہیں کہ بے شک جس چیز کا نام آج لوگوں نے عرس رکھا ہے وہ ہمارے نزدیک ناجائز ہے اور نہ صرف ہمارے نزدیک بلکہ جملہ اکابر امت کے نزدیک اُس کا یہی حکم ہے۔

حضرت شاہ عبدالعزیزؒ صاحب کے نواسے اور شاگرد خاص حضرت شاہ محمد اسحٰق صاحب دہلویؒ (جن پر ہندوستان کے بیشتر علماء کی اسناد حدیث کا مدار ہے اور جن کے کلام سے بعض بدعتی مصنف بکثرت استدلال کرتے ہیں) اپنی مشہور کتاب اربعین میں اسی عرس کے متعلق ارقام فرماتے ہیں۔

مقرر ساختن روز عرس جائز نیست در تفسیر مظہری می نویسد لا یجوز ما یفعله الجهلا بقبور الاولیاء والشهداء من السجود والطواف حولها واتخاذ السرج والمساجد اليها ومن الاجتماع بعد الحول كالاعياد ويسمونهٗ عرسًا۔ انتهى

عرس کے دن کا مقرر کرنا جائز نہیں تفسیر مظہری میں ہے جاہل لوگ حضرات اولیاء اور شہداء کے مزارات کے ساتھ جو معاملات کرتے ہیں سب کے سب ناجائز ہیں یعنی اُن کو سجدہ کرنا اور اُن کے گرد طواف کرنا اور ان پر چراغاں کرنا اور ان کی طرف کو مسجدیں بنانا اور ہر سال میلوں کی طرح اُن پر جمع ہونا جس کا نام عرس ہے۔

اسی طرح قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جو خاندان نقشبندیہ میں ایک ممتاز حیثیت رکھتے ہیں اور جن کو شاہ عبدالعزیز صاحب نے بیہقی وقت کہا ہے اپنی مشہور ومعروف کتاب ارشاد الطالبین میں فرماتے ہیں

قبور اولیاء بلند کردن وگنبد براں ساختن وعرس وامثال آں وچراغاں کردن ہمہ بدعت است بعض ازاں حرام است وبعض مکروہ پیغمبر خدا بر شمع افروزاں نزد قبر وسجدہ کنندگاں را لعنت گفتہ

ترجمہ: اولیاء اللہ کی قبروں کو بلند کرنا اور اُن پر گنبد بنانا اور عرس وغیرہ اور چراغاں کرنا یہ تمام

بدعت ہے ان میں سے بعض فعل حرام ہیں اور بعض مکروہ رسول اللہ ﷺ نے ایسے لوگوں پر لعنت کی ہے جو قبروں پر روشنی کریں یا قبروں کو سجدہ کریں

کہیے کیا اب بھی میلاد وعرس کو ناجائز کہنا صرف وہابیہ دیوبندیہ ہی کا خیال ہے۔ معلوم ہوا جناب کو کہ علماء دیوبند کا دامن کن اکابر ملت سے وابستہ ہے۔

ناظرین کرام ہمارے رضا خانی دوستوں کی ذہنیت کا یہاں سے اندازہ فرمالیں کہ جس فعل کو علماء سلف وخلف اب تک برا کہتے آئے۔ آج اگر حضرات علماء دیوبند بھی اتباعًا للسلف اُس کی مذمت کریں اُس کو منع کریں تو اُن کی یہ ممانعت ان کے نزدیک ایک ناقابل معافی جرم ہے۔ اُلٹا چور کوتوال کو ڈانٹے۔ع

منـــاقب قوم عند قوم مثالب

اے مالک عرش تو شاہد ہے کہ ہمارا اور ہمارے اکابر کا جرم اس کے سوا کچھ اور نہیں کہ ہم تیرے حبیب پاک صاحب لولاک حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی سنتوں پر مصر اور بدعات سے متنفر ہیں اے مولا ہم غلاموں کا یہی پیام ہمارے آقائے نامدار مدینہ کے تاجدار ﷺ تک پہنچا دے۔ یارسول اللہ

خونے نہ کردہ ایم وکسے را نہ کشتہ ایم   جرم است ہمیں کہ عاشق روئے تو گشتہ ایم

☆☆☆

قال: اب تقیہ بازی ان کی دیکھیے ''التصدیقات لدفع التلبیسات'' کے صفحہ ۲۷و۲۹ میں مولود شریف کو جائز ومستحب ظاہر کیا ہے۔

اقول: ''التصدیقات'' کوئی نایاب کتاب نہیں جو نہ مل سکے کوئی قلمی فتویٰ نہیں جس میں تغیر وتبدل اور جعلسازی ممکن ہو بلکہ ایک چھپی ہوئی کثیر الاشاعت کتاب ہے جس کے ہزارہا نسخے ہندوستان میں پائے جاتے ہیں ہم اُس کی عبارت ذیل میں درج کرتے ہیں ناظرین اُس کو ملاحظہ فرمالیں کہ اُس میں نفس ذکر ولادت شریفہ کو مندوب ومستحسن لکھا گیا ہے یا عقد مجلس میلاد کو اور اس کے بعد مولف رسالہ ''عقائد وہابیہ'' کی فراست ودیانت کا مرثیہ پڑھیں تصدیقات ص ۲۷ سطر پندرہ میں ہے۔

''حاشا ہم تو کیا کوئی مسلمان بھی ایسا نہیں کہ آنحضرت ﷺ کی ولادت شریفہ کا ذکر بلکہ

آپ کی جوتیوں کے غبار اور آپ کی سواری کے گدھے کے پیشاب کا تذکرہ بھی قبیح و بدعت سیئہ یا حرام کہے وہ جملہ حالات جن کو رسول اللہ ﷺ سے ذرا بھی علاقہ ہے ان کا ذکر ہمارے نزدیک نہایت پسندیدہ اور اعلیٰ درجہ کا مستحب ہے خواہ ذکر ولادت شریفہ ہو یا آپ کے بول وبراز اور نشست و برخاست اور بیداری و خواب کا تذکرہ ہو۔ الخ۔

پھر ص ۲۹ سطر ۱۰ میں اس مضمون کو ان الفاظ پر ختم کرتے ہیں "حاشا کہ ہم یوں کہیں کہ ذکر ولادت شریفہ ناجائز اور بدعت ہے الخ

ناظرین خدارا انصاف؟ کہ کس نے تقیہ سے کام لیا اور سفید جھوٹ بولا۔

قال: اور لیجیے مولوی اشرف علی صاحب کانپور میں میلاد شریف پڑھتے تھے اور قیام بھی کرتے تھے لیکن ساتھ ساتھ تقیہ بھی کرتے تھے وہ لکھتے ہیں "...... تیسرے میں نے دیکھا کہ وہاں (کانپور میں) بدون شرکت ان مجالس کے کسی طرح قیام ممکن نہیں ذرا انکار کرنے سے وہابی کہہ دیا، درپے تذلیل وتوہین ہو گئے...... اور شرکت بھی اس نظر سے کہ ان لوگوں کو ہدایت ہوگی اور یوں خیال ہوتا ہے کہ اگر خود ایک مکروہ کے ارتکاب سے دوسرے مسلمانوں کے فرائض وواجبات کی حفاظت ہو تو اللہ تعالیٰ سے اُمید تسامح ہے بہر حال وہاں کانپور میں بدوں شرکت قیام کرنا قریب بہ محال دیکھا اور منظور تھا وہاں رہنا کیونکہ دُنیوی منفعت بھی ہے کہ مدرسے سے تنخواہ ملتی ہے الخ دیکھا آپ نے یہ ہے ان لوگوں کی حالت۔

اقول: ناظرین! قدوۃ الاولیاء زبدۃ الاتقیاء حضرت مولانا شاہ محمد اشرف علی صاحب دامت فیوضہم وبرکاتہم کی جو عبارت اس موقعہ پر مولف رسالہ نے نقل کی ہے اُس میں ایسی شرمناک خیانت سے کام لیا ہے جس کی نظیر دُنیا کی کسی مہذب ومتمدن قوم کے لٹریچر سے ملنا دشوار ہے۔ حقیقت الامر یہ ہے کہ قیام کانپور کے ابتدائی زمانہ میں حضرت مولانا ممدوح ان مجالس ومحافل میں اس وجہ سے شرکت فرماتے ہیں کہ اُس وقت تک آنحضرت کی رائے میں وسعت تھی اور وہ عقد مجلس میلاد کو اُس وقت تک حد جواز میں سمجھتے تھے چنانچہ حضرت مولانا کے جس مکتوب گرامی سے مولف رسالہ نے مذکورہ بالا عبارت نقل کی ہے اُسی میں عبارت منقولہ سے پہلے مرقوم ہے:

میں نے جہاں تک غور کیا اپنی فہم ناقص کے مطابق یوں سمجھ میں آیا کہ اصل عمل (یعنی نفس ذکر

ولادت شریف) تو محل کلام نہیں البتہ تقییدات وتخصیصات بلاشبہ محدث ہیں سو اس کی نسبت یوں خیال میں آیا کہ ان تخصیصات کو اگر قربت مقصود سمجھا جائے تو بلاشبہ بدعت ہیں اور اگر محض امور عادیہ مبنی بر مصالح سمجھا جائے تو بدعت نہیں بلکہ مباح ہیں۔ انتہی بقدر الحاجۃ۔

(تذکرۃ الرشید ص ۱۱۶۔ طبع جدید)

اِس کے بعد حضرت مولانا نے اپنے اُس زمانہ کے خیال کے موافق اباحت کی وجوہات لکھی ہیں اُس کے بعد اُن مجالس ومحافل کی شرکت کے کچھ دینی فوائد ذکر کیے ہیں مثلاً اس شرکت کے ضمن میں لوگوں کے عقائد کی اصلاح جو بدوں اس شرکت عملی کے قریب بہ محال تھی اور اس ذریعہ سے لوگوں کا وعظ سن لینا اور سیکڑوں کا راہ راست پر آجانا وغیرہ وغیرہ اس سب کے بعد تحریر فرماتے ہیں کہ:

"ان سب اسباب وضروریات کے ساتھ بھی اگر کسی دلیل صحیح وصریح سے مجھ کو ثابت ہو جاتا کہ اس کی (یعنی محفل میلاد کی) شرکت موجب ناراضی اللہ ورسول (جل جلالہ وﷺ) کی ہے تو لاکھ ضرورتیں بھی ہوتیں سب پر خاک ڈال دیتا بفضلہ تعالیٰ بہت سے منافع مالیہ کو اسی وجہ سے خیر آباد کہہ چکا ہوں۔ توسع رائے کے اسباب اوپر معروض ہو چکے ہیں بہر حال میرے خیال میں یہ امور خلاف اولیٰ ضرور ہیں مگر بمصالح دینیہ ان کے فعل میں گنجائش نظر آتی ہے۔"

(تذکرۃ الرشید ص ۱۱۸۔ طبع جدید)

ان عبارات سے ہر ذی عقل سمجھ سکتا ہے کہ حضرت مولانا دامت فیوضہم کی شرکت مجالس میلاد بزمانہ قیام کانپور محض اس وجہ سے تھی کہ وہ اس وقت تک اس کو حد جواز میں سمجھتے تھے اور اُن کا خیال یہ تھا کہ یہ مجالس بوجہ بعض مصالح دینیہ موجب ناراضی خدا ورسول (جل جلالہ وﷺ) نہیں۔ الغرض حضرت مولانا کو اُس وقت تک مسئلہ کا کماھۂ انکشاف نہیں ہوا تھا۔ چنانچہ قطب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد صاحب قدس سرہ نے جب متعدد مکاتیب میں اس مسئلہ پر کافی روشنی ڈالی اور حضرت مولانا تھانوی دامت فیوضہم کے تمام شبہات کا ازالہ فرما دیا اور آنحضرت کو کماھۂ مسئلہ کا انکشاف ہوگیا تو اپنی پہلی رائے سے رجوع فرما لیا چنانچہ آنحضرت کے آخری مکتوب کے یہ الفاظ ہیں۔

"والا نامہ شرف صدور لایا معزز فرمایا حضرت عالی کے ارشادات سے اس عمل (یعنی محفل میلاد) کے جو مفاسد علمیہ وعملیہ عوام میں غالب ہیں پیش نظر ہو گئے اور ارادہ کر لیا کہ ہرگز ایسی مجالس میں شرکت نہیں ہوگی۔ انتہی۔" (تذکرۃ الرشید ص ۱۳۵ طبع جدید)

ارباب انصاف غور فرمائیں کیا اسی کا نام تقیہ ہے؟ کیا تقیہ باز ایسے ہی ہوتے ہیں؟ لیکن بات یہ ہے کہ یہ بھی اپنی اپنی نظر کا فرق ہے کسی کے نزدیک بدعت ہی سنت اور کفر ہی ایمان ہے کسی کو نجاست ہی میں خوشبو آتی ہے اور عطر سے بے ہوشی طاری ہو جاتی ہے کوئی اخلاص ہی کا نام تقیہ رکھتا ہے اور تقیہ کو عین اخلاص سمجھتا ہے۔

ہمیں تو ہے محبوب مجنوں کو لیلیٰ
نظر اپنی اپنی پسند اپنی اپنی

اے اللہ! ان مسکینوں کی حالت پر رحم فرما اور ان کو توفیق دے کہ یہ حضرت مولانا اشرف علی صاحب کے اس قابل قدر فعل سے انقیاد للحق اور اخلاص کا سبق حاصل کریں۔

قال: اور دیکھیے ان کا تقیہ کتاب التصدیقات کے ص ۷۵، ۷۷ پر میلاد شریف کا اقرار کیا اور اُس کے قیام کو جائز قرار دیا ہے الخ

اقول: ناظرین اصل رسالہ التصدیقات مصنفہ حضرت مولانا خلیل احمد صاحبؒ ص ۴۴ پر ختم ہے اور اُس کے بعد ہندوستان و دیگر ممالک اسلامیہ کے علما کرام کی تحریریں ہیں مولف رسالہ نے ص ۷۵ کی جس عبارت کا حوالہ دیا ہے وہ مولانا احمد بن محمد مالکی شنقیطی کی عبارت ہے اور ص ۷۷ کے جس مضمون کی طرف اشارہ کیا ہے وہ مولانا شیخ سلیم بشری مصری کی تحریر کا مضمون ہے۔ الغرض التصدیقات ص ۷۵، ۷۷ پر نہ حضرت مولانا خلیل احمد صاحب کا کوئی لفظ ہے نہ دیگر حضرات علماء دیوبند میں سے کسی کی کوئی تحریر ہے لہٰذا ان صفحات کے مضامین کو ان حضرات کی طرف منسوب کرنا صرف مولف رسالہ کی بدحواسی کا ایک کرشمہ ہے۔

چہ خوش گفت است سعدی درزلیخا
الا یا ایہا الساقی ادر کاسا و ناولہا

لَا حَوْلَ وَلَا قوۃ الا باللّٰہ العلی العظیم۔ ومن لم یجعل اللّٰہ لہ نورا فما لہ من نور۔

☆☆☆

قال: "(۷) وہابیوں دیوبندیوں کے نزدیک اگر صحابہ کرام میں سے کسی کی تکفیر کی جائے تب بھی وہ کافر کہنے والا شخص خارج از اہلسنت نہیں ہوتا۔ فتاویٰ رشیدیہ جلد ۲، ص ۱۱۔ اور جو شخص صحابہ کرام سے کسی کی تکفیر کرے وہ ملعون ہے: ایسے شخص کو امام مسجد بنانا حرام ہے اور وہ اپنے اس کبیرہ کے سبب سنت جماعت سے خارج نہ ہوگا۔

اقول: جو ملعون صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی تکفیر کرے وہ ہرگز اہلسنت وجماعت میں سے نہیں۔ فتاویٰ رشیدیہ کی اصل عبارت یہ ہے "اور وہ اپنے اس کبیرہ کے سبب سنت جماعت سے خارج ہوگا۔" کاتب کی غلطی سے "ہوگا" کی بجائے "نہ ہوگا" چھپ گیا ہے قطع نظر دلائل خارجیہ کے حضرت مولانا کے یہ لفظ کہ

"وہ ملعون ہے، ایسے شخص کو امام مسجد بنانا حرام ہے۔"

خود اس کی روشن دلیل ہیں کہ یہ صرف کاتب کی غلطی ہے اگر کچھ عقل ہوتی تو فتاویٰ کے انہی الفاظ سے حضرت مولانا مرحوم کا صحیح مسلک معلوم ہو سکتا تھا۔ لیکن اس کا کیا علاج کہ عقل کی رضاخانیوں سے ہم سے بھی پہلی لڑائی ہے۔ الغرض یہ اعتراض ایسا ہی ہے جیسے کہ کوئی ساجی جاہل کندہ ناتراش قرآن مجید کی کتابت کی غلطیوں سے اسلام اور اہل اسلام پر اعتراض جڑنے لگے۔

قال: وہابیہ دیوبندیہ کے نزدیک رحمۃ للعالمین صفت خاصہ رسول اللہ ﷺ کی نہیں ہے۔ فتاویٰ رشیدیہ جلد ۲، ص ۱۲۔ لفظ رحمۃ للعالمین صفت خاصہ رسول اللہ ﷺ کی نہیں۔

اقول: اس موقعہ پر بھی معترض صاحب نے نقل عبارت میں اُسی شرمناک خیانت سے کام لیا ہے جو صرف فرزندان بدعت کے لیے ہی سرمایۂ افتخار ہو سکتی ہے۔ کاش اگر فتاویٰ کی پوری عبارت نقل کر دی جاتی تو آج ہم کو تحریر جواب کی بھی ضرورت نہ ہوتی۔ لیکن جس کے مذہب کا سنگ بنیاد ہی اکابر امت پر افترا پردازی اور بہتان طرازی ہو اُس سے کیونکر یہ امید کی جا سکتی ہے۔ ارباب انصاف ملاحظہ فرمائیں فتاوے کی پوری عبارت جس سے مولانا مرحوم کا صحیح مسلک معلوم ہو سکتا ہے یہ ہے "لفظ رحمۃ للعالمین خاصہ رسول اللہ ﷺ کی نہیں بلکہ دیگر اولیاء انبیاء بھی موجب رحمت عالم ہوتے ہیں اگرچہ جناب رسول اللہ ﷺ سب سے اعلیٰ ہیں۔"

(فتاویٰ رشیدیہ ج ۲، ص ۱۲)

...... تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ جس طرح آنحضرت ﷺ ایک خاص حیثیت سے

سارے عالم کے لیے باعث رحمت ہیں (اور بے شک اس حیثیت میں کوئی دوسرا آپ کا شریک نہیں) اسی طرح بعض دوسری حیثیات سے دوسرے انبیاء واولیاء واغواث واقطاب بھی عالم کے حق میں رحمت کا سبب ہیں ان کے باعث رحمت ہونے سے بھی ہرگز انکار نہیں کیا جاسکتا۔

اس میں شک نہیں کہ حضور ﷺ کے باعث رحمت اور دیگر مقدسین کے سبب رحمت ہونے میں وہی فرق ہے جو آفتاب اور دوسرے ستاروں کی نورانیت میں ہے بلکہ اس سے بھی کہیں زیادہ اور اس کی مثال بالکل ایسی ہے کہ ہمارے سرکار بھی نبی ورسول ہیں اور دوسرے انبیا علیہم السلام بھی بلاشبہ نبی ورسول ہیں لیکن باوجود اس اشتراک کے دونوں نبوتوں میں جو فرق ہے وہ ہر مسلمان سمجھ سکتا ہے اسی کی دوسری مثال یہ ہے کہ قرآن عزیز نے اللہ تبارک وتعالیٰ پر بھی رحیم کے لفظ کا اطلاق کیا ہے اور حضور سرور عالم ﷺ کی ذات مقدسہ پر بھی لیکن ظاہر ہے کہ دونوں رحمتوں میں کس درجہ فرق ہے جو ہماری عقل سے بھی بالاتر ہے۔

اب ہمارے ذمہ صرف اس کا ثبوت باقی رہ جاتا ہے کہ حضور سرور عالم ﷺ کے علاوہ دوسرے مقدسین بھی عالم کے حق میں رحمت کا سبب ہوتے ہیں لیجیے اس کا ثبوت ہم آپ کے اور سارے رضا خانیوں کے قبلہ وکعبہ مولوی احمد رضا خان صاحب بریلوی کے کلام سے پیش کرتے ہیں تاکہ کسی رضا خانی کو لب کشائی کی گنجائش ہی نہ رہے۔ ع

مدعی لاکھ پہ بھاری ہے گواہی تیری

خان صاحب موصوف کے ملفوظات حصہ اوّل ص ۱۱۶ پر ہے۔

(کسی نے) عرض (کیا) غوث ہر زمانہ میں ہوتا ہے (اعلیٰ حضرت نے) ارشاد (فرمایا) بغیر غوث کے زمین وآسمان قائم نہیں رہ سکتے۔

کہیے جس کے سبب سے زمین وآسمان قائم ہوں کیا اُس کے رحمت عالم ہونے میں کچھ شبہ ہوسکتا ہے؟ سردست ہم اس بحث میں اسی قدر پر اکتفا کرتے ہیں اگر رضا خانیت کے کسی ذمہ دار رکن نے ہماری اس تحریر پر قلم اُٹھایا تو پھر ان شاء اللہ صرف اعلیٰ حضرت ہی کے کلام سے اس پر وہ روشنی ڈالیں گے کہ مریدین ومتبعین کی آنکھیں بھی خیرہ رہ جائیں۔

☆☆☆

قال: (۱۰) وہابیہ دیوبندیہ منکر خاتمیت بمعنی آخریت حضور ﷺ کے ہیں الخ۔

اقول: حضرات علماء دیوبند کی طرف اس خبیث عقیدہ (یعنی انکار ختم نبوت) کی نسبت کرنا دن کو رات اور سفید کو سیاہ کہنے سے بھی زیادہ تعجب خیز ہے میں دعوے سے کہہ سکتا ہوں کہ اس آخری دور میں مسئلہ ختم نبوت کی جو خدمت فرزندان دارالعلوم دیوبند نے کی ہے اس کی نظیر گذشتہ تیرہ صدیوں میں بھی ملنی دشوار ہے اس مسئلہ پر صرف مولانا مولوی محمد شفیع [1] صاحب مدرس دارالعلوم دیوبند کے چار رسالے ہیں۔

① ہدیۃ المھدیین فی آیۃ خاتم النبیین۔

② ختم النبوۃ فی القرآن۔

③ ختم النبوۃ فی الحدیث۔

④ ختم النبوۃ فی الآثار۔ ختم النبوۃ فی القرآن میں تقریباً ایک سو آیات قرآنیہ سے آنحضرت ﷺ کا خاتم النبیین ہونا ثابت کیا گیا ہے۔ ختم النبوۃ فی الحدیث میں تقریباً دو سو احادیث شریفہ سے ختم نبوت کا ثبوت دیا گیا ہے ختم النبوۃ فی الآثار میں اسلاف کے بے شمار اقوال سے آنحضرت ﷺ کی خاتمیت ثابت کرنے کے بعد بتلایا گیا ہے کہ جو شخص آنحضرت ﷺ کو خاتم الانبیاء بمعنی آخر الانبیاء نہ مانے وہ تمام اُمت کے نزدیک کافر و مرتد ہے پھر ان کے علاوہ دیگر حضرات علماء دیوبند کے جو رسائل ومضامین قادیانیوں کے رد میں وقتاً فوقتاً اسی مسئلہ ختم نبوت کے متعلق شائع ہوتے رہے ہیں وہ اس کے علاوہ ہیں ہم اُن کی تفصیل کر کے اپنی اسی تحریر کو طول دینا نہیں چاہتے نیز بحمد اللہ بہت سے ایسے مقامات بتلائے جاسکتے ہیں جہاں فرزندان دارالعلوم نے مرزائیوں سے اسی مسئلہ ختم نبوت پر مناظرے اور مباحثے کیے اور نصرت الٰہی نے فتح عطا فرمائی جہاں بے چارے رضا خانیوں کا مناظرہ کے نام سے دم نکلتا تھا۔ ان واقعات کے پیش نظر ہوتے ہوئے بھی اگر کوئی باحیا حضرات علماء دیوبند کو منکر ختم نبوت بتلائے تو اس کا جواب ہمارے پاس بجز اس کے اور کچھ نہیں ع

بے حیا باش وہرچہ خواہی کن

پھر بالخصوص ''تحذیر الناس'' (مصنفہ قاسم العلوم والخیرات حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) کی طرف اس مضمون کی نسبت کرنا بالکل ایسا ہی ہے جیسے کہ ہمارے زمانہ کے

---

[1] حال مہتمم دارالعلوم کراچی۔

بعض حیادار سماجی دوست کہا کرتے ہیں کہ "قرآن عزیز معاذ اللہ العظیم شرک کی تعلیم دیتا ہے۔"

بندہ نواز "تحذیر الناس" کا تو موضوع بحث ہی اثبات ختم نبوت ہے اُس میں تو اول سے آخر تک اسی ختم نبوت کو ثابت کیا گیا ہے اور تمام اُن شبہات کا ازالہ کر کے جو اس مسئلہ پر وارد کیے جاتے ہیں یا وارد کیے جا سکتے ہیں اس مسئلہ کو بالکل بے غبار کر دیا گیا ہے صرف یہی نہیں بلکہ دلائل قطعیہ سے اس کا ثبوت دے کر یہ بھی بتلایا ہے کہ جو شخص ختم نبوت زمانی کا منکر ہو وہ کافر اور مرتد ہے چنانچہ "تحذیر الناس" ص ۱۰ پر حضرت مولانا قدس سرہ العزیز تحریر فرماتے ہیں۔

"سو اگر اطلاق اور عموم ہے تب تو ثبوت خاتمیت زمانی ظاہر ہے ورنہ تسلیم لزوم خاتمیت زمانی بدلالت التزامی ضرور ثابت ہے ادھر تصریحات نبوی مثل انت منی بمنزلة هارون من موسیٰ الا انه لا نبی بعدی او کما قال جو بظاہر بطرز مذکور اسی لفظ خاتم النبیین سے ماخوذ ہے۔ اس باب میں کافی ہے کیونکہ یہ مضمون درجہ تواتر کو پہنچ گیا ہے پھر اس پر اجماع بھی منعقد ہو گیا گو الفاظ مذکور بسند متواتر منقول نہ ہوں سو یہ عدم تواتر الفاظ باوجود تواتر معنوی ایسا ہی ہوگا۔ جیسا تواتر اعداد رکعات فرائض و وتر وغیرہ باوجود یہ کہ الفاظ احادیث مشعر تعداد رکعات متواتر نہیں جیسا ان کا منکر کافر ہے اُس کا منکر بھی کافر ہوگا۔ انتہی بقدر الحاجۃ۔"

اس عبارت میں حضرت مولانا نے آنحضرت ﷺ کے خاتم النبیین ہونے کی چار دلیلیں پیش کی ہیں۔

ایک یہ کہ قرآن عزیز میں جو لفظ خاتم النبیین حضور انور ﷺ کی شان میں وارد ہے اس سے ختم نبوۃ زمانی اور مرتبی دونوں مراد لی جائیں۔ پس اس صورت میں آنحضرت ﷺ کا خاتم الانبیاء ہونا قرآن عزیز سے بدلالت مطابقی ثابت ہوگا۔

دوسری یہ کہ لفظ خاتم النبیین سے صرف خاتمیت مرتبی مراد ہو لیکن چونکہ اس کے لیے خاتمیت زمانی عقلاً لازم ہے اس لیے اس لفظ خاتم النبیین کی دلالت اُس پر بطور التزام ہوگی۔

تیسری دلیل یہ پیش فرمائی کہ احادیث متواترۃ المعنی سے آپ کا آخر الانبیاء ہونا ثابت ہے۔

چوتھی یہ کہ امت محمدیہ کا اس پر اجماع منعقد ہو گیا ہے کہ آنحضرت ﷺ سب سے آخری نبی ہیں۔

ختم نبوت زمانی کی ان چار (۴) زبردست دلیلوں سے فارغ ہو کر حضرت مولانا نے یہ

بھی تحریر فرما دیا کہ:

"جو بدبخت ختم نبوت زمانی کا انکار کرے یعنی آنحضرت ﷺ کو سب سے آخری نبی نہ مانے وہ کافر ہے۔"

ناظرین! خدارا انصاف! جو اللہ کا بندہ ایسے زبردست دلائل سے ختم نبوت کو ثابت کرے اُس کے منکر کو کافر قرار دے اُس کی طرف انکار ختم نبوت کی نسبت کرنا کیا کسی رافضی کے اس قول کے مرادف نہیں کہ اہلسنت کے مذہب میں صدیق اکبر و فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما پر تبرا کہنا اور ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر ناپاک تہمت رکھنا بڑے ثواب کی بات ہے: معاذ اللہ منہ۔

پھر یہ مضمون تحذیر الناس میں صرف ایک دو جگہ نہیں بلکہ اس کا ورق ورق، صفحہ صفحہ اس قسم کے شیریں مضامین سے رنگین ہے البتہ دیکھنے کے لیے چشم انصاف چاہیے۔ تکفیر کے شوق نے جس کی آنکھوں کو اندھا کر دیا ہو اُس کو بجز کفریہ مضامین کے اور کیا نظر آئے گا ؎

ہنر بچشم عداوت بزرگ تر عیب است

اس کے بعد ہم مناسب سمجھتے ہیں کہ حضرت مولانا مرحوم کی دوسری تصانیف سے بھی اس قسم کی کچھ عبارت نقل کر دیں تا کہ مسئلہ ختم نبوت کے متعلق حضرت مولانا کا مسلک واضح تر ہو جائے۔ حضرت مرحوم کی مشہور کتاب مناظرہ عجیبہ کے ص ۳۹ پر ہے۔

"خاتمیت زمانی اپنا دین و ایمان ہے ناحق کی تہمت کا البتہ کچھ علاج نہیں سو اگر ایسی باتیں جائز ہوں تو ہمارے منہ میں بھی زبان ہے۔"

پھر اسی مناظرہ عجیبہ کے ص ۵۰ پر فرماتے ہیں۔

"خاتمیت زمانی سے مجھے انکار نہیں بلکہ یوں کہیے کہ منکروں کے لیے گنجائش انکار نہ چھوڑی افضلیت کا اقرار ہے بلکہ اقرار کرنے والوں کے پاؤں جما دیے اور نبیوں کی نبوت پر ایمان ہے پر رسول اللہ ﷺ کی برابر کسی کو نہیں سمجھتا۔"

پھر اسی مناظرہ عجیبہ کے ص ۱۰۳ پر ارقام فرماتے ہیں:

"امتناع بالغیر میں کسے کلام ہے اپنا دین و ایمان ہے بعد رسول اللہ ﷺ کسی اور نبی کے ہونے کا احتمال نہیں جو اس میں تامل کرے اس کو کافر سمجھتا ہوں۔"

قبلہ نما میں (جو حضرت مولانا مرحوم کی آخری تصنیف ہے) اس مضمون کو صرف عقلی دلائل سے ثابت کیا ہے، جس کے مطالعہ کے بعد کسی غیر مسلم کو بھی مجال انکار باقی نہیں رہتی لیکن ہمارے رضا خانی دوستوں کے یہاں اُلٹی ہی گنگا بہتی ہے ان کی اصطلاح میں محبت ہی کا نام عداوت ہے۔ عارف جامی نے کیا خوب کہا ہے۔

چنیں کردند وخلقے درتماشا   ہمیں گفتند حاشا ثم حاشا
کزیں روئے نکو بدکاری آید   وزیں دلدار دل آزاری آید

اس کے بعد ہم انتہائی انحصار کے ساتھ "تحذیر الناس" کے اُن فقروں کا بھی صحیح مطلب لکھتے ہیں جن کو نقل کر کے مولف رسالہ نے ناظرین کو فریب دینا چاہا ہے۔ بنظر انصاف ملاحظہ فرمایا جائے۔

ص ۳ کے فقرے میں حضرت مولانا مرحوم نے ختم نبوت زمانی کو عوام کا خیال نہیں بتلایا بلکہ آنحضرت ﷺ کی خاتمیت کو صرف خاتمیت زمانی ہی میں حصر کرنے کو عوام کا خیال بتلایا ہے مولانا مرحوم کی مراد یہ ہے کہ قرآن عزیز کے لفظ خاتم النبیین سے آنحضرت ﷺ کے لیے جو خاتمیت ثابت ہوتی ہے اُس کو صرف زمانی ہی میں محصور نہ کیا جائے بلکہ بطور اشتراک یا عموم مجاز خاتمیت زمانی کے ساتھ خاتمیت مرتبی بھی اس کے مدلول میں داخل ہے۔

خاتمیت زمانی تو کسی توضیح کی محتاج نہیں البتہ خاتمیت مرتبی ضرور تشریح طلب ہے سو اس کا مطلب یہ سمجھنا کہ آنحضرت ﷺ وصف نبوت کے ساتھ بالذات متصف ہیں اور دوسرے انبیاء علیہم السلام بالعرض اور آپ کے واسطے سے یعنی حضور سرور عالم ﷺ کو بغیر کسی واسطے کے کمالات نبوت عطا فرمائے گئے اور دوسرے انبیاء علیہم السلام کو حضور سراپا نور کے واسطے سے۔
جس طرح اللہ تعالیٰ نے آفتاب کو بالذات روشن بنایا یعنی وہ اپنی روشنی میں کسی دوسری روشن چیز کا محتاج نہیں اور اس کی روشنی کسی دوسری روشنی سے مستفاد نہیں اسی طرح اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کو بالذات نبی بنایا اور آپ اپنی نبوت میں کسی دوسرے نبی کے محتاج نہیں اور جس طرح کہ چاند اور ستاروں کو بالعرض یعنی آفتاب کے ذریعہ سے روشن کیا اور وہ اپنی روشنی میں آفتاب کی روشنی کے محتاج ہیں اور اُن کی روشنی اس کی روشنی کا عکس ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ نے دوسرے انبیاء علیہم السلام کو نبی بالعرض بنایا یعنی اُن کو کمالات نبوی حضور سرور عالم ﷺ کے

واسطے سے عطا فرمائے اور وہ اپنی نبوت میں آنحضرت ﷺ کے محتاج ہیں۔ اور ان کی نبوت آنحضرت ﷺ کی بارگاہِ نبوت سے مستفاد ہے۔

الغرض مولانا مرحوم کے نزدیک لفظ خاتم النبیین سے حضور سرور عالم ﷺ کے لیے دو قسم کی خاتمیت ثابت ہوتی ہے ایک زمانی دوسرے مرتبی (جس کا مطلب ابھی مذکور ہوا)۔

پھر اسی خاتمیت مرتبی کے متعلق ص ۱۴ پر فرماتے ہیں (یہ ایسی خاتمیت ہے کہ) "اگر بالفرض آپ کے زمانہ میں بھی کہیں اور کوئی نبی ہو جب بھی آپ کا خاتم ہونا بدستور باقی رہتا ہے۔"

پھر اسی خاتمیت مرتبی کے متعلق ص ۲۸ پر فرماتے ہیں کہ "بلکہ اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی ﷺ بھی کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا۔"

الغرض ص ۱۴ و ۲۸ کے دونوں فقرے صرف خاتمیت مرتبی کے متعلق ہیں نہ خاتمیت زمانی کے متعلق جیسا کہ ہر تھوڑی سی عقل رکھنے والا سمجھ سکتا ہے چونکہ عبارات تحذیر الناس کی توضیح میں نہایت مفصل اور مبسوط تحریریں اب سے پہلے لکھی جا چکی ہیں جو آج تک لاجواب ہیں اس لیے ہم انہی اشارات پر اکتفا کرتے ہیں۔

نوٹ: یہاں عبارات تحذیر الناس کی توضیح میں بالقصد اختصار سے کام لیا گیا ہے، جس کی وجہ بھی اوپر مذکور ہو چکی لہٰذا اگر کوئی صاحب بغرض جواب اس کتاب پر قلم اٹھانا چاہیں تو بہتر ہو کہ کم از کم روئداد مناظرہ ضلع نینی تال کی مکمل روئداد صاعقہ آسمانی حصہ اول کو ملاحظہ فرمالیں اس کے بعد جواب لکھنے کا قصد فرمائیں۔

قال: وہابیہ دیوبندیہ اپنے پیر یا استاد کو نبی و رسول یا ان کا ثانی اور بانی اسلام کہتے ہیں الخ

اقول: مسئلہ ختم نبوت و رسالت کے متعلق ہم اپنا مسلک نہایت وضاحت کے ساتھ پہلے عرض کر چکے ہیں جس کے بعد کسی مزید صفائی کی حاجت نہیں رہتی لیکن مزید اتمام حجت کے لیے پھر عرض کرتے ہیں کہ ہمارے نزدیک جو شخص بعد رسول اللہ ﷺ کسی دوسرے کو نبی مانے وہ بلاشبہ ملعون ہے واجب القتل ہے ملاحظہ ہو "الشہاب لرجم الخاطف المرتاب (مصنفہ خاتم المحدثین والمفسرین عارف باللہ حضرت مولانا مولوی محمد شبیر احمد صاحب عثمانی دیوبندی دامت فیوضہم و برکاتہم) الغرض دشمنان صدق و صداقت کا ہم پر اور ہمارے اکابر پر یہ محض بہتان باغوائے شیطان ہے وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون ۝

اِی ناخداترسو قیامت تو نہ آئے گی؟ حساب تو نہ ہوگا؟ ان بہتانوں طوفانوں پر بارگاہ قہار سے مطالبہ، جواب تو نہ ہوگا؟ ہاں ہاں جواب تیار رکھو اُس وقت کے لیے جبکہ ہماری طرف سے جھگڑتا آئے گا ہمارا ایمانی کلمہ "لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ جل ذکرہ و ﷺ (ان بہتانوں کے ثبوت میں حضرات علماء اہل سنت کی جو عبارات نقل کی گئی ہیں اُن کا جواب ذیل میں ملاحظہ ہو۔

قال: رسالہ الامداد ماہ صفر ۱۳۳۶ھ ص ۳۵ پر ایک مرید کا خواب اور بیداری کا واقعہ ان لفظوں میں لکھا ہے الخ۔

اقول: ناظرین چونکہ زمانہ حال کے رضاخانیوں کا یہ ایک مایۂ ناز اعتراض ہے، جس کو یہ دشمنان دین و دیانت ماہران کذب و خیانت طرح طرح کی رنگ آمیزیوں کے ساتھ آئے دن شائع کرتے رہتے ہیں لہٰذا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ آج اس کا جواب کسی قدر تفصیل سے دے کر ہمیشہ کے لیے اس بحث کا بھی خاتمہ کر دیا جائے۔ ومن اللہ التوفیق۔ لیکن تحریر جواب سے پہلے ہم ضرور سمجھتے ہیں کہ جس واقعہ پر اس بہتان کی بنیاد ہے اس کو بھی بجنسہٖ نقل کر دیں وھو ہذا۔

ایک صاحب جو نہ حضرت مولانا اشرف علی صاحب کے مرید ہیں نہ ملاقاتی بلکہ صرف حضرت مولانا دام مجدہم کے حالات حمیدہ سن کر اور تصنیفات مفیدہ دیکھ کر غائبانہ تعلق رکھتے ہیں حضرت مولانا کو اپنے ایک خط میں لکھتے ہیں۔

"اب وجہ اس کی عرض کرتا ہوں کہ بیعت ہونے کا خیال مجھ کو کیوں ہوا اور حضور کی طرف کیوں رجوع کیا بیعت کا شوق صرف مطالعہ کتب تصوف سے اور حضور کی جانب رجوع اس لیے کہ ہمارے نانا صاحبان مولانا مولوی محمد صاحب مرحوم۔ مولانا مولوی عبداللہ صاحب مرحوم و مولانا مولوی عبدالعزیز صاحب مرحوم لودیانہ والوں سے حضور کے اعتقادات ملتے جلتے ہیں (اس سے یہ غرض نہیں کہ ہمارے نانا یا اور کوئی اپنے دادا وغیرہ علماء کے اعتقادات گو خراب ہی ہوں اُن کو بلاوجہ ترجیح دی جائے۔ اصل غرض یہ ہے کہ حضور کے اور بندے کے اعتقادات بالکل ایک ہیں اور اگر مولوی صاحبان لودھیانوی اور حضور کے درمیان کسی فروعات میں اختلاف بھی ہو اس میں بھی جناب کی طرف رجوع کرتا ہوں۔

(۲) اور حضور کی تصنیف کردہ چند کتابیں زیر مطالعہ رہی ہیں جن میں سے بہشتی زیور تو حرز

جان ہے اور شرح مثنوی مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ کے علاوہ اور بھی چند تصانیف نظر سے گذریں۔

(۳) ایک دفعہ رام پور ریاست میں جانے کا اتفاق ہوا تو وہاں ایک مسجد میں ایک مولوی صاحب جو طالب علم تھے اُن کے پاس ٹھہرنے کا اتفاق ہو گیا اور یہ بھی معلوم ہوا کہ وہ مولوی صاحب حضور سے بیعت ہیں اس لیے اُن سے اور محبت ہو گئی تو اثنائے گفتگو میں معلوم ہوا کہ اُن کے پاس تھانہ بھون سے دو رسالے "الامداد" اور "حسن العزیز" بھی ماہواری آتے ہیں بندہ نے اُن کے دیکھنے کے واسطے درخواست کی تو ان مولوی صاحب طالب علم نے چند رسالے مجھ کو دیکھنے کے واسطے دیے۔

الحمدللہ جو لطف اُن سے اُٹھایا بیان سے باہر ہے۔ ایک روز کا ذکر ہے کہ "حسن العزیز" دیکھ رہا تھا اور دوپہر کا وقت تھا کہ نیند نے غلبہ کیا اور سو جانے کا ارادہ کیا "حسن العزیز" کو ایک طرف رکھ دیا۔ لیکن جب بندے نے دوسری طرف کروٹ بدلی تو دل میں خیال آیا کہ کتاب کو پشت ہو گئی اس لیے رسالہ "حسن العزیز" کو اٹھا کر اپنے سر کی جانب رکھ لیا اور سو گیا کچھ عرصہ کے بعد خواب دیکھتا ہوں کہ کلمہ شریف لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھتا ہوں۔ لیکن محمد رسول اللہ کی جگہ حضور کا نام لیتا ہوں۔ اتنے میں دل کے اندر خیال پیدا ہوا کہ تجھ سے غلطی ہوئی کلمہ شریف کے پڑھنے میں اس کو صحیح پڑھنا چاہیے۔ اس خیال سے دوبارہ کلمہ شریف پڑھتا ہوں دل پر تو یہ ہے کہ صحیح پڑھا جاوے لیکن زبان سے بے ساختہ بجائے رسول اللہ ﷺ کے نام کے اشرف علی نکل جاتا ہے حالانکہ مجھ کو اس بات کا علم ہے کہ اس طرح درست نہیں لیکن بے اختیار زبان سے یہی کلمہ نکلتا ہے دو تین بار جب یہی صورت ہوئی تو حضور کو اپنے سامنے دیکھتا ہوں اور بھی چند شخص حضور کے پاس تھے لیکن اتنے میں میری یہ حالت ہو گئی کہ میں کھڑا کھڑا بوجہ اس کے کہ رقت طاری ہو گئی زمین پر گر گیا اور نہایت زور کے ساتھ ایک چیخ ماری اور مجھ کو معلوم ہوتا تھا کہ میرے اندر کوئی طاقت باقی نہیں رہی اتنے میں بندہ خواب سے بیدار ہو گیا لیکن بدن میں بدستور بے حسی تھی اور وہ اثر ناطاقتی بدستور تھا۔ لیکن حالت خواب اور بیداری میں حضور کا ہی خیال تھا۔ لیکن حالت بیداری میں کلمہ

شریف کی غلطی پر جب خیال آیا تو اس بات کا ارادہ ہوا کہ اس خیال کو دل سے دور کیا جاوے اس واسطے کہ پھر کوئی ایسی غلطی نہ ہو جاوے بایں خیال بندہ بیٹھ گیا اور پھر دوسری کروٹ لیٹ کر کلمہ شریف کی غلطی کے تدارک میں رسول اللہ ﷺ پر درود شریف پڑھتا ہوں لیکن پھر بھی یہ کہتا ہوں اللّٰھم صلِّ علی سیدنا ونبینا ومولانا اشرف علی حالانکہ اب بیدار ہوں خواب نہیں لیکن بے اختیار ہوں مجبور ہوں زبان اپنے قابو میں نہیں اُس روز ایسا ہی کچھ خیال رہا تو دوسرے روز بیداری میں رقت رہی خوب رویا اور بھی بہت سی وجوہات ہیں جو حضور کے ساتھ باعث محبت ہیں کہاں تک عرض کروں۔'' انتھی بلفظ الامداد مجریہ ماہ صفر ۱۳۳۶ھ ص ۳۵

اس خط کا جو کچھ جواب حضرت مولانا نے ارسال فرمایا تھا اس کے نقل کرنے سے پہلے ہم ناظرین کو واقعہ مذکورہ بالا کے چند ضروری اور قابل لحاظ اجزا کی طرف توجہ دلانا چاہتے ہیں۔

① حالت خواب میں صاحب واقعہ کلمہ طیبہ کو بغیر کسی ترمیم اور تغیر کے پڑھنا چاہتا ہے لیکن اضطراری طور پر حضور سرور عالم ﷺ کے اسم گرامی کی بجائے دوسرا نام زبان سے نکلتا ہے۔ یہاں قابل لحاظ یہ امر ہے کہ خواب میں بھی وہ بالقصد باختیار خود اس کلمہ کو نہیں پڑھتا بلکہ بے اختیار زبان سے اس طرح نکل جاتا ہے۔ عبارت زیر خط نمبر ۱ سے یہ امر ظاہر ہے۔

② بایں ہمہ حالت خواب ہی میں اس کا بھی احساس ہو گیا کہ یہ مجھ سے سخت غلطی ہو گئی اس کی تصحیح ضروری ہے یہ عبارت زیر خط ۲ کا مفاد ہے۔

③ وہ شخص اس سخت غلطی کی تلافی کے لیے خواب ہی میں کلمہ طیبہ ''لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ'' صحیح طور پر پڑھنا چاہتا ہے۔ یہ بات عبارت زیر خط نمبر ۳ سے معلوم ہوتی ہے۔

④ اس شخص کو اس وقت بھی اس کا یقین ہے کہ یہ نادرست ہے لیکن اس کی زبان بے اختیار ہے۔ یہ عبارت زیر خط نمبر ۴ سے مفہوم ہوتا ہے۔

⑤ صاحب واقعہ نے بیدار ہونے کے بعد بھی اس کو ایک غلطی ہی سمجھا اور اس خیال کے دل سے دور کرنے کی کوشش کی۔ یہ عبارت زیر خط نمبر ۵ کا مفاد ہے۔

⑥ اس نے بیدار ہونے کے بعد خواب کی اس غلطی کی تلافی کے لیے آنحضرت ﷺ پر درود

شریف بھیجنی چاہی۔ یہ بات عبارت زیر خط نمبر ۶ سے ظاہر ہے۔

ان چھ (۶) نمبروں سے ہمارے ناظرین نے سمجھ لیا ہوگا کہ صاحب واقعہ کے عقیدہ میں حالت بیداری کجا خواب میں بھی کبھی ایک لمحہ کے لیے تذبذب نہیں آیا وہ دونوں حالتوں میں اس کو ایک غلطی اور وسوسہ ہی سمجھتا رہا یہ اس کے راسخ الایمان ہونے کی نہایت روشن دلیل ہے لیکن چشم بینا چاہیے۔

⑦ خواب اور بیداری کی ان دونوں کیفیتوں کے گذر جانے کے بعد اس کا بیان ہے کہ میں بیداری کی حالت میں بھی بے اختیار تھا، مجبور تھا، زبان قابو میں نہ تھی۔ یہ عبارت زیر خط نمبر ۷ کا مفاد ہے۔

⑧ اس کا بیان ہے کہ میں دوسرے روز بیداری میں اس موحش واقعہ پر بہت رویا۔ یہ عبارت زیر خط نمبر ۸ سے ظاہر ہے۔

اب ہم موافق عدد ابواب جنت انہی ۸ نمبروں پر اکتفا کرتے ہیں اور اصل مقصد کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔

ناظرین! خدارا انصاف جس کے عقیدہ میں اس قدر پختگی ہو اُس کے سر انکار ختم نبوت کا بے بنیاد الزام تھوپ کر اُس کی تکفیر کرنا کہاں تک روا ہو سکتا ہے۔

نیز جبکہ وہ بیچارہ اس کلمہ کو کلمہ کفر ہی سمجھ رہا ہے۔ بار بار حالت خواب و بیداری میں اس کی تلافی کی کوشش کرتا ہے (لیکن حسب بیان خود بے اختیار ہے مجبور ہے) پھر اس کیفیت کے گذر جانے کے بعد اُس پر روتا بھی ہے تو پھر اُس کے فعل پر کسی قسم کی تنبیہ اور سرزنش کی بھی حاجت نہیں کیونکہ اس کی اُس وقت ضرورت ہوتی جبکہ اُس کے عقیدہ میں کسی قسم کا تذبذب ہوتا۔

اب اگر ضرورت ہے تو صرف اس کی کہ پیش بندی کے طور پر اپنی ذات سے نبوت و رسالت کی نفی کر دی جائے تا کہ یہ خیال آئندہ کسی وقت گمراہی کا باعث نہ ہو اور اُس کے اس وحشت انگیز خواب کی صحیح تعبیر بتلا کر اُس کی پریشانی کو بھی دور کر دیا جائے۔ جس طرح کہ جب حضرت ام الفضل رضی اللہ عنہا نے آنحضرت ﷺ سے عرض کیا کہ حضرت آج رات میں نے ایک بہت بُرا خواب دیکھا ہے اور وہ یہ کہ گویا حضور کے جسد اطہر کا ایک ٹکڑا کاٹ کر میری گود میں رکھ دیا گیا ہے تو حضور سرور عالم ﷺ نے یہ فرما کر اُن کی وحشت اور پریشانی کو دور فرما دیا

کہ "رَأَیْتِ خَیْرًا" (اے ام الفضل نہ گھبراؤ) یہ تم نے بہت اچھا خواب دیکھا ہے اس کی تعبیر یہ ہے کہ میری لخت جگر فاطمہ زہرا کے بچہ پیدا ہوگا۔ جس کو تم کھلاؤ گی (مشکوۃ)

الحمد للہ کہ حضرت مولانا اشرف علی صاحب دامت فیوضہم نے بھی اس سنت نبوی پر عمل کرتے ہوئے اس کے جواب میں یہ تحریر فرمایا کہ:

"اس واقعہ میں تسلی تھی کہ جس کی طرف تم رجوع کرتے ہو وہ بعونہ تعالیٰ متبع سنت ہے۔"

اُن صاحب واقعہ کی پریشانی کو بھی دور کر دیا اور لفظ "متبع سنت" لکھ کر یہ بھی بتلا دیا کہ مجھ کو حضور سرور عالم فخر بنی آدم ﷺ سے صرف صرف غلامی کی نسبت ہے یہاں نبوت ورسالت کا احتمال بھی نہیں۔

الحمد للہ کہ ہمارے مخالفین کی تمام ہرزہ بافیوں کا جواب انہی چند سطروں میں ہوگیا لیکن چونکہ آج ہم کو اس بحث کا خاتمہ ہی کرنا ہے لہٰذا ہم اس کے ہر پہلو پر کافی روشنی ڈالنا چاہتے ہیں۔

ناظرین! اس واقعہ کے متعلق ہمارے مخالفین نے اس وقت تک جو کچھ زہر اگلا ہے اس سب کا حاصل صرف تین اعتراض ہیں۔

① معاذ اللہ حضرت مولانا اشرف علی صاحب نے نبوت کا دعویٰ کیا۔

② صاحب واقعہ کو کوئی سرزنش، کسی قسم کی تنبیہ نہیں کی حالانکہ وہ اس کا مستحق تھا اور اُس کو توبہ واستغفار وتجدید ایمان ونکاح کا حکم دینا چاہیے تھا۔ کیونکہ وہ کلمۂ کفر کے تلفظ کی وجہ سے کافر ہو چکا تھا پس چونکہ مولانا اُس شخص کے اس کفر پر راضی رہے اور کسی قسم کا انکار نہیں کیا لہٰذا خود بھی کافر ہو گئے کیونکہ رضا بالکفر کفر ہے۔

③ ایسے شیطانی وسوسہ کو حالت محمودہ کیوں سمجھا گیا اور اُس کی یہ تعبیر کیوں دی گئی۔

ان میں سے پہلے اعتراض کا افتراء محض اور کذب خالص ہونا تو اس قدر ظاہر ہے کہ کسی توضیح کا بھی محتاج نہیں پھر حضرت مولانا کی تحریر میں "متبع سنت" کا لفظ بھی اس کی پوری بیخ کنی کر رہا ہے۔

نیز نظر انصاف غور فرمایا جائے کہ اگر بفرض یہی واقعہ غلام احمد قادیانی علیہ ما علیہ یا کسی دوسرے مدعی نبوت کے سامنے پیش آتا تو کیا وہ بھی لکھتا جو حضرت مولانا نے تحریر فرمایا۔ مالک

عرش کی قسم وہ ہرگز نہ لکھتا بلکہ اس کو اپنے دعوے نبوت کی ایک روشن ترین دلیل قرار دیتا۔ اور ہزارہا کی تعداد میں اس مضمون کے اشتہارات شائع کرتا کہ "جو لوگ میری نبوت ورسالت کے منکر ہیں خدا ان سے بہ جبر گردن پکڑ کے میری رسالت کا اقرار کراتا ہے، اور میرا کلمہ پڑھواتا ہے"

اب اس کے مقابلہ میں حضرت مولانا کا جواب بھی ملاحظہ ہو۔ فرماتے ہیں۔

"اس واقعہ میں تسلی تھی کہ جس کی طرف تم رجوع کرتے ہو وہ بعونہ تعالیٰ "متبع سنت" ہے۔

یعنی حضور سرور عالم ﷺ (کا ایک فرمانبردار غلام ہے)

ناظرین! خدارا انصاف؟ کیا اس میں کوئی لفظ بھی ایسا ہے، جس سے دعوے نبوت کی بو بھی آتی ہو۔ کیا سرکار دو عالم کی غلامی کا اقرار بھی کوئی سنگین جرم ہے۔

میرے دل کو دیکھ کر میری وفا کو دیکھ کر
بندہ پرور منصفی کرنا خدا کو دیکھ کر

دوسرے اعتراض کا جواب ہم قدرے تفصیل سے دینا چاہتے ہیں۔ کیونکہ سنا گیا ہے کہ بعض بھولے بھالے مسلمان بھی اپنی سادہ لوحی کی وجہ سے اس میں اُلجھ جاتے ہیں۔ ملاحظہ ہو۔

یہ بات تو غالباً ہمارے مخالفین کو بھی مسلم ہوگی کہ حالت خواب میں جو کلمات کفریہ صاحب واقعہ کی زبان سے سرزد ہوئے اُن کی وجہ سے نہ اُس کو کافر کہا جا سکتا ہے نہ مرتد کیونکہ وہ شخص اس وقت حسب ارشاد نبوی مرفوع القلم تھا۔

قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم رفع القلم عن ثلثۃ عن النائم حتی یستیقظ وعن الصبی حتی یعقل وعن المعتوہ حتی یفیق او کما قال علیہ السلام۔ رواہُ الترمذی وابن ماجہ وابو داود وغیرھم وقال علیہ السلام لا تفریط فی النوم الحدیث رواہ غیر واحد من ائمۃ الحدیث۔

حضرت رسول خدا ﷺ فرماتے ہیں تین شخص مرفوع القلم ہیں ایک سونے والا جب تک کہ بیدار ہو اور ایک بچہ یہاں تک کہ بالغ ہو اور ایک بے ہوش یہاں تک کہ اُس کو افاقہ ہو جائے اور فرمایا رسول خدا ﷺ نے کہ نیند میں (جرم) جرم نہیں۔ اس کو بہت سے محدثین نے اپنی کتابوں میں روایت کیا ہے۔

اسی قسم کی احادیث سے حضرات فقہائے حنفیہ نے یہ اصول نکالا ہے کہ حالت خواب کی

بات کسی درجہ میں بھی قابل اعتبار نہیں۔ خواب کا نہ اسلام معتبر ہے نہ کفر، نہ نکاح نہ طلاق بلکہ وہ تصریح فرماتے ہیں کہ خواب کی بات پرندوں کے آواز سے کچھ زیادہ وقعت نہیں رکھتی، چنانچہ در مختار کے حاشیہ ردالمختار المعروف بہ شامی میں ہے۔

وفی التحریر وتبطل عباراته من الاسلام والرّدة والطلاق ولم توصف بخبر ولا انشاء وصدق وكذب كالحان الطيور۔

ومثله فی التلويح فهٰذا صريح فی ان كلام النائم لا يسمّٰی كلامًا لغةً ولا شرعًا بمنزلة المهمل؟

تحریرالاصول میں ہے کہ سونے والے کا کلام (مثلاً) اسلام لانا، یا مرتد ہوجانا، یا بیوی کو طلاق دینا یہ سب لغو اور بیکار ہے نہ اس کو خبر کہا جاسکتا ہے اور نہ انشا، اور نہ سچ نہ جھوٹ۔ مثل پرندوں کی آواز کے۔ اور اسی کے مثل تلویح میں ہے (علامہ شامی فرماتے ہیں) کہ اس عبارت سے صراحتہً معلوم ہوتا ہے کہ حالت خواب کے کلام کو نہ لغۃً کلام کہا جاسکتا ہے نہ شرعاً جس طرح مہمل (لفظ بے معنی)۔

ان احادیث شریفہ اور شامی کی اس عبارت سے صاف ظاہر ہے کہ اگر خواب میں انسان سے کلمات کفریہ سرزد ہوجائیں تو اُن کی وجہ سے ہرگز اُس کو کافر نہیں کہا جاسکتا لہٰذا حالت خواب میں صاحب واقعہ کی زبان سے جو کلمہ کفر سرزد ہوا وہ تو کسی طرح بھی موجب کفر وارتداد نہیں ہوسکتا، کفر وارتداد تو کیا معنی معمولی درجہ کی معصیت بھی نہیں کیونکہ وہ اس وقت غیر مکلّف ہے۔

اب صرف حالت بیداری کے واقعہ متعلق سوال رہ جاتا ہے اُس کے متعلق صاحب واقعہ کا بیان ہے کہ وہ خواب والی غلطی سے نادم وپشیمان ہوکر اُس کی تلافی کے لیے آنحضرت ﷺ پر درود شریف پڑھنا چاہتا ہے اور اسی قصد سے زبان کو حرکت دیتا ہے لیکن بے اختیار، زبان سے آنحضرت ﷺ کے نام مبارک کے بجائے دوسرا نام نکل جاتا ہے اُس کو اس وقت غلطی کا احساس ہے مگر کہتا ہے کہ زبان پر قابو نہ تھا بے اختیار تھا، مجبور تھا۔

یہاں دو امر تنقیح طلب ہیں۔

اوّل: یہ کہ اس شخص کا یہ دعوٰی "کہ میں اس وقت بے اختیار تھا۔ زبان میرے قابو میں نہ تھی جو

کلمات مجھ سے سرزد ہوئے وہ اضطراری طور پر سرزد ہوئے قابل تسلیم ہے یا نہیں۔

دوم: یہ کہ اگر اُس کو اس دعوٰی میں صادق مان لیا جائے تو اُس کا یہ بیان اُس کو کفر سے بچاسکتا ہے یا نہیں اور جس شخص سے حالت بیداری میں بلاقصد واختیار کلمات کفریہ سرزد ہو جاویں وہ شخص کافر ہے یا نہیں؟

امر اوّل کے متعلق یہ گذارش ہے کہ شخص مذکور کا یہ بیان کہ میں اُس وقت بے اختیار تھا مجبور تھا الخ یقیناً قابل تسلیم بلکہ واجب التسلیم ہے، قابل تسلیم تو اس لیے کہ یہ بات فی نفسہ محال نہیں ایسا ممکن بلکہ واقعہ ہے کہ بعض اوقات انسان کہنا کچھ چاہتا ہے اور بلا اختیار اس کی زبان سے کچھ نکل جاتا ہے۔ پھر نہ وہ اس وقت دیوانہ ہوتا ہے نہ نشہ میں اور نہ بظاہر کوئی اور ہی خاص عارض وہاں موجود ہوتا ہے۔

اس کی پہلی نظیر ملاحظہ ہو:

صحیح مسلم میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ خدائی تعالیٰ اپنے گنہگار بندہ کی توبہ پر اس سے بھی زیادہ خوش ہوتا ہے جیسے کہ کوئی مسافر کسی بے آب وگیاہ لق ودق میدان میں جارہا ہو اور وہاں اُس کی سواری کا اونٹ جس پر اُس کے کھانے پینے کا سامان بھی لدا ہوا ہو اُس سے گم ہوجائے اور وہ اِدھر اُدھر تلاش کر کے اس سے نااُمید ہوکر مرنے کے لیے کسی درخت کے سایہ میں آلیٹے پھر اسی حال میں اُس کی آنکھ بھی لگ جائے پھر تھوڑی دیر کے بعد اُس کی آنکھ کھلے تو وہ دیکھے کہ اس کا وہ اونٹ مع اپنے سازوسامان کے اُس کے پاس کھڑا ہوا ہے اور اُس کی زبان سے انتہائی خوشی میں یہ لفظ نکل جائیں اَللّٰھم انت عبدی وانا ربك اے پروردگار تو ہی میرا بندہ ہے اور میں تیرا رب ہوں (معاذ اللہ منہ) اتنا فرمانے کے بعد آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں اَخطاٗ مِنْ شدة الفرح یعنی زیادتی خوشی کی وجہ سے اس کی زبان بہک گئی اور اس سے خطاء یہ کلمات کفریہ سرزد ہوگئے حالانکہ وہ بیچارہ یہ کہنا چاہتا تھا کہ اے اللہ تو میرا پروردگار ہے اور میں تیرا بندہ ہوں اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بعض اوقات انسان کسی خاص حالت میں کچھ کہنا چاہتا ہے اور اس کے منہ سے کچھ نکلتا ہے۔ حالانکہ نہ وہ دیوانہ ہوتا ہے نہ اس کو غشی ہوتی ہے نہ وہ نشہ میں مست ہوتا ہے۔

اس کی دوسری نظیر جو اکثر اہل علم پر گذرتی ہے:

بسا اوقات دیکھا جاتا ہے کہ بعض وہ علماء جن کو تقریر کی عادت نہیں ہوتی اگر اُن کو کبھی پلیٹ فارم پر کھڑا کر دیا جائے تو مشاہدہ ہے کہ بے چارے کہنا کچھ چاہتے ہیں اور منہ سے کچھ نکلتا ہے بعض اوقات ان کو غلطی کا احساس بھی ہو جاتا ہے لیکن تصحیح کی قدرت نہیں ہوتی۔

اسی کی تیسری نظیر جو عام طبقہ پر بھی گذرتی ہے:

اکثر دیکھا گیا ہے کہ بعض وہ حضرات جن کو سرکاری عدالت سے کم واسطہ پڑتا ہے اور فطرۃً سادہ مزاج بھی ہوتے ہیں اگر کسی فوجداری کے مقدمہ میں گواہی کی نوبت آتی ہے تو وکیلوں کی جرح میں بے چارے کہنا کچھ چاہتے ہیں اور نکلتا کچھ ہے اُس وقت زبان کماحقہ قابو میں نہیں ہوتی۔

یہ ایسے کھلے واقعات ہیں جن کا انکار یقیناً مکابرہ پھر بالخصوص حالت مرض میں جبکہ قویٰ ضعیف ہوگئے ہوں اگرچہ بے ہوشی نہ ہو اور علیٰ ہذا سو کر اُٹھنے کے بعد تھوڑی دیر تک خاص کر جب کہ وحشت انگیز خواب کے اثر سے آنکھ کھل گئی ہو اکثر ایسا ہوتا ہے کہ انسان کہنا کچھ چاہتا ہے اور منہ سے کچھ نکلتا ہے۔ حواس ایک گونہ درست ہوتے ہیں لیکن زبان کچھ دیر تک بے قابو سی رہتی ہے۔ اس کا تجربہ اس طرح کیا جاسکتا ہے کہ جب کوئی شخص خواب میں ہذیان بک رہا ہو اور گھبراہٹ کے آثار اُس پر نمایاں ہوں تو ناگہانی طور پر اُس کو اٹھا دیا جائے اور فوراً اس سے کچھ سوال کیا جائے وہ بعض اوقات سوال کو صحیح سمجھ لے گا۔ لیکن جب جواب دے گا تو اس میں بے اختیاری طور پر کچھ باتیں ایسی بھی نکل جائیں گی جو سوال سے محض بے تعلق ہونگی بلکہ وہ اُن پریشان خیالات کا ثمرہ ہوں گی جو اس وقت اُس کے دماغ میں چکر لگا رہے تھے خاکسار نے خود اس کا تجربہ کیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب کوئی شخص کسی مجلس میں سلسلہ کلام سے متعلق کوئی خارجی بات کہتا ہے تو اہل مجلس کہا کرتے ہیں ”ارے میاں کیا سو کے اٹھے ہو۔“

الغرض یہ حقیقت ناقابل انکار ہے کہ بعض خاص حالات میں اور بالخصوص سو کر اُٹھنے کے بعد کچھ دیر تک بسا اوقات انسان کی یہ کیفیت رہتی ہے کہ وہ کہنا کچھ چاہتا ہے اور اُس کی زبان سے کچھ نکل جاتا ہے حالانکہ نہ وہ دیوانہ ہوتا ہے نہ بے ہوش اور نہ نشہ کی وجہ سے مدہوش۔

جب یہ بات ثابت ہو چکی تو معلوم ہوا کہ شخص مذکور کا یہ بیان کہ ”اُس وقت (یعنی اس پریشان کن خواب سے آنکھ کھلنے کے بعد) جو کلمات میری زبان سے سرزد ہوئے وہ بلا قصد واختیار تھے زبان میرے قابو میں نہ تھی“ یقیناً قابل تسلیم ہے۔

اور اُس کے اُن کلمات کو اسی پر محمول کیا جائے گا کہ وہ صرف اُس خواب کے اثر سے تھے جس میں وہ اس وقت مبتلا تھا یہی وجہ ہے کہ خواب اور بیداری کی دونوں غلطیوں کی نوعیت بھی ایک ہی ہے۔

یہاں تک ہم نے صرف یہ ثابت کیا ہے کہ اس شخص کا وہ بیان قابل تسلیم ہے۔ رہا اُس کے بیان کا واجب التسلیم ہونا سو اُس کی وجہ یہ ہے کہ اس صورت میں وہ شخص مسلمان رہتا ہے (جیسا کہ ہم ان شاء اللہ العزیز آئندہ ثابت کریں گے) اور یہ مسئلہ مسلمہ ہے جب کسی مسلمان کے کلام میں چند پہلو ہوں جن میں سے کچھ موجب کفر ہوں اور کچھ موجب اسلام تو مفتی پر واجب کہ اسی دوسرے پہلو کو اختیار کرے اور ہرگز تکفیر مسلم کے گناہ سے ملوث نہ ہو بجائے اس کے کہ کتب فقہ کی عبارات نقل کروں مناسب سمجھتا ہوں کہ خود فاضل بریلوی کے کلام سے استناد کروں۔

مدعی لاکھ پہ بھاری ہے گواہی تیری

خان صاحب موصوف تمہید ایمان ص ۳۶ پر رقمطراز ہیں:

”بحر الرائق وتنویر الابصار وحدیقہ ندیہ وتنبیہ الولاۃ وسل الحسام وغیرہا میں ہے والـذی تحرر انہ لا یفتی بکفر مسلم امکن حمل کلامہ علی محمل حسن الخ

یعنی فقہاء کے یہاں یہ محقق ہو چکا ہے کہ جس مسلمان کے کلام کو کسی اچھے محمل (معنی) پر محمول کیا جاسکے اس کے کفر کا فتویٰ نہیں دیا جاسکتا۔“

اور برکات الامداد ص ۲۸ پر فرماتے ہیں:

”علماء کرام فرماتے ہیں کہ کلمہ گو کے کلام میں اگر ۹۹ معنی کفر کے نکلیں اور ایک تاویل اسلام کی پیدا ہو واجب ہے کہ اُسی تاویل کو اختیار کریں اور اُسے مسلمان ہی ٹھہراویں کہ حدیث میں آیا ہے الاسلام یعلو ولا یعلیٰ اسلام غالب ہی رہتا ہے۔ مغلوب نہیں کیا جاتا۔

نیز تمہید ص ۴۳ پر فرماتے ہیں:

"ہمیں ہمارے نبی ﷺ نے اہل لا الہ الا اللہ کی تکفیر سے منع فرمایا ہے جب تک وجہ کفر آفتاب سے زیادہ روشن نہ ہو جائے اور حکم اسلام کے لیے اصلا (بالکل) کوئی ضعیف سے ضعیف محمل بھی باقی نہ رہے فان الاسلام یَعْلو ا وَلا یُعلیٰ۔"

خان صاحب بالقابہم کی ان ہر سہ عبارات سے معلوم ہو گیا کہ مفتی کا فرض ہے کہ جہاں تک ممکن ہو وہ مسلمان کے کلام میں اُسی پہلو کو اختیار کرے جو موجب کفر نہ ہو لہٰذا ثابت ہو گیا کہ صاحب واقعہ کا بیان کہ میں "بے اختیار تھا مجبور تھا" قابل تسلیم ہونے کے ساتھ ساتھ واجب التسلیم بھی ہے۔ ختم ہوئی پہلی تنقیح۔

امر دوم تنقیح طلب یہ تھا کہ اگر اس شخص کے اِس بیان کو صحیح مان لیا جائے تو کیا یہ بے اختیاری کا عذر اُس کو مرتد ہونے سے نجات دے دے گا۔

اس کا جواب دینے سے پہلے ہم یہ بتلا دینا ضروری سمجھتے ہیں کہ حالت بیداری میں صاحب واقعہ کی مجبوری اور بے اختیاری (جس کا وہ مدعی ہے) اصطلاحات فقہ کی رو سے کس قسم میں داخل ہے آیا اس کو اکراہ کہا جائے گا یا خطا یا کیا؟

ناظرین کرام! اُس کا بیان یہ ہے کہ میں خواب کی اس سنگین غلطی سے نادم و پشیمان ہو کر اُس کے مدارک کے لیے آنحضرت ﷺ پر درود شریف پڑھنا چاہتا تھا۔ لیکن حضور کے نام مبارک کے بجائے زبان سے دوسرا نام نکلا" صاحب واقعہ کے اس بیان سے ظاہر ہے کہ یہ کلمہ کفر اُس سے خطاء سرزد ہوا کیونکہ خطا کی تعریف فقہاء کرام یہی فرماتے ہیں کہ انسان کوئی کلمہ کہنا چاہتا ہو اور اُس کی زبان سے کوئی دوسرا کلمہ نکل جائے مثلاً کوئی شخص اللہ واحد کہنا چاہتا تھا اور اس کی زبان سے اللہ عاید نکلا تو فقہا کی اصطلاح میں اس کو خطا کہا جائے گا۔ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

الخاطی من یجری علیٰ لسانہ من غیر قصد کلمۃ مکان کلمۃ۔

یعنی خاطی اُس کو کہا جاتا ہے، جس کی زبان سے کوئی کلمہ بلا قصد کسی دوسرے کلمہ کی بجائے نکل جائے۔

نیز اسی فتاویٰ قاضی خان میں ہے:

الخاطی اذا اجری علیٰ لسانہ کلمۃ الکفر خطاءً بان کان یرید ان یتکلم

بما لیس بکفر فجریٰ علیٰ لسانہ کلمۃ الکفر خطاءً......۔

اور فتاویٰ بزازیہ میں ہے اما اذا اراد ان یتکلم بکلمۃ مباحۃٍ فجریٰ علیٰ لسانہ کلمۃ الکفر خطاءً بلا قصدٍ انتھی۔

فقہائے کرام کی ان عبارات و نیز مسلم شریف کی اس حدیث سے جو رسالہ ہذا کے ص ۴۵ پر نقل کی جا چکی ہے صاف ظاہر ہے کہ انسان کی زبان سے جو کلمہ بلا قصد نکل جائے اس کو خطا کہا جاتا ہے۔ پس معلوم ہوا کہ صاحب واقعہ کی زبان سے جو کلمات کفریہ سرزد ہوئے اُن کا صدور اُس سے خطاء ہوا اور فقہا کی اصطلاح میں اُس کو خطا کہا جائے گا۔ اب صرف یہ معلوم کرنا باقی رہے گا کہ جس شخص سے کلمات کفریہ خطا کے طور پر سرزد ہوں اُس کا کیا حکم ہے اس کا جواب پہلے قرآن عزیز سے سنیے قال اللہ تعالیٰ:

رَبَّنا لا تؤاخذنا ان نسینا او اخطأنا (سورۃ بقرۃ رکوع اخر)

اے پروردگار اگر ہم سے بھول چوک ہو جائے اور کچھ خطا سرزد ہو جائے تو ہم سے مواخذہ نہ فرمائیں۔

دوسرا جواب آنحضرت ﷺ کی حدیث شریف سے سنیے۔

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رفع عن امتی الخطأ والنسیان۔ (رواہ الدار قطنی والبیہقی وغیرھا)

میری امت سے خطا اور نسیان اٹھا لیے گئے ہیں (یعنی اُن پر کسی قسم کا مواخذہ نہ ہوگا۔

فقہ حنفی کا جواب سنیے شامی جس کے حق میں طراز مذہب ابی حنیفہ کہا گیا ہے اس میں ہے۔

وَمَن تکلم بھا مخطئاً او مکرھا لا یکفر عندالکل۔

(شامی جلد خامس ص ۲۸۵)

جس سے کلمہ کفر خطاء سرزد ہو گیا یا کسی نے زبردستی اس سے کہلوا لیا تو اُسکی تکفیر کسی کے نزدیک بھی نہیں کی جائے گی۔

اصول امام فخر الاسلام کی شرح کشف الاسرار میں ہے:

بالتکلم بکلمۃ الکفر فی حالہ السکر لا یحکم بالردۃ لا یحکم بھا فی

حالة الخطا والجنون۔

نشہ کی حالت میں کلمہ کفر نکل جانے کی وجہ سے مرتد ہو جانے کا حکم نہیں دیا جائے گا جس طرح کہ خطا اور جنون کی حالت میں ارتداد کا حکم نہیں دیا جاتا۔

اور فتاویٰ عالمگیریہ میں بحوالہ فتاویٰ قاضی خان نقل کیا ہے۔

الخاطی اذا جریٰ علی لسانه کلمة الکفر خطاءً بان کان یرید اَن یتکلم بما لیس بکفرٍ فجری علیٰ لِسَانه کلمة الکفر خطأً لم یکن ذالكَ کفرٌ عندَ الکل۔

جبکہ خطا کے طور پر کلمہ کفر زبان سے نکل جائے اس طرح کہ کہنا ایسی بات چاہتا تھا جو کفر نہیں تھی اور نکل گیا کلمہ کفر خطا کے طور پر تو یہ اتفاقاً موجب کفر نہیں۔

قرآن عزیز کی اس آیت کریمہ اور آنحضرت ﷺ کے اس ارشاد اور فقہائے کرام کے ان نصوص سے روز روشن کی طرح واضح ہو گیا کہ اگر کسی کی زبان سے بلا قصد و اختیار کلمات کفریہ سرزد ہو جاویں (جس طرح کہ واقع زیر بحث میں ہوئے) تو یہ ہرگز موجب کفر و ارتداد نہیں۔

اسی مدعا کی دوسری تقریر اس طرح بھی کی جا سکتی ہے کہ ارتداد کے لیے قصد و ارادہ لازمی ہے چنانچہ درمختار باب المرتد میں ہے:

ورکنها اجراء کلمة الکفر علی اللسان

یعنی ارتداد کا رکن رکین کلمہ کفر کا زبان سے نکالنا ہے۔

یہ نہیں فرمایا کہ ارتداد کا رکن کلمہ کفر کا زبان سے نکلنا ہے بلکہ کلمہ کفر کے زبان سے نکالنے کو کفر قرار دیا اس سے صاف ظاہر ہے کہ ارتداد کے لیے قصد و ارادہ لازمی ہے۔ نیز اسی درمختار میں ہے۔

ولا ردّة بلسانه وقلبه مطمئن بالایمان (درمختار ص ۱۳۳)

جبکہ دل میں تذبذب نہ ہو تو صرف زبان کی وجہ سے ارتداد متحقق نہ ہوگا۔ (درمختار ص ۱۳۳)

اور اصول بزدوی کی شرح کشف الاسرار میں ہے:

ان الرّدة تنبئ عن القصد

ردّت کا لفظ ہی قصد و ارادہ کو بتلا رہا ہے۔

اور علامہ ابن الھمامؒ فتح القدیر شرح ہدایہ میں ارقام فرماتے ہیں:

الرّدة تنبئ عن تبدّل الاعتقاد (ص ۴۰۷، ج ۴)

ردّت کا لفظ ہی اعتقاد کی تبدیلی کو بتلا رہا ہے۔

نیز اسی فتح القدیر کی جلد ۳، ص ۴۱ پر ہے:

رکنها الاعتقاد

ارتداد کا رکن اعتقاد ہے۔

علیٰ ہذا عنایہ شرح ہدایہ میں ہے:

ان الرّکن فی الرّدة الاعتقاد (عنایہ ص ۴۰، ج ۳)

ارتداد کا رکن اعتقاد ہے (یعنی تبدیلی اعتقاد ہی کو اُس میں دخل ہے)۔

فقہائے کرام کی ان تمام عبارات سے صاف ظاہر ہے کہ اگر بلا قصد کسی سے کلمات کفریہ سرزد ہو جائیں اور اعتقاد میں کوئی تبدیلی نہ ہو تو وہ صرف ان کلمات کفر کے تلفظ کی وجہ سے کافر نہ ہوگا۔ اور یہی ہمارا مدعا تھا۔

اسی کی تیسری تقریر اس طرح بھی کی جا سکتی ہے کہ ارتداد کی شرائط میں سے ایک طوع و اختیار بھی ہے (ملاحظہ ہو درمختار و شامی) اور واقعہ مذکورہ میں وہ منتفی ہے لہٰذا بوجہ عدم وجدانِ شرط، ارتداد کا حکم نہیں دیا جا سکتا۔

اس وقت تک جو کچھ عرض کیا گیا اُس کا ماخذ صرف قرآن عظیم اور احادیث نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم اور فقہ حنفی کی معتبر روایات تھیں جو ایک حنفی المذہب مسلمان کی تسلی و تشفی کے لیے کافی سے زائد ہیں۔ اب ہم چاہتے ہیں کہ اس کا آخری فیصلہ خود فاضل بریلوی کے کلام سے پیش کر کے اس بحث کو یہیں ختم کر دیں۔

چونکہ اکثر دیکھا گیا ہے کہ رضا خانی صاحبان (جو قرآن و حدیث کی تحریف اور اُس کے معنی کے ہیر پھیر میں بہت ہی چاق و چست ہوتے ہیں) اگر اُن کے سامنے اُن کے ان مجدد صاحب بریلوی کا کلام پیش کر دیا جائے تو اُن کی ساری چستی سستی سے بدل جاتی ہے اور بالکل ہی اوس پڑ جاتی ہے اس لیے آخرِ مبحث میں خان صاحب بالقابہم کا فیصلہ درج کرنا زیادہ

مناسب سمجھا گیا خان صاحب موصوف ایک سوال کے جواب میں فرماتے ہیں۔

"شریعت میں احکام اضطرار احکام اختیار سے جدا ہیں۔"

(دیکھو ملفوظات خان بریلوی حصہ اول ص ۵۳)

خان صاحب کے اِن الفاظ نے فیصلہ کر دیا کہ اگر کوئی اپنے اختیار سے کلمات کفریہ بکے تو اس کا اور حکم ہے یعنی وہ کافر ہو جائے گا اور اگر کسی کی زبان سے اضطراری طور پر بلا اختیار کلمات کفر سرزد ہو جائیں تو اُس کا اور حکم ہے یعنی اُس کو ہرگز کافر نہیں کہا جا سکتا صاحب واقعہ کی عدم تکفیر کے لیے مجدد التکفیر کا اتنا ہی لکھنا کافی ہے۔

ہوا ہے مدعی کا فیصلہ اچھا میرے حق میں
زلیخا نے کیا خود پاک دامن ماہ کنعاں کا

ہمارے اِس بیان سے روز روشن کی طرح ظاہر ہو گیا کہ صاحب واقعہ اس واقعہ کی وجہ سے نہ کافر ہے نہ مرتد نہ گنہگار بلکہ شریعت مطہرہ کی نظر میں وہ بالکل معذور ہے نہ اس کو تجدید ایمان ونکاح کی ضرورت ہے نہ توبہ واستغفار کی۔ پس ثابت ہو گیا کہ اس واقعہ کے متعلق ہمارے مخالفین کا دوسرا اعتراض بھی پہلے کی طرح محض بے اصل اور خبث باطن پر مبنی ہے۔ اب ہم اس بحث کو یہیں ختم کرتے ہیں اور باقی ماندہ مواد کو کسی دوسری صحبت کے لیے ملتوی کرتے ہیں۔ والحمد للہ اولاً وآخراً۔

اب صرف تیسرا اعتراض رہ جاتا ہے اور وہ یہ کہ "اس شیطانی وسوسہ کو حالت محمودہ کیوں سمجھا گیا۔ اور اس کی تعبیر یہ کیوں دی گئی" کہ "اس واقعہ میں تسلی تھی کہ جس کی طرف تم رجوع کرتے ہو وہ بعونہٖ تعالیٰ متبع سنت ہے" اس کا جواب ہم وہی دینگے جو اس سے پہلے بھی عرض کر چکے ہیں یعنی یہ کہ خواب کی ایک صورت ہوتی ہے اور ایک حقیقت یا یوں کہنا چاہیے کہ اُس کا ایک ظاہری پہلو ہوتا ہے اور ایک باطنی اور بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ بادی النظر میں اُس کا ظاہری پہلو نہایت ہی تاریک اور وحشت انگیز ہوتا ہے۔ لیکن اس کا باطنی پہلو یعنی اُس کی تعبیر ایک جانفزا مژدہ اور نہایت خوش کن بشارت ہوتی ہے الغرض اگر کوئی خواب ظاہراً برا ہو تو یہ ضروری نہیں کہ فی الحقیقت بھی وہ ایسا ہی برا ہو اور اس کی تعبیر بھی بُری ہو اُس کی شہادت میں واقعات ذیل ملاحظہ ہوں۔

① مشکوٰۃ شریف باب مناقب اہل البیت میں حضرت ام الفضل رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی یہ حدیث مروی ہے۔

عن ام الفضل بنت الحارث انها دخلت علی رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم فقالت یارسول اللّٰہ انی رائیت حلما منکرا اللیلة قال وما هو قالت انهٗ شدید قال وما هو قالت رائیت کان قطعة من جسدك قطعت ووضعت فی حجری فقال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم رائیت خیراً تلد فاطمة ان شاء اللّٰہ غلامًا یکون فی حجرك فولدت فاطمة الحسینؓ فكان فی حجری كَمَا قالَ رَسُوْلُ اللّٰہ صَلَى اللّٰہُ علیه وسلم۔

حضرت ام الفضل بنت حارث رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ وہ آنحضرت ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا کہ یارسول اللہ آج رات میں نے بہت بُرا خواب دیکھا حضور نے ارشاد فرمایا وہ کیا خواب ہے عرض کیا کہ حضرت وہ تو بہت ہی برا ہے ارشاد فرمایا (بتلاؤ تو) وہ کیا ہے حضرت ام الفضل نے عرض کیا میں نے یہ خواب دیکھا ہے کہ گویا حضور کے جسد اطہر کا ایک ٹکڑا کاٹ کر میری گود میں رکھ دیا گیا ہے آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا تم نے بہت اچھا خواب دیکھا ہے (اس کی تعبیر یہ ہے) کہ ان شاء اللہ میری لخت جگر فاطمہ زہرا کے لڑکا پیدا ہوگا جو تمہاری گود میں کھیلے گا چنانچہ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ پیدا ہوئے اور میری گود میں کھیلے جیسا کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا تھا۔

دیکھیے بظاہر کس قدر برا خواب تھا۔ حتیٰ کہ خود حضرت ام الفضل رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ حضرت میں نے ایک بُرا خواب دیکھا ہے اور جناب رسالتمآب ﷺ کے مکرر استفسار پر عرض کیا کہ "حضرت وہ بہت ہی برا ہے۔" لیکن آنحضرت ﷺ نے اُس کی تعبیر کس قدر خوش کن بتلائی۔

② مسلم شریف ونیز دیگر کتب حدیث میں ہے کہ حضرت رسول خدا ﷺ نے ارشاد فرمایا:

احب القید واکره الغل القید ثباتٌ فی الدین او کمَا قال

یعنی میں خواب میں پیروں کی بیڑیوں کو اچھا سمجھتا ہوں اور گردن کے طوق کو بُرا، پیر میں

بیڑیاں دین کے معاملہ میں ثابت قدمی کی (دلیل) ہیں۔

غور فرمایا جائے کہ پیروں میں بیڑی کا ہونا بظاہر کس قدر بری بات ہے لیکن آنحضرت ﷺ نے اُس کی تعبیر کتنی نفیس بتلائی۔

③ تعبیر الرؤیا میں حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ کا ایک خواب بایں الفاظ مذکور ہے کہ:

انه اتی قبر رسول الله صلی الله علیه وسلم فنبشه فاخبر استاذه وکان ابو حنیفة صبیاً بالمکتب فقال استاذه ان صدقت رؤیاك یا ولد فانك تقتفی اثر رسول الله صلی الله علیه وسلم وتنبش عن شریعته فکان کما عبّر الاستاذ۔ (تعبیر الرؤیا کشوری ص۳۷)

(خواب میں) حضرت امام ابوحنیفہ ؒ سرور عالم ﷺ کے مزار اقدس پر پہنچے اور وہاں پہنچ کر حضور کے مرقد پاک کو اکھاڑا (اعاذنا اللہ وسائر المسلمین منہ) پس اس پریشان کن اور وحشت انگیز خواب کی اطلاع انہوں نے اپنے اُستاذ کو دی اور اس زمانہ میں امام صاحب مکتب میں تعلیم پاتے تھے پس ان کے استاذؒ نے فرمایا اگر تمہارا یہ خواب واقعی ہے تو (اس کی تعبیر یہ ہے) کہ تم جناب رسول اللہ ﷺ کی احادیث کی پیروی کروگے اور شریعت محمدیہ کی پوری کھود کرید کروگے پس بالکل ایسا ہی واقعہ ہوا اُن کے استاذ کی یہ تعبیر حرف بحرف سچی ثابت ہوئی۔

دیکھیے یہ خواب بھی بظاہر بہت ہی زیادہ پریشان کن تھا۔ لیکن حضرت امام اعظم ؒ کے استاذ نے اُس کی تعبیر کس قدر تسلی بخش بتلائی۔

④ تاریخ کی بعض کتابوں میں مذکور ہے کہ خلیفہ ہارون رشید کی بیوی زبیدہ نے خواب دیکھا کہ کثیر التعداد مخلوق جمع ہے اور سب لوگ باری باری اُس سے مجامعت کرتے ہیں جب آنکھ کھلی تو سخت پریشان تھی۔ گھبراہٹ کی کوئی انتہا نہ تھی۔ آخر کار اپنی ایک کنیز کو اُس زمانہ کے امام فن تعبیر کے پاس بھیجا اور اس کو فہمایش کی کہ اُن کے پاس پہنچ کر میرے اِس خواب کی تعبیر دریافت کر لیکن یہ نہ کہنا کہ زبیدہ نے یہ خواب دیکھا ہے بلکہ یہ ظاہر کرنا کہ خود میں نے ایسا خواب دیکھا ہے۔ حسب الحکم وہ کنیز اُن بزرگ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور مذکورہ بالا خواب

بلاکم وکاست نقل کر کے تعبیر دریافت کرنی چاہی اُنہوں نے فرمایا تو غلط کہتی ہے۔ تو نے ہرگز یہ خواب نہیں دیکھا بالآخر جب اُنہوں نے حقیقت حال دریافت کرنے پر زیادہ اصرار کیا تو جبراً قہراً کہنا پڑا کہ خلیفۂ وقت کی بیوی زبیدہ کا یہ خواب ہے اُنہوں نے فرمایا بے شک زبیدہ کا یہ خواب ہوسکتا ہے اور اس کی تعبیر یہ بتلائی کہ اللہ تعالیٰ اُس سے کوئی ایسا کام لے گا۔ جس سے کثیر التعداد مخلوق فیض یاب ہوگی۔

کہا جاتا ہے کہ نہر زبیدہ (جو عرب کے ایک بہت بڑے حصہ کو سیراب کر رہی ہے اور ایام حج میں مشرق ومغرب کے مسلمان اُس سے فیض یاب ہوتے ہیں) اسی خواب کی تعبیر ہے۔

اب دیکھیے کہ خواب بظاہر کس قدر وحشت انگیز تھا اور اُس کی تعبیر کس درجہ کی بشارت ہے۔

ان احادیث کریمہ اور ان واقعات سے صاف ظاہر ہوگیا کہ بظاہر کوئی خواب کیسا ہی وحشت انگیز اور پریشان کن کیوں نہ ہو۔ لیکن ہرگز ضروری نہیں کہ اُس کی تعبیر بھی ایسی ہو بلکہ ممکن ہے کہ اس کی تعبیر کوئی اچھی نکل آئے پس واقعہ زیر بحث بھی اسی قبیلہ سے ہو تو کوئی محل استعجاب واستبعاد نہیں۔

اب رہا یہ سوال کہ خواب اور اس کی تعبیر میں کوئی مناسبت ہونی چاہیے لہٰذا بتلایا جائے کہ اِس خواب اور اُس کی اس تعبیر میں کیا مناسبت ہے اس کے جواب میں ہم حضرت مولانا اشرف علی صاحب ہی کی چند سطریں نقل کر دینا کافی سمجھتے ہیں جو مولانا مدظلہ العالی نے اسی سوال کے جواب میں ارقام فرمائی ہیں اور وہ یہ ہیں کہ:

"بعض اوقات خواب میں معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ تشریف لائے اور دل بھی گواہی دیتا ہے کہ حضور ہی ہیں لیکن زیارت کے وقت معلوم ہوتا ہے کہ شکل کسی اور کی ہے تو وہاں اہل تعبیر یہی کہتے ہیں کہ یہ اشارہ ہے اُس شخص کے متبع سنت ہونے کی طرف پس جس طرح یہاں بجائے شکل نبوی کے دوسری شکل مرئی ہونے کی (یعنی دکھائی دینے کی) تعبیر اتباع سنت سے دے گئی اسی طرح بجائے اسم نبوی ﷺ دوسرا اسم ملفوظ ہونے کی تعبیر اگر اسی اتباع سے دی جائے تو اس میں کیا محذور شرعی لازم آگیا۔" (الامداد بابت ماہ جمادی الثانیہ ۱۳۳۶ھ ص۱۹)

دوسری وجہ اس کی یہ بھی ہوسکتی ہے کہ اس کلام میں مضاف محذوف مانا جائے اور تقدیر عبارت کی یوں ہو "**اشرف علی متبع رسول اللّٰہ**" اور مضاف کا حذف زبان عرب میں

شائع ذائع ہے خود قرآن عزیز میں اس کی بکثرت مثالیں موجود ہیں جو اہل علم پر مخفی نہیں۔

باایں ہمہ حضرت مولانا دامت فیوضہم کو اپنی اس تعبیر پر اصرار نہیں ممکن ہے کہ اس خواب کی تعبیر کوئی دوسری ہو یا یہ صرف شیطانی وسوسہ ہو جیسا کہ بعض معترضین کا خیال ہے چنانچہ حضرت مولانا دامت برکاتہم خود تحریر فرماتے ہیں۔

"باقی مجھ کو اس پر اصرار نہیں اگر یہ خواب (وسوسہ) شیطانی ہو یا کسی مرض دماغی سے ناشی (پیدا ہوا) ہو اور اس کی تعبیر نہ ہو یہ بھی ممکن ہے۔ لیکن غلط تعبیر دینا (صرف) ایک وجدان کی غلطی ہوگی جس پر کوئی الزام نہیں ہو سکتا۔ (الامداد بابت ماہ جمادی الثانیہ ۱۳۳۶ھ ص ۲۰)

الحمد للہ تعالیٰ کہ ہمارے مخالفین نے اس واقعہ کے متعلق اس وقت تک جو کچھ زہر اگلا تھا اس کا شافی جواب ہم پوری تفصیل کے ساتھ لکھ چکے اور امید کرتے ہیں کہ ان شاء اللہ اس کے ملاحظہ کے بعد کسی منصف مزاج کو کوئی شک و شبہ باقی نہ رہے گا۔

والامر بید اللہ وھو ولی التوفیق۔

اس کے بعد ہم سارے رضاخانیوں کے قبلہ وکعبہ جناب مولوی حامد رضا خان صاحب اور مراد آباد کے استاذ العلماء مولوی نعیم الدین صاحب اور علی پور کے محدث پیر جماعت علی شاہ صاحب اور لاہور کے دیدار علی صاحب اور ہاں کانپور کے مفتی نثار احمد صاحب سے چند سوال کرتے ہیں اُمید کہ یہ بزرگان ملت رضاخانیہ جوابات سے سرفراز فرمائیں گے۔

اس وقت ہمارے سامنے سلطان العارفین سراج السالکین حضرت خواجہ نظام الدین چشتی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے ملفوظات مسمّٰی بہ فوائد الفواد کا اردو ترجمہ ہے اُس کے ص ۲۵۱ پر ہے۔

"(حضرت خواجہ نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ نے) یہ حکایت بیان فرمائی کہ حضرت شیخ شبلی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں ایک شخص مرید ہونے کے واسطے حاضر ہوا شیخ شبلی نے ارشاد فرمایا کہ میں تجھ کو ایک شرط پر مرید کرتا ہوں کہ جو کچھ میں ارشاد فرماؤں تو اُس کو بجالاوے اس نے قبول کیا۔ شیخ شبلی نے فرمایا کہ اچھا کلمہ کس طرح پڑھتے ہو اس نے "لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ" پڑھا آپ نے فرمایا کہ اس طرح پڑھو "لا الٰہ الا اللہ شبلی رسول اللہ" چونکہ یہ شخص عقیدہ میں راسخ تھا فوراً پڑھنے لگا۔ "لا الٰہ الا اللہ شبلی رسول اللہ" حضرت شبلی فوراً رو پڑے اور ارشاد فرمایا کہ میں کون ہوں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام سے خود کو منسوب کرتا ہے

ادبی سمجھتا ہوں چہ جائیکہ اُن کی برابری کا دعویٰ کروں یہ امر صرف تیری حُسن عقیدت کے دریافت کے واسطے تھا۔" (فوائد الفواد اردو ص ۲۵۱)

دریافت طلب یہ ہے کہ آپ کے نزدیک حضرت شبلی علیہ الرحمۃ اور اُن کے یہ عقیدت مند مرید اور حضرت خواجہ نظام الدین (جنہوں نے بلا انکار اس واقعہ کو نقل فرمایا) اور ان ملفوظات کے جمع کرنے والے امیر حسن علاء سنجری) جنہوں نے بلا نکیر اس واقعہ کو ملفوظات میں درج کیا۔ یہ سب کے سب مسلمان ہیں یا کافر؟

اگر مسلمان ہیں تو کیوں اور کس تاویل سے؟ کیا یہ کلمہ کفر نہیں؟ اور اگر کافر ہیں تو کیا کبھی آپ لوگوں نے اِن حضرات کے اس کفر کی اشاعت کی اگر کی تو کب؟ اور کس کتاب میں؟ اور اگر نہیں تو کیوں؟ کیا صرف اس وجہ سے کہ گجرات کاٹھیاواڑ اور بنگال کے اُن مریدوں کے فرنٹ ہونے کا اندیشہ ہے جن کے نذرانہ پر روزی کا مدار ہے۔

اور اگر کہا جائے کہ ہمارے نزدیک یہ حکایت ہی موضوع اور بے اصل ہے تو سوال یہ ہے کہ آپ کے نزدیک اس کا واضع کون ہے کیا خود حضرت خواجہ نظام الدین چشتی دہلوی یا کوئی اور۔ اور بہر تقدیر بلا انکار نقل کرنے والے یعنی مرتب ملفوظات امیر حسن علاء سنجری کافر ہیں یا مسلمان؟

پھر جن حضرات نے صدہا برس سے اس واقعہ کو "فوائد الفواد" میں دیکھا اور کسی قسم کا انکار نہیں کیا یا جن کو اب ہماری اس تحریر سے اس کی اطلاع ہوئی اور انہوں نے مذکورہ بالا اشخاص میں سے کسی کی بھی تکفیر نہیں کی اُن سب کا کیا حکم ہے اور ان کا کہاں ٹھکانا ہے۔ بینوا توجروا۔ بینوا توجروا۔ بینوا توجروا۔

نیز حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی سوانح عمری ملقب بہ "انوار خواجہ" میں مذکور ہے کہ ایک شخص حضرت خواجہ صاحبؒ کی خدمت میں مرید ہونے کے واسطے حاضر ہوا آپ نے اُس کے سامنے وہی شرط پیش کی جو حضرت شبلی نے پیش کی تھی اس شخص نے وہ شرط قبول کی تو آپ نے فرمایا کہ پڑھو کلمہ "لا الہ الا اللہ معین الدین رسول اللہ" اُس نے پہلے انکار کیا لیکن جب دیکھا کہ اس کے بغیر بیعت محال ہے تو جبراً قہراً پڑھا "لا الہ الا اللہ معین الدین رسول اللہ" اس کے بعد حضرت نے ارشاد فرمایا کہ یہ محض تمہاری عقیدت مندی کا امتحان

تھا عقیدہ وہی رکھنا جو تمہارا تھا میں تو صرف آں سرور کا ایک غلام ہوں ❶ انتہی۔

اس کے متعلق بھی ہمارا یہی سوال ہے کہ اس صورت میں آپ کے نزدیک حضرت خواجہ صاحبؒ کا کیا حکم ہے اور اگر اس قصہ کو موضوع کہا جائے تو پھر بتلایا جائے کہ اس کے ناقلین بلا انکار کا کیا حکم ہے پھر جن لوگوں نے اب تک اس قصہ کو حضرت خواجہ کے تذکروں میں دیکھا اور حضرت خواجہؒ کو کافر کہا نہ اس کے ناقلین اور راویین کو ان سب کا کیا حکم ہے۔ بینوا توجروا۔ بینوا توجروا۔ بینوا توجروا۔

کانپور کے نئے محقق صاحب آپ نے تو لوگوں کے کفریات کی اشاعت کا ٹھیکہ لیا تھا یہ چمکتے کفریات (علی اصلکم) آپ کی نظروں سے کہاں اوجھل رہ گئے خیر "گذشتہ اصلوات آئندہ را احتیاط" اب ذرا اپنے اکابر بریلوی، مرادآبادی، لاہوری، اور علی پوری سے ہمارے ان ناچیز سوالات کا جواب دلوایے اور پھر قدرت خدا کا تماشا دیکھیے۔

یہ مان لیا ہم نے کہ عیسیٰ سے سوا ہو
جب جانیں کہ درد دل عاشق کی دوا ہو

نوٹ:۔ ملحوظ رہے کہ ہم نے جو کچھ یہاں لکھا وہ صرف استفسار ہے اس سے ہماری رائے کے متعلق کوئی خیال قائم کرنا شدید ظلم ہوگا یہاں ہم کو صرف ان مفتیان عظام کی حق پرستی کا امتحان کرنا مقصود ہے اور بس۔

☆☆☆

مؤلف رسالہ نے اپنے مدعا باطل کے ثابت کرنے کے لیے الامداد کے اس مضمون کے علاوہ مرثیہ حضرت مرحوم گنگوہی (مصنفہ حضرت شیخ الہندؒ) سے بھی چند شعر نقل کیے ہیں ان کا جواب بھی ملاحظہ ہو۔ پہلا شعر یہ ہے۔

زباں پر اہل اہواء کی ہے اُعل ہبل شاید
اُٹھا عالم سے کوئی بانی اسلام کا ثانی

---

❶ چونکہ انوار خواجہ اس وقت ہمارے پاس نہیں ہے اس لیے بعینہٖ اس کے الفاظ نہیں لکھے جا سکے اس کا جس قدر مضمون محفوظ تھا وہ اپنے الفاظ میں قلم بند کر دیا ہے اور اصولاً منقول عنہ کا نقل کرنا ضروری بھی نہیں صرف مضمون واحد ہونا چاہیے کذافی ارشید یہ عنہ غفرلہ۔

رضا خانی صاحبان کو اس شعر کے متعلق جو غلط فہمی پیدا ہوئی ہے اُس کا منشاء صرف یہ ہے کہ اِس شعر میں جو لفظ "ثانی" واقع ہے اُس کو "مماثل" کے معنی میں سمجھ لیا گیا ہے۔ حالانکہ یہاں شاعر نے اِس لفظ ثانی کو دوم اور دوسرے کے معنی میں استعمال کیا ہے اور یہی اس کے حقیقی معنی ہیں۔ شاعر اِس شعر میں اپنے اس تخیل کو ادا کرنا چاہتا ہے کہ دُنیا میں پہلی مرتبہ تو "اُعْلُ هُبَلْ اُعْلُ هُبَلْ" اُس وقت کہا گیا تھا جبکہ شیطان ملعون نے مسلمانوں کی کمر ہمت توڑنے کے لیے اور کفار کے حوصلے بڑھانے کے لیے غزوہ احد میں "اَلَا اِنَّ ❶ مُحَمَّدًا قَدْ قُتِلَ" پکارا تھا پس ایک مرتبہ تو اُس وقت کفار نے مسرت کا اظہار کرتے ہوئے "اُعْلُ هُبَلْ اُعْلُ هُبَلْ" کے نعرے لگائے تھے اب دوسری مرتبہ جو اہل باطل کی زبان سے وہی کلمہ ملعونہ سنا جاتا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ شاید کوئی حامی سنت، خادم دین وملت، حامل لواء ہدایت، ماحی رسوم کفر وضلالت اس دنیا سے اُٹھ گیا ہے، جس کی خوشی میں یہ باطل پرست آج تیرہ سو برس کے بعد پھر وہی پرانا سبق دوہرا رہے ہیں۔ تو آنحضرت ﷺ تو اس وصف خاص ❷ میں اول یعنی پہلے ٹھیرے اور یہ شخص "ثانی" یعنی دوسرا ہوا۔ الغرض لفظ "ثانی" اس شعر میں "دوسرے" کے معنی میں مستعمل ہے نہ مماثل اور نظیر کے معنی ہیں۔

اب صرف یہ سوال باقی رہ جاتا ہے کہ کیا اِس معنی کے لحاظ سے کسی اُمتی کو بھی آنحضرت ﷺ کا "ثانی" کہا جا سکتا ہے آؤ۔ ہم اِس سوال کو مدینہ کی سرکار میں پیش کر کے جواب لیں اور دو عالم کے تاجدار کی عالی بارگاہ سے اس کا فیصلہ کرائیں۔

ابن عدی اور ابن عساکر بروایت ابن شہاب زہری حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روائی ہیں کہ:

ایک مرتبہ حضرت رسول خدا ﷺ نے حضرت حسان سے فرمایا کہ کیا تم نے ابوبکر کی مدح میں بھی کچھ شعر کہے ہیں؟ عرض کیا کہ ہاں حضور نے ارشاد فرمایا کہ ذرا ان کو پڑھو۔ میں سننا چاہتا ہوں چنانچہ انہوں نے یہ دو شعر پڑھ کر سنائے۔

---

❶ اے لوگو (حضرت) محمد (رسول اللہ ﷺ) تو شہید ہو گئے۔

❷ یعنی خبر مرگ کے باطل پرستوں کے لیے موجب مسرت اور ان کی زبانوں سے اعل ہبل اعل ہبل کے صدور کے باعث ہونے میں ۱۲

وثانی اثنین فی الغار المنیف وقد — طاف العدوّ بہٖ اذ صاعد الجبل
وکان حبّ رسول اللّٰہ وقد علموا — مـن البـریّۃ لم یعدل بہٖ رجلاً

ترجمہ: ابوبکر اُس بارفعت غار میں دو (۲) کے دوسرے تھے جبکہ دشمن پہاڑ پہ چڑھ کر غار کے ارد گرد گھوم رہا تھا وہ رسول اللہ ﷺ کے پیارے تھے اور وہ لوگ اس کو خوب جانتے ہیں کہ حضور نے ساری مخلوق میں سے کسی کو بھی ان کے برابر نہیں گردانا۔

ان شعروں کو سن کر آنحضرت ﷺ بہت زیادہ مسرور ہوئے اور مسکرائے یہاں تک کہ دندان مبارک بھی ظاہر ہوگئے اِس کے بعد حضرت حسان سے فرمایا "صدقت یا حسّان ھو کما قلت" اے حسان تم نے یہ بالکل ٹھیک کہا واقعی ابوبکر ایسے ہی ہیں" درمنثور جلد سوم ص ۲۴۱

دیکھیے اِن شعروں میں حضرت حسان رضی اللہ عنہ نے صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ثانی کہا اور حضور نے "صدقت یا حسان" فرما کر مہر تصدیق بھی ثبت فرمادی۔ فرمایے کہ حضرت حسانؓ کے متعلق کیا فتویٰ ہے؟ اِنہی حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے دوسرے شعر جو اِس سے بھی زیادہ صریح ہیں ملاحظہ ہوں۔ ابوعمر وابن عبدالبر استیعاب میں اور علامہ سیوطی تاریخ الخلفاء میں بحوالہ طبرانی ناقل ہیں:

"شعبی فرماتے ہیں: میں نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے عرض کیا کہ سب سے پہلے کون اسلام لایا تھا آپ نے فرمایا حضرت ابوبکرؓ اور کہا تم نے حسان رضی اللہ عنہ کے یہ اشعار نہیں سُنے:

اذا تذکّرت شجواً مِنْ اخی ثقۃٍ — فاذکر اخاک ابابکر بما فعلا

اگر تم کسی قابل وثوق اور با اعتماد آدمی کے غم کو یاد کرو تو اپنے (دینی بھائی) ابوبکر کو اُن کے فعلوں سے یاد کرو۔

خیر البریۃ اتقاھا واعدلھا — بعد النبی واوفاھا بما حملا

وہ ساری مخلوق سے بہتر ہیں اور سب سے زیادہ متقی اور سب سے زیادہ عدل پسند ہیں بعد آنحضرت ﷺ کے اور جو بار اُٹھالیا اس کے سب سے زیادہ نبھانے والے ہیں۔

والثانی التالی المحمود مشھدہ — وَاوّل النّاس ممن صدّق الرّسُلا

اور وہ آنحضرت ﷺ کے ثانی اور پیرو ہیں ان کا مشہد لائق تعریف ہے، اور لوگوں میں وہ سب سے پہلے شخص ہیں جنہوں نے انبیاء علیہم السلام کی تصدیق کی۔

اِس سے بھی زیادہ صریح عبارت امام فخر الدین رازی کی ہے۔ چنانچہ تفسیر کبیر ج ۴، ص ۴۳۸ پر ہے۔

دل ھذہ الآیۃ علیٰ فضیلۃ ابی بکر رضی اللّٰہ عنہ من وجوہ...... الرابع انہ تعالیٰ سمّاہ ثانی اثنین فجعل ثانی محمّد علیہ السّلام حال کونہ فی الغار والعلماء اثبتو انّہ رضی اللّٰہ عنہ کان ثانی محمّد فی اکثر المناصب الدینیۃ الخ

یہ آیت حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی فضیلت پر بر چند وجوہ دلالت کرتی ہے...... جن میں سے چوتھی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اُن کا نام ثانی اثنین رکھا اور بوقت رفاقت غار صدیق اکبر کو آنحضرت ﷺ کا ثانی ٹھہرایا اور حضرات علمائے کرامؒ نے ثابت کردیا ہے کہ صدیق اکبرؓ بہت سے مناصب دینیہ میں آنحضرتؐ کے ثانی تھے۔

اِن عبارات سے صاف ظاہر ہے کہ معنی مذکور کے اعتبار سے ایک اُمتی کو بھی آنحضرت ﷺ کا ثانی یعنی دوسرا کہا جاسکتا ہے اور اور سلف نے کہا ہے فثبت المرام بتوفیق الملک العلام۔ فلہ الحمد وعلیٰ رسولہ الصلوٰۃ والسّلام۔

بہت ممکن ہے کہ کسی نیک بخت کو ہماری اس تحریر پر یہ شبہ ہو کہ اس شعر میں نہ غزوہ احد کا ذکر ہے نہ شیطان کا نہ اُس کے ناپاک مقولے "الا انّ محمّد قد قتل" کا پھر اس مختصر سے شعر کا اتنا طویل وعریض مطلب کس طرح بیان کیا گیا لہٰذا ہم اِس پیدا ہونے والے شبہ کا بھی یہیں خاتمہ کیے دیتے ہیں ملاحظہ ہو۔

یہ شعر کسی جاہل کا نہیں بلکہ استاذ اساتذۃ الہند شیخ الشیوخ حضرت مولانا مولوی محمود حسن صاحب قدس سرہٗ کا شعر ہے اور علماء کے اشعار کا کثیر المعنی ہونا کوئی لائق تعجب امر نہیں۔ خان صاحب بریلوی کے ملفوظات حصہ اوّل ص ۱۱۶ پر ہے (کسی نے اعلیٰ حضرت سے) عرض (کیا) اس شعر کا کیا مطلب ہے۔

اہل نظر نے غور سے دیکھا تو یہ کھلا
کعبہ جھکا ہوا تھا مدینہ کے سامنے

ارشاد (فرمایا) شب میلاد کعبہ نے سجدہ کیا اور جھکا مقام ابراہیم کی طرف اور کہا حمد ہے اُس کے وجہ کریم کو جس نے مجھے بتوں سے پاک کیا (یعنی اس شعر میں اس واقعہ کی طرف اشارہ ہے) پس جب اس شعر کا یہ مطلب ہوسکتا ہے (حالانکہ نہ اُس میں مقام ابراہیم کا ذکر ہے نہ کعبہ کی اس حمد کا نہ شب میلاد کا) تو پھر اگر حضرت شیخ الہندؒ کے اِس شعر کا وہ مطلب ہو جو ہم نے عرض کیا تو کیا محل

استبعاد ہے معترض صاحب! اعتراض کرنے کی لیے سخن فہمی کا سلیقہ ہی درکار ہے۔

چوں بشنوی سخن اہل دل مگوکہ خطاست
سخن شناس نئی دلبرا خطا اینجاست

اسی مرثیہ سے دوسرا شعر آپ نے یہ نقل کیا ہے۔

قبولیت اس کو کہتے ہیں مقبول ایسے ہوتے ہیں
عبید سود کا اُن کے لقب ہے یوسف ثانی

نہ معلوم اس میں کون چیز سی آپ کے نزدیک قابل اعتراض ہے "یوسف ثانی" اردو شاعری میں صرف اعلیٰ درجہ کے حسین کے معنی میں مستعمل ہوتا ہے بالکل اس طرح جس طرح علماء کرام نے "لکل فرعون موسیٰ" یعنی "ہر فرعونے راموسیٰ" کے معنی یہ بیان کیے ہیں "کہ ہر باطل پرست کی سرکوبی کے لیے اللہ تعالیٰ کسی نہ کسی حق پرست کو مقرر فرمادیتا ہے پس جس طرح کہ اس عربی مثل میں "موسیٰ کے معنی صرف حق پرست کے ہیں اسی طرح اردو شاعری میں یوسف اور یوسف ثانی کے معنی صرف حسین کے ہیں افسوس کہ رضاخانی دوستوں کو اردو محاورات سے آشنا کرانا بھی (جو حقیقت میں اردو اسکول کے ٹیچروں کا کام تھا) ہم ہی کو انجام دینا پڑتا ہے۔

ذوق بازیگہ طفلان ہے سراسر یہ زمیں
ساتھ بچوں کے پڑا کھیلنا گویا ہم کو

تیسرا شعر آپ نے یہ نقل کیا ہے۔

مردوں کو زندہ کیا زندوں کو مرنے نہ دیا
اس مسیحائی کو دیکھیں ذرا ابن مریم

اس شعر میں مرنے سے گمراہی مراد ہے اور جینے سے ہدایت اور سلامت روی اور موت وحیات کا استعمال ان معانی میں کوئی نادر چیز نہیں بلکہ شائع ذائع ہے۔ قرآن عزیز میں ارشاد ہے اَوَ مَنْ کَانَ مَیْتًا فَاَحْیَیْنٰہُ وَجَعَلْنَا لَہٗ نُوْرًا یمشی بہ الایۃ (الانعام:۱۲۲) دوسری جگہ ارشاد ہے لِیَھْلِکَ مَنْ ھَلَکَ عَنْ بَیِّنَۃٍ وَّیَحْیٰی مَنْ حَیَّ عَنْ بَیِّنَۃٍ (الانفال:۴۲) ان آیات کریمہ اور ان کے علاوہ اور بہت سے نصوص میں حسب تصریح مفسرین عظام موت وحیات سے صرف گمراہی اور ہدایت مراد ہے پس سمجھ لینا چاہیے کہ ٹھیک اسی طرح حضرت مولانا قدس سرہٗ کے اس شعر میں موت وحیات سے صرف ضلالت اور ہدایت مراد ہے۔ بنابریں شعر کا مطلب صرف یہ ہے۔

"قطب الہدایۃ والارشاد حضرت مولانا رشید احمد صاحب قدس سرہٗ نے بہت سے گمراہوں کو ہدایت یاب، صدہا بدعتیوں کو پکا سنی بنادیا اور ہدایت یافتہ لوگوں کو گمراہ ہونے سے روکا۔ اہلسنت کو بدعات ملعونہ میں ملوث نہ ہونے دیا۔ اس کے بعد حضرت مولانا تمنا فرماتے ہیں کہ کاش حضرت مسیح علیہ السلام حضرت مرحوم کی اس روحانی مسیحائی کو ملاحظہ فرماتے اور اس کی تحسین فرماتے۔

کیا کسی کو ہادی ورہنما کہنا بھی آپ کے مذہب میں کفروالحاد ہے۔ ہمیں افسوس کے ساتھ عرض کرنا پڑتا ہے کہ اہل علم کا کلام سمجھنے کے لیے بھی کچھ علم درکار ہے اور چند جاہلان ناخردکار کسی کو مولوی یا مفتی کہہ دینا اُس کے علم کی کافی ضمانت نہیں۔

ہزار نکتہ باریک تر زمو اینجاست
نہ ہرکہ سر بتراشد قلندری داند

ایک نفیس تحقیق

ناظرین کرام! ہر وہ شخص جس کو کسی زبان کے ادب سے تھوڑی سی بھی دلچسپی ہوگی وہ بخوبی جانتا ہوگا کہ شعراء اپنے کلام میں کس قدر بعید استعارات اور کنایات سے کام لیتے ہیں یہاں تک کہ بعض اوقات سطحی نظر میں اُن کا کلام خالص کفر ہوتا ہے۔ لیکن اگر بہ نظر دقیق دیکھا جائے تو اُسی میں حقیقت کا ایک زبردست سبق ہوتا ہے یہی وجہ ہے کہ علماء کرام شعرا کے کلام پر فتویٰ کفر دیتے ہوئے نسبۃً زیادہ احتیاط سے کام لیتے ہیں اور اگر اس اصول کو نظر انداز کردیا جائے تو یقین ہے کہ تکفیر کی آگ اکابر دیوبند ہی تک نہیں پہنچے گی بلکہ اس کی چنگاریاں بہت سے اسلامی خرمنوں کو جلا کر خاک سیاہ کردیں گی۔

صرف نمونے کے طور پر ہم چند مسلم الثبوت اولیاء اللہ کے دو چار شعر ہدیۂ ناظرین کرتے ہیں۔ ملاحظہ ہوں۔

شمس الملت والدین حافظ شیرازی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں۔

ما مریداں روبسوے کعبہ چوں آریم چوں
روبسوئے خانۂ خمار دارد پیرما

جب ہمارا پیر مغاں ہی شراب کی بھٹی کی طرف جارہا ہے تو ہم کعبہ کی طرف کیوں رخ کریں۔

مباش در پے آزار وہرچہ خواہی کن
کہ در شریعت ماغیر ازیں گناہے نیست

بس کسی کی ایذا رسانی کے درپے نہ ہو اور جو بھی جی چاہے کرو کیونکہ ہماری شریعت میں دل آزاری کے سوا کوئی دوسرا گناہ نہیں۔

② حضرت خواجہ امیر خسرو رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

خلق مے گوید کہ خسرو بت پرستی مے کند
آرے آرے مے کند با خلق مارا کار نیست

خلق کہتی ہے کہ خسرو بت پرستی کرتا ہے ہاں ہاں بے شک کرتا ہے تم سے میرا کوئی واسطہ نہیں۔

کافر عشقم مسلمانی مرا در کار نیست
ہر رگ من تار گشتہ حاجت زنار نیست

میں کافر عشق ہوں مجھے مسلمانی کی ضرورت نہیں میری ہر ہر رگ تار تار ہو چکی ہے لہٰذا زنار کی حاجت نہیں۔

یہ صرف نمونے کے طور پر چند شعر لکھ دیے گئے ورنہ جن حضرات نے تصوف کی کتابوں اور صوفیائے کرام کے دیوانوں کا مطالعہ فرمایا ہوگا اُن پر ہرگز مخفی نہ ہوگا کہ بزرگان دین کے دیوانوں میں ایسے بہت سے شعر موجود ہیں جو سرسری نظر میں قرآن عظیم اور احادیث نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کی تعلیمات کے صرف مخالف ہی نہیں بلکہ معاذ اللہ بظاہر ایک مقابلہ کی شان رکھتے ہیں اور ایک ظاہر بین حقیقت سے ناآشنا کی نظر میں اُن حضرات قدسی صفات کی تکفیر کے لیے کافی سے زیادہ ہیں تو کیا ہمارے یہ رضاخانی دوست وہاں بھی اسی جلد بازی سے کام لیں گے۔

اگر رضاخانی مذہب میں شیراز اور دیوبند دونوں کے لیے ایک ہی شریعت اور ایک ہی قانون ہے تو ہم کو دیکھنا ہے کہ مفتیان بریلی حافظ شیرازی اور امیر خسرو ودیگر اولیاء کرام رحمہم اللہ کے متعلق کیا فتویٰ صادر کرتے ہیں۔

آں شوخ سرخ جامہ سوار سمند شد
یاراں حذر کنید کہ آتش بلند شد

قال: وہابیہ دیوبندیہ کے نزدیک اگر اللہ تعالیٰ کو عالم الغیب بالذات مانیں اور حضور کو بواسطہ عالم الغیب مانیں تو غلط اور خلاف نصوص شرعیہ ہے الخ

اقول: لفظ عالم الغیب کے متبادر معنی یہ ہیں کہ "بلا استثنا تمام غیب کی باتوں کا جاننے والا" (دیکھو مختصر المعانی) اور ظاہر ہے کہ جمیع مغیبات کا احاطہ اللہ تعالیٰ ہی کی صفت خاصہ ہے خدائے قدوس کے سوا کسی دوسرے کو جمیع غیوب کا عالم بتلانے والا اگرچہ بالواسطہ ہی سمجھے یقیناً گمراہ اور نصوص شرعیہ کا مخالف ہے۔ قدوۃ المحققین علامہ محمود آلوسی مفتی بغداد اپنی بینظیر تفسیر روح المعانی میں آیت کریمہ "وَلَوْ كُنتُ أَعْلَمُ الْغَيْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ وَمَا مَسَّنِيَ السُّوءُ" (الاعراف: ۱۸۸) کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

الالف واللام فی الغیب للاستغراق وهو صلی الله علیه وسلم لم یعلم کل الغیب فان من الغیب ما تفرّد به الله تعالیٰ کمعرفة کنه ذاته تعالیٰ وکمعرفة وقت قیام السّاعة انتهی۔

غیب میں الف لام استغراق کا ہے اور جناب رسول اللہ ﷺ کو کل مغیبات کا علم نہ تھا اس لیے کہ بعض غیب ایسے بھی ہیں کہ جن کا علم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو نہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ کی نفس ذات کا علم یا قیامت کے آنے کے وقت کا علم۔"

چونکہ آگے چل کر ہمیں اس مسئلہ کے متعلق کچھ اور بھی عرض کرنا ہے اور ابتدائی اوراق میں بھی شفاء وغیرہ کی عبارات سے اس پر کافی روشنی پڑ چکی ہے لہٰذا یہاں ہم اسی قدر پر اکتفا کرتے ہیں ہاں آخر میں یہ بتلا دینا چاہتے ہیں کہ اعتراض کرنے کے شوق نے آپ کو اس قدر از خود رفتہ کر دیا ہے کہ آپ کو اپنے پرائے کی بھی تمیز باقی نہیں رہی۔ آپ تیر چلاتے ہیں لیکن علماء اہلسنت کے ساتھ ساتھ گاہ گاہ اپنی جماعت کو بھی اُن کا نشانہ بنا لیتے ہیں یہی عقیدہ جس کو آپ نے یہاں معترضانہ انداز میں نقل کیا ہے بعینہٖ فاضل بریلوی کا عقیدہ ہے آپ کے یہ اعلیٰ حضرت خالص الاعتقاد ص ۲۳ پر رقمطراز ہیں۔

"علم ذاتی اور علم بالاستیعاب محیط تفصیلی یہ اللہ عزوجل کے ساتھ خاص ہے۔"

نیز اسی صفحہ پر لکھتے ہیں:

"ہم عطائے الٰہی سے بھی بعض ہی ملنا مانتے ہیں نہ کہ جمیع۔"

ان دونوں عبارتوں سے صاف ظاہر ہے کہ فاضل بریلوی کے نزدیک آنحضرت ﷺ کو بالواسطہ بھی جمیع غیوب کا علم حاصل نہیں۔

اے چشم اشکبار ذرا دیکھ تو سہی
یہ گھر جو بہ رہا ہے کہیں تیرا گھر نہ ہو

قال: وہابیہ دیوبندیہ کے نزدیک حضورؐ کا علم اتنا اور ایسا ہے جتنا جانور اور چوپایوں کو ہے حفظ الایمان (مصنفہ مولوی اشرف علی صاحب) میں ہے "پھر یہ کہ آپ کی ذات مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا اگر بقول زید صحیح ہو" الخ

اقول: چونکہ اب سے پہلے اہلسنت کی جانب سے حفظ الایمان کی اس عبارت کی توضیح میں متعدد رسائل لکھے جا چکے ہیں جن میں بدلائل قاہرہ ثابت کر دیا گیا ہے کہ عبارت زیر بحث بالکل بے غبار ہے لہٰذا ہم اس موقعہ پر اس بحث کی تفصیل کرنا محض تطویل لاطائل سمجھتے ہیں ہاں مختصر الفاظ میں اتنا عرض کرتے ہیں کہ جو ملعون ایسا عقیدہ رکھے کہ آنحضرت ﷺ کا علم معاذ اللہ زید عمرو پاگلوں اور چوپایوں کے برابر ہے وہ ہمارے نزدیک کافر ہے اگر پہلے مسلمان تھا تو مرتد ہے واجب القتل ہے اس ملعون کے ناپاک وجود سے خدا کی زمین کو پاک کر دینا چاہیے۔ خود حضرت مولانا اشرف علی صاحب قدس سرہ ودامت فیوضہم ایسے شخص کے متعلق بسط البنان میں ارقام فرماتے ہیں۔

"جو شخص ایسا اعتقاد رکھے یا بلا اعتقاد صراحۃً یا اشارۃً یہ بات کہے (کہ آنحضرت ﷺ کا علم اقدس معاذ اللہ زید عمرو بکر وغیرہ کے برابر ہے) میں اُس شخص کو خارج از اسلام سمجھتا ہوں کہ وہ تکذیب کرتا ہے نصوص قطعیہ کی اور تنقیص کرتا ہے حضور سرورِ عالم فخرِ بنی آدم ﷺ کی۔"

یہ تو تھا اپنے عقیدہ کا اظہار اس کے بعد حفظ الایمان کی اُس عبارت کا صحیح مطلب بھی مختصر الفاظ میں تحریر کیا جاتا ہے۔

ناظرین کرام! حفظ الایمان کی اِس عبارت کا صرف یہ مطلب ہے کہ رضا خانیوں کے اس غلط اور بے بنیاد اصول پر کہ "جس کو بعض مغیبات کا علم بھی حاصل ہو عام ازیں کہ ایک کا ہو یا ایک کروڑ کا اُسی کو عالم الغیب کہا جا سکتا ہے" لازم آتا ہے کہ معاذ اللہ زید عمرو حتی کہ پاگلوں اور جانوروں کو بھی عالم الغیب کہا جائے کیونکہ غیب کی کسی نہ کسی بات کا علم تو ان حقیر

چیزوں کو بھی ہوتا ہے کم از کم اللہ تعالیٰ ہی کا علم ہے اور وہ بھی غیب کا ایک فرد ہے الغرض حضرت مولاناؒ رضا خانیوں سے فرماتے ہیں کہ تمہارے اِس خانہ ساز اصول پر لازم آتا ہے کہ معاذ اللہ یہ حقیر چیزیں بھی اطلاق عالم الغیب میں آنحضرت ﷺ کی شریک ہوں۔

اہل انصاف غور فرمائیں کہ اس میں حضور ﷺ کے علم شریف کو ان چیزوں کے برابر بتلایا گیا ہے یا رضا خانیوں کو اِس برابری اور مساوات فی الاطلاق سے بچانے کی کوشش کی گئی ہے۔ ناظرین غور فرمائیں کہ مصنف حفظ الایمان کے نزدیک تو یہ مشارکت اس قدر باطل ہے کہ اس کے بطلان سے رضا خانیوں کے اس خانہ ساز اصول کے بطلان پر استدلال کیا گیا ہے۔ لیکن اس کا کیا علاج کہ ان عقل کے دشمنوں کے نزدیک ابطال تشبیہ کا نام ہی تشبیہ ہے۔

جنوں کا نام خرد رکھ دیا خرد کا جنوں
جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے

اس کے بعد ہم چاہتے ہیں کہ اسی مضمون کی نظیر کسی مسلم الثبوت ہستی کے کلام سے پیش کریں کیونکہ نظائر میں بالطبع دفع استبعاد کی خاصیت ہے عارف رومی قدس سرہٗ مثنوی شریف میں ارشاد فرماتے ہیں۔

گر بصورت آدمی انسان بدے
احمدؐ و بوجہل ہم یکساں بدے

یعنی اگر اس غلط اصول کو تسلیم کر لیا جائے کہ انسانیت کا مدار صرف انسانی نقشہ پر ہے تو لازم آئے گا کہ ابوجہل اور حضرت احمد مجتبیٰ محمد مصطفےٰ ﷺ یکساں انسان ہوں ٹھیک اسی طرح حضرت مولانا اشرف علی صاحب حفظ الایمان میں فرماتے ہیں کہ اگر رضا خانیوں کے اس اصول کو مان لیا جائے کہ:

"جس کو بھی غیب کی کوئی بات معلوم ہو جائے اسی کو عالم الغیب کہا جا سکتا ہے۔"

تو لازم آئے گا کہ حضور کی طرح زید عمرو اور بہت سی حقیر چیزوں کو بھی عالم الغیب کہا جائے تو تمہارے اس اصول پر آنحضرت کو عالم الغیب کہنے میں کوئی تعریف آپ کی نہیں نکلتی۔

پس جس طرح کہ مولانا رومی قدس سرہٗ کے متعلق یہ کہنا کہ معاذ اللہ انہوں نے ابوجہل اور آنحضرت ﷺ کو برابر کر دیا" کھلی بے ایمانی ہے اسی طرح حضرت مولانا تھانوی دامت

فیوضہم کے متعلق بھی یہ کہنا کہ معاذ اللہ انہوں نے علم محمدی اور علوم زید وعمر وغیرہ کو برابر کر دیا صریح بددیانتی ہے۔ جس کی حقیقت ان شاء اللہ العزیز میدان حشر میں کھلے گی۔

رنگ جب محشر میں لائے گی تو اڑ جائے گا رنگ
یہ نہ کہیے سرخی خون شہیداں کچھ نہیں

یہاں ہم صرف اسی قدر پر اکتفا کرتے ہیں واللہ الہادی الی سبیل الرشاد۔

قال: عوام الناس کو جمع کر کے سورہ ملک وغیرہ سورتیں پڑھنا اور نقلہ وطعام تقسیم کرنا اور تیجہ اور دسواں مقرر کرنا یہ سب امور بدعت ضلالۃ ہیں الخ

اقول: ہمارا اور جمیع اہلسنت وجماعت کا عقیدہ یہ ہے کہ اگر ایصال ثواب بغیر کسی خاص اہتمام کے کیا جائے خواہ بذریعہ تلاوت قرآن مجید ہو یا فقراء ومساکین کو کھانا کھلا کر بہر کیف درست اور اموات کے لیے نافع ہے اور اگر مطابق رواج لایعنی اہتمامات کیے جائیں اور برادری وغیرہ کے لوگوں کو جمع کیا جائے اور رسوم کی پابندی کی جائے تو نادرست ہے۔

صحیح مسلم شریف میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں بعض لوگ چاشت کی نماز کے لیے جمع ہونے لگے تھے اور اُس کے لیے خاص اہتمام کرتے تھے تو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے اُن کے اس فعل کو بری نظر سے دیکھا اور صاف الفاظ میں بدعت قرار دیا حالانکہ چاشت کی نماز کی فضیلت میں بکثرت احادیث صحیحہ وارد ہیں جن سے حضرت عبداللہ بن عمر یقیناً بے خبر نہ تھے لیکن چونکہ شریعت مطہرہ نے اُس کے لیے اہتمام کی تعلیم نہیں دی تھی اور ان لوگوں نے محض اپنی طرف سے یہ اہتمام شروع کر دیا تھا صرف اس وجہ سے عبداللہ بن عمر نے اُس کو بدعت قرار دیا۔

مسند امام احمد بن حنبل میں ہے کہ ایک مرتبہ حضرت عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ کو کسی ختنہ میں مدعو کیا گیا تو آپ نے تشریف لے جانے سے صاف انکار فرما دیا اور فرمایا کہ حضور اکرم ﷺ کے زمانہ میں لوگوں کو ختنوں میں مدعو نہیں کیا جاتا تھا لہٰذا یہ بدعت ہے جو آنحضرت ﷺ کے زمانہ کے بعد ایجاد ہوئی ہے۔ کون نہیں جانتا کہ ختنہ شعائر اسلامیہ میں سے ہے حتیٰ کہ فقہاء کرام نے تصریح فرمائی ہے کہ اگر کوئی قوم ختنہ کے ترک پر اتفاق کر لے تو امام وقت کا فرض ہے کہ اس سے جہاد کرے۔ لیکن چونکہ زمانہ رسالت میں اُس کے لیے اس قدر اہتمام نہیں کیا جاتا تھا

صرف اس لیے حضرت عثمانؓ بن ابی العاص نے شرکت سے انکار فرما دیا۔ ان ہر دو (۲) روایات اور ان کے علاوہ اور بہت سی روایات سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اگر کوئی فعل فی نفسہٖ مستحسن اور مستحب بھی ہو۔ لیکن اُس کے لیے لوگ وہ اہتمام کرنے لگیں جس کی تعلیم امام رسل ہادی سبل سرور اصفیاء قدوۂ انبیاء علیہ الصلوٰۃ والثناء نے نہ دی ہو تو وہ مستحسن فعل صرف ان اہتمامات زائدہ کی وجہ سے نادرست اور واجب الترک ہو جاتا ہے۔ اس روشن اصول سے حضرات فقہاء کرام نے بھی بکثرت کام لیا ہے۔ مثلاً وہ فرماتے ہیں کہ تراویح کے سوا نفل نماز کو جماعت سے پڑھنا ممنوع ہے اس کی وجہ بھی یہی لکھتے ہیں کہ چونکہ جماعت سے پڑھنا اہمیت کی دلیل ہے اور شریعت مطہرہ نے نفل نماز کے لیے اس قدر اہمیت کی تعلیم نہیں دی پس اُس کو جماعت سے پڑھنا حدودِ شرعیہ سے تجاوز کرنا اور ایک قسم کی معصیت ہے یہ صرف مثال کے طور پر لکھ دیا گیا ہے ورنہ اس قسم کے جزئی مسائل صدہا کی تعداد میں پیش کیے جا سکتے ہیں جن میں کسی امر مباح یا مستحسن کو صرف اس وجہ سے ناجائز اور ممنوع قرار دیا گیا ہے کہ لوگوں نے اُن میں بغیر تعلیم شریعت اپنی طرف سے اہتمامات کا اضافہ کر لیا ہے الحاصل احادیث اور تصریحات فقہاء حنفیہ سے یہ امر روز روشن کی طرح واضح ہے کہ اگر کوئی فعل فی نفسہٖ اچھا بھی ہو۔ لیکن لوگ اُس میں وہ اہتمام کرنے لگیں جن کی تعلیم ہم کو شریعت نے نہ دی ہو تو وہ فعل صرف ان اہتمامات کی وجہ سے ممنوع اور قابل ترک ہو جاتا ہے بس یہی حقیقت ہمارے نزدیک تیجہ، دسویں اور دیگر رسوم مروجہ بعد الموت کی ہے۔ فی نفسہٖ قرآن شریف پڑھنا اور فقراء ومساکین کو کھانا کھلانا بلاشبہ ایک اچھا فعل تھا لیکن چونکہ بدقسمت اور جدت پسند ہندوستانیوں نے اپنی ایجاد کردہ تخصیصات اور قیودات سے ان کی اصلی صورت کو مسخ کر دیا لہٰذا اس صورت میں اُن کا وہ حکم نہیں رہا بلکہ بجائے مستحسن ہونے کے یہ افعال بدعت قرار پائے پھر یہ صرف ہمارا ہی ناقص خیال نہیں بلکہ اب سے پہلے بہت سے اکابر علماء یہی تحقیق فرما چکے ہیں۔ خاتم المحققین آیت من آیات اللہ حضرت مولانا عبدالحی صاحب فرنگی محلی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ حضرت شیخ عبدالحق صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی شرح سفر السعادت سے ناقل ہیں۔

عادت نبود کہ برائے میت در وقت غیر نماز جمع شوند وقرآن خوانند نہ بر سر گور ونہ غیر آں وایں مجموع بدعت است ومکروہ۔ نعم تعزیت اہل میت وتسلیہ وصبر فرمودن سنت مستحب است۔ اما

ایں اجتماع مخصوص روز سوم وارتکاب تکلفات دیگر وصرف اموال بے وصیت از حق یتامٰی بدعت است وحرام۔ انتہی۔

سلف کی یہ عادت نہ تھی کہ میت کے لیے نماز جنازہ کے سوا کسی دوسرے وقت جمع ہوتے اور قرآن شریف پڑھتے نہ قبر پر اور نہ کسی دوسری جگہ اور یہ سب بدعت اور مکروہ ہے ہاں اہل میت کی تعزیت کرنا اور تسلی دینا اور صبر کی تلقین کرنا سنت اور مستحب ہے۔ لیکن تیسرے دن یہ خاص اجتماع کرنا اور دوسرے تکلفات کا ارتکاب کرنا اور یتیموں کے حق میں سے بلاوصیت مورث ان رسوم میں صرف کرنا بدعت اور حرام ہے۔

اور فتاوٰی بزازیہ میں ہے:

یکرہ اتخاذ الطعام فی الیوم الاول والثالث وبعد الاسبوع ونقل الطعام الی القبر فی المواسم واتخاذ الدّعوۃ لقراءۃ القراٰن وجمع الصلحاء والفقراء للختم او لقراءۃ سورۃ الانعام او الاخلاص۔

خاص مرنے کے دن یا تیجہ کے دن یا ہفتہ گذرنے پر کھانا تیار کرانا اور میلوں کے موقعوں پر قبر پر کھانا لے جانا اور قرآن شریف پڑھنے کے لیے بلاوا دینا اور صلحاء وفقراء کو ختم کے لیے یا سورۂ انعام یا سورۂ اخلاص پڑھوانے کے لیے جمع کرنا یہ سب مکروہ ہے۔

کیا کوئی اللہ کا بندہ کہہ سکتا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ وہابی تھے انہوں نے چاشت کی نماز ہی کو بدعت کہہ دیا اور حضرت مولانا عبدالحی صاحب لکھنوی وحضرت شیخ عبدالحق صاحب محدث دہلویؒ وصاحب فتاوٰی بزازیہ رحمہم اللہ تعالٰی یہ سب وہابی اور بے دین تھے ان کے مذہب میں قرآن شریف پڑھنا فقراء کو کھانا کھلانا سورۂ انعام یا سورۂ اخلاص کا ختم کرانا یہ سب بدعت اور گمراہی ہے العیاذ باللہ!

اور سنیے ملا علی قاری مکی مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح میں علامہ طیبی شارح مشکوٰۃ سے ناقل ہیں۔

من اصرّ علٰی امرٍ مندوب وجعل عزما ولم یعمل بالرخصۃ فقد اصاب منہ الشیطان من الاضلال فکیف من اصرّ علٰی بدعۃٍ او منکرٍ ھذا محل تذکر الذین یصرّون علی الاجتماع فی الیوم الثالث للمیّت ویرونہ ارجح من الحضور للجماعۃ ونحوہٖ انتھی۔

جو شخص کسی امر مندوب پر مداومت کرے اور اُس کو عزیمت قرار دے لے اور رخصت پر عمل ہی نہ کرے تو سمجھ لیا جائے کہ شیطان نے اُسے کچھ گمراہ کر لیا پس کس حال میں ہے وہ شخص جو کسی بدعت اور برے فعل پر مداومت کرنے لگے۔ یہ موقع ان لوگوں کے لیے نصیحت حاصل کرنے کا ہے جو تیجہ کے دن کے اجتماع پر مداومت کرتے ہیں اور اس کو جماعت وغیرہ میں حاضر ہونے سے بھی زیادہ موکد سمجھتے ہیں۔

اور امام نووی رحمۃ اللہ علیہ کی شرح منہاج میں ہے:

واطعام الطعام فی الایام المخصوصۃ کالثالث والخامس والتاسع والعاشر والعشرین والاربعین والشھر السادس والسنۃ بدعۃٌ۔

اور خاص خاص دنوں میں (فقیروں) کو کھانا کھلانا جیسے کہ تیجہ کے دن اور پانچویں دن اور نویں دن اور دسویں کو اور بیسویں کو اور چالیسویں کو اور ششماہی پر اور برسی پر۔ یہ سب بدعت ہے۔

امام العرب والعجم حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالٰی اپنے وصیت نامہ میں ارقام فرماتے ہیں:

دیگر از عادات شنیعہ ما مردم اسراف است در ماتمہا و چہلم وفاتحہ سالیانہ ایں ہمہ را در عرب اوّل وجود نبود مصلحت آنست کہ غیر از تعزیت وارثان میت تا سہ (۳) روز واطعام ایشاں یکشبانہ روز رسمے نہ باشد۔

ہم لوگوں کی بری عادات میں سے ایک فضول خرچی کرنا ہے ماتموں کے موقعوں پر اور چالیسویں اور برسی میں ان چیزوں کا پہلے عرب میں وجود نہ تھا لہٰذا مصلحت یہ ہے کہ تین روز تک سوائے تعزیت میت کے اور ایک [1] روز تک ان کو کھانا کھلا کے کوئی رسم (تیجہ وغیرہ) نہ ہو۔

---

[1] مرقات شرح مشکوٰۃ میں ہے کہ اکثر علماء اس طرف ہیں کہ اہل میت کو ایک دن ایک رات کھانا دیا جائے اور بعض اس طرف بھی ہیں کہ تین دن تین رات تک دیا جائے انتہی لہٰذا اگر تین دن تک بھی کھانا دیا گیا جیسا کہ اکثر جگہ رواج ہے تو کوئی حرج نہیں ۱۲ امنہ غفرلہ۔

اور خاندان دہلی کے روشن چراغ حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی تفسیر فتح العزیز سے علامہ لکھنوی ناقل ہیں۔

مقرر کردن روز سوم وغیرہ با تخصیص واور اضروری انگاشتن در شریعت محمدیہ ثابت نیست صاحب نصاب الاحتساب آنرا مکروہ نوشتہ۔

تیجہ وغیرہ کے دن کو باتخصیص مقرر کرنا اور اُس کو ضروری قرار دینا شریعت محمدیہ میں ثابت نہیں ہے صاحب نصاب الاحتساب نے اُس کو مکروہ لکھا ہے۔

اور بیہقی وقت حضرت قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنے وصیت نامہ میں تحریر فرماتے ہیں:

وبعد مردن من رسوم دنیوی مثل دہم وبستم وچہلم وششماہی وفاتحہ وسالیانہ ہیچ نہ کنند

اور میرے مرنے کے بعد دنیوی رسمیں جیسے دسواں بیسواں چالیسواں اور چھ ماہی اور برسی کچھ نہ کی جائے۔

ان بزرگان ملت کی شہادتوں کے بعد ہم مؤلف رسالہ "عقائد وہابیہ دیوبندیہ" عزیز احمد صاحب کو چیلنج دیتے ہیں۔

اولٰئک اشہادی فجئنا بمثلہم   اذا جمعتنا یا عزیز المجامع

اے عزیز یہ میرے شاہد ہیں۔ پس تم ان جیسے شاہدوں کو پیش کرو جبکہ ہم اور تم ایک جگہ جمع ہوں۔ اور اگر آپ کے نزدیک یہ سب اخیار امت بھی وہابی ہی تھے تو واللہ ہم اس وہابیت کے سو جان سے خریدار ہیں اور اس مبارک بے راہ روی پر جس قدر ناز کریں تھوڑا ہے۔

خدا گواہ گر جرم ما ہمیں عشق است
گناہ گبر و مسلماں بجرم ما بخشند

جب معاذ اللہ یہ سب بزرگان دین بھی گمراہ اور بے دین ہیں تو ہم ہی ایک آپ کی اس ہدایت پہ آ کے کیا کریں گے۔

ما انا الا من غزیۃ ان غوت   غویتُ وان ترشد غزیۃ ارشد

میں بھی اسی قبیلہ کا ایک فرد ہوں اگر یہ سب گمراہ ہیں تو چلو میں بھی گمراہ ہوں اور اگر یہ ہدایت یاب ہیں تو پھر میں بھی ہدایت پر ہوں۔

یہ نفس مسئلہ کی فقہی تحقیق تھی ورنہ اگر ان رسوم کے دینی اور دنیوی مفاسد پر پوری روشنی ڈالی جائے تو اس کے لیے ایک دفتر چاہیے یہاں ہم اپنے ناظرین کی عبرت انگیزی کے لیے ایک تازہ مثال لکھتے ہیں:

تھوڑا سا عرصہ گذرتا ہے کہ خاکسار اپنے وطن سنبھل میں اپنے مکان پر بیٹھا ہوا تھا سردی کا موسم تھا۔ ایک بیچاری مصیبت کی ماری مسلمان عورت جس کی عمر تقریباً چالیس برس کی ہوگی چھوٹے چھوٹے دو لڑکوں اور دو لڑکیوں کو ہمراہ لیے ہوئے میرے والد ماجد دام ظلہم العالی کا پتہ دریافت کرتی ہوئی آئی اُس مصیبت زدہ اور اُس کے ننھے بچوں کی خستہ حالی نے مجھ کو اس پر مجبور کیا کہ میں اس کا حال دریافت کروں چنانچہ میں نے خیر خواہانہ لہجہ میں اُس بیچاری سے اُس کے آنے کا باعث پوچھا اُس نے بیان کیا کہ میں فلاں گاؤں کی رہنے والی ایک مصیبت زدہ عورت ہوں۔ دو مہینے پورے نہیں ہوئے کہ میرا شوہر مجھ دکھیاری اور ان چاروں بدقسمت بچوں کو چھوڑ کر مر گیا خدا کے فضل سے گھر میں اس قدر اثاثہ تھا کہ آبرو کے ساتھ دو تین سال تک گھر میں بیٹھ کر روکھی سوکھی کھا کر اپنے ان جگر کے ٹکڑوں کو پال سکتی تھی اتنے عرصہ میں میرے یہ دو بڑے بچے اس قابل ہو جاتے کہ کسی کے گھر نوکر رکھ دیتی اور وہاں یہ اپنا گذارا کر لیتے اور میں تیری میری پسائی کٹائی کر کے اپنی ان دونوں چھوٹی بچیوں کو بھی پال لیتی اور کسی کی محتاج نہ ہوتی لیکن ان بچوں کے باپ کے مرنے کے بعد اٹھارہ بیس روپیہ تو اُن کے تیجہ دسویں میں لگ گئے اس کے بعد جب چالیسویں کا وقت آیا تو ان کے چچے تایوں نے مجھ سے گاؤں کی روٹی کو کہا میں نے افلاس اور ناداری کا عذر کیا انہوں نے کہا کہ جب ہم نے اب تک گاؤں کی روٹی کھائی ہیں تو بھلا یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ہم بھیا کے مرنے کی روٹی نہ دیں لیکن میں نے پھر بھی صرف اسی خیال سے کہ باقی عمر آبرو سے گذرے اور میں کسی وقت میں تیرے میرے در کی محتاج نہ پھروں، روٹی دینے سے انکار کر دیا اور یہاں تک کہا کہ جب میرے یہ بچے کسی قابل ہو جائیں گے تو آپ اپنے باپ کی روٹی دے لیں گے مگر انہوں نے ایک نہ سنی اور سارا گاؤں جمع ہو گیا اور ہر شخص نے سختی کے ساتھ مجھ سے روٹی کا مطالبہ کیا جب میں کسی طرح اُن کے کہنے پر آمادہ نہ ہوئی تو ان بچوں کے چچا نے مجھے گھر سے نکال دیا اور میں اس سردی کے موسم میں ان بچوں کو گلے

سے لگائے اسی طرح بے خانماں پھر رہی ہوں، جس طرح آپ دیکھ رہے ہیں میں صرف یہ چاہتی ہوں کہ آپ کے والد ان بچوں کے چچا کو بلا کر سمجھا دیں بھلا دیکھو تو سہی اگر میں اس وقت سارے گاؤں کی روٹی کر دوں گی تو ان بچوں کو کیا زہر دوں گی اُس دکھیاری کی اس درد بھری داستان کو سن کر میرا دل بھر آیا اور جس قدر اُس وقت میرے مقدور میں تھا میں نے اُس کی اور اُس کے یتیم بچوں کی خدمت بھی کی (اللہ تعالیٰ قبول فرمائے) لیکن سوء اتفاق سے میرے والد ماجد مدظلہ اس وقت مکان پر تشریف نہ رکھتے تھے کہیں باہر تشریف لے گئے تھے اس لیے نہایت افسوس اور حسرت کے ساتھ میں نے اُس سے یہ کہا کہ وہ یہاں تشریف نہیں رکھتے ہیں تم دو چار روز کے بعد آنا اگر اُن کے امکان میں تمہاری کچھ امداد ہوگی تو وہ ان شاء اللہ اپنی کوشش سے دریغ نہ کریں گے۔

وہ بیچاری عارضی طور پر کسی عزیز کے یہاں ٹھیری ہوئی تھی وہاں کو روانہ ہوگئی اور میں بھی شاید اگلے ہی روز وطن سے رخصت ہوگیا پھر مجھے معلوم نہیں کہ اُس مصیبت زدہ کا کیا حشر ہوا۔

ناظرین! ان رسوم مروجہ کے بدنتائج کی یہ ایک ادنیٰ مثال ہے جو ایک دردمند مسلمان کو خون کے آنسو رلا دینے کے لیے کافی ہے میرے نزدیک ایسی بیواؤں اور اس قسم کے یتیم بچوں کی تباہی اور بربادی کے حقیقی ذمہ دار وہ اور صرف وہ حضرات ہیں جو صرف اپنے حلوے مانڈے سیدھے کرنے کے لیے ان تباہ کن رسوم کو دین متین کا شعار بتلاتے ہیں اور جب بھی کوئی دردمند اسلام ان کی بیخ کنی کی طرف متوجہ ہوتا ہے تو یہ چوکیداروں کے لباس میں رہنے والے دین کے ڈاکو اس کو وہابی بے دین کافر بتلا کر عام مسلمانوں کو اُس سے متنفر کر دیتے ہیں لیکن یاد رہے کہ دنیا ہمیشہ رہنے کی جگہ نہیں یہاں سے جانے کے بعد ایک ایسی عدالت میں پیشی ہونی ہے جو حقیقت حال سے پورے طور پر آشنا ہے وہاں یہ سب مکائد رکھے رہ جائیں گے بلکہ یہی کفر کے لانبے لانبے فتوے وبال جان ہو جائیں گے۔

فانتظروا انی معکم من المنتظرین٥

قریب ہے یار و روز محشر چھپے گا کشتوں کا خون کیونکر
جو چپ رہے گی زبان خنجر لہو پکارے گا آستیں کا

......اور اگر ایسے خونی مناظر سے قطع نظر بھی کر لی جائے تو یہ تو عام طور پر دیکھا جاتا ہے کہ جب کوئی بے چارہ اس جہاں سے جاتا ہے تو بغیر اس کے کہ اُس کے وارثوں سے فرداً فرداً اجازت لی جائے اُس کے مال میں سے دھڑلے کے ساتھ ان رسوم میں صرف کیا جاتا ہے جو بغیر کسی اختلاف کے حرام اور قطعاً حرام ہے پھر بسا اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ میت کے وارثوں میں کوئی نابالغ بچہ بھی ہوتا ہے پھر بھی قبل از تقسیم ترکہ میت کے مال میں سے ان رسوم میں صرف کر دیا جاتا ہے حالانکہ اُس میں اس یتیم کا بھی حق ہوتا ہے، جس کے متعلق قرآن عزیز میں صاف ارشاد ہے۔

إِنَّ الَّذِينَ يَأْكُلُونَ أَمْوَالَ الْيَتٰمٰى ظُلْمًا إِنَّمَا يَأْكُلُونَ فِي بُطُونِهِمْ نَارًا وَسَيَصْلَوْنَ سَعِيرًا٥ (النساء: ١٠)

جو لوگ ناحق یتیموں کا مال کھاتے ہیں وہ گویا اپنے پیٹوں میں آگ بھر رہے ہیں اور وہ عنقریب جہنم میں ڈالے جائیں گے۔

قال: وہابیہ دیوبندیہ کے نزدیک علم غیب عطائی رسول اللہ ﷺ کا ماننا بھی محض خرافات اور باطل ہے۔

اقول: ہمارے نزدیک اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے حبیب اکرم شفیع اعظم حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کو بے حد و بے شمار یعنی بہت سے امور غائبہ کی اطلاع دی لیکن با ایں ہمہ یہ عقیدہ قطعاً باطل اور بے اصل ہے کہ آنحضرت ﷺ کو بلا استثناء غیب کی تمام باتوں کا علم تھا جیسا کہ شفا شریف اور تفسیر روح المعانی کی ان عبارات سے ظاہر ہے، جو پہلے مذکور ہو چکیں۔

اسی علم محیط تفصیلی کے ماننے کو فتاویٰ رشیدیہ میں باطل اور از قبیلہ خرافات لکھا گیا ہے۔

فتاویٰ مذکورہ کی اصل عبارت ملاحظہ ہو:

”اور جو یہ کہتے ہیں کہ علم غیب جمیع اشیاء آنحضرت ﷺ کو ذاتی نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کا عطا کیا ہوا ہے سو محض باطل و خرافات میں سے ہے۔“ کیسے اس میں کس کو کلام ہو سکتا ہے۔

ہمارے ناظرین کو یاد ہوگا کہ قریب ہی کی ایک بحث میں ہم ثابت کر چکے ہیں کہ خود فاضل بریلوی بھی اس مسئلہ میں اہل حق سے متفق ہیں اُن کے نزدیک بھی علم محیط تفصیلی حق سبحانہ

کے ساتھ خاص ہے۔ غیر اللہ کے لیے اسکا ثابت کرنا قطعاً باطل ❶ ہے پس چونکہ یہ مسئلہ متفق علیہ ہے۔ اس لیے اس پر زیادہ خامہ فرسائی ہمارے نزدیک غیر ضروری ہے لہٰذا اسی قدر پر اکتفا کرتے ہیں۔ واللہ الہادی الی سبیل الرشاد:

---

❶ یہ تمام بحث صرف اس صورت میں ہے جبکہ آنحضرت ﷺ کے لیے تمام مغیبات کا علم اللہ تعالیٰ کی تعلیم سے مانا جائے اور اگر کوئی احمق علم غیب عطائی کا یہ مطلب سمجھتا ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ نے حضور اقدس ﷺ کو کوئی ایسی قوت مدرکہ عطا فرمادی تھی جس سے آپ باختیار خود بدوں اعلام خداوندی مغیبات کا ادراک فرمالیتے تھے (جیسا کہ بعض جاہل رضا خانیوں سے میں نے خود سنا ہے) تو ایسا شخص بلاشبہ تمام اہلسنت وجماعت کے نزدیک کافر و مشرک ہے۔ جس طرح کہ آنحضرت ﷺ کے لیے خلق وتکوین، احیاء واماتت کا ثابت کرنے والا اگرچہ عطا کی آڑ لے مشرک ہے ان کے ثبوت میں عبارات مندرجہ ذیل ملاحظہ ہوں۔ عقائد اہلسنت کی معتبر ومستند کتاب شرح عقائد نسفی کے ص ۱۳۲ پر ہے۔

وبالجملة العلم بالغیب امر تفرّد به اللّٰه تعالیٰ لا سبیل الیه للعباد الا باعلام منه او الهام۔

شرح عقائد نسفی ص ۱۳۲۔

الحاصل علم غیب اللہ تعالیٰ کا خاصہ ہے بندوں کی وہاں تک رسائی ہی نہیں مگر صرف اس طور پر کہ اللہ تعالیٰ بتلادیں یا الہام فرمادیں۔

علامہ ابن نجیم جن کو فقہاء حنفیہ ابوحنیفہ ثانی کے نام سے یاد کرتے ہیں اپنی مشہور ومعتبر کتاب "بحر الرائق" میں تحریر فرماتے ہیں۔

وفی الخانیة والخلاصة تزوج بشهادة اللّٰه ورسوله لا ینعقد ویکفر لاعتقاد ان النبی صلی اللّٰه علیه وسلم یعلم الغیب۔

فتاویٰ قاضی خاں اور خلاصہ میں ہے کہ اگر کوئی شخص اللہ ورسول کو گواہ قرار دے کر نکاح کرلے تو نکاح نہ ہوگا اور وہ شخص کافر ہوجائے گا بوجہ اس اعتقاد کے کہ رسول اللہ ﷺ کو علم غیب ہے۔

اور علامہ علی قاری مکی شرح فقہ اکبر شریف میں ارقام فرماتے ہیں:

ثم اعلم ان الانبیاء علیهم السلام لم یعلموا من المغیبات الا ما اعلمهم اللّٰه تعالیٰ احیاناً وذکر الحنفیة تصریحا بالتکفیر باعتقاد ان النبی صلی اللّٰه علیه وسلم یعلم الغیب۔

پھر جاننا چاہیے کہ انبیاء علیہم السلام غیب کی باتیں نہیں جانتے تھے مگر جس قدر کہ اللہ تعالیٰ نے کبھی کبھی ان کو بتلادیا۔ اور حنفیہ نے اُس شخص کے کافر ہونے کی تصریح کی ہے جو یہ عقیدہ رکھے کہ رسول اللہ ﷺ کو علم غیب تھا۔

اور حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی تفسیر فتح العزیز کے ص ۵۲ پر عقائد باطلہ کے بیان میں تحریر فرماتے ہیں۔

یا رتبہ ائمہ واولیاء را برابر رتبہ انبیاء ومرسلین علیہم السلام گردانند وانبیاء ومرسلین علیہم السلام را لوازم الوہیت از علم غیب وشنیدن فریاد ہر کس وہر جا وقدرت بر جمیع مقدورات ثابت کنند۔ (باقی اگلے صفحہ پر)

قال: وہابیہ دیوبندیہ کے نزدیک انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے عمل کبھی کم ہوجاتے ہیں۔ اور امتی عمل میں انبیاء سے بڑھ جاتے ہیں الخ

اقول: ناظرین کرام! تحذیر الناس کے جس فقرہ سے یہ عقیدہ تراشا گیا ہے وہ فقرہ یہ ہے

"باقی رہا عمل سو اس میں اوقات "بظاہر" امتی مساوی (برابر) ہوجاتے ہیں بلکہ بڑھ بھی جاتے ہیں۔"

غور فرمایا جائے کہ "بظاہر" اور "فی الحقیقت" بڑھ جانے میں کس قدر روشن فرق ہے، جس کو عبارت فہمی کا ذرا بھی سلیقہ ہوگا وہ صرف اسی عبارت سے یہ سمجھ سکتا ہے کہ حضرت نانوتویؒ نے اس عبارت میں جہاں یہ فرمایا ہے کہ امتی کے اعمال بعض اوقات بظاہر انبیاء علیہم السلام سے بڑھ جاتے ہیں، وہیں یہ بھی تصریح فرمادی ہے کہ حقیقت کے اعتبار سے ہر حال میں انبیاء علیہم السلام ہی کے اعمال اعلیٰ وارفع رہیں گے کیونکہ اگر حضرت مولانا کی مراد یہ نہ ہوتی تو "بظاہر" کی قید کیوں لگاتے الغرض "بظاہر" کا لفظ اس قسم کے معاندانہ شبہات کی پوری بیخ کنی کر رہا

(گزشتہ سے پیوستہ) یعنی اماموں اور ولیوں کو انبیاء علیہم السلام کے برابر جاننا اور انبیاء علیہم السلام کے لیے لوازم الوہیت جیسے علم غیب وغیرہ ثابت کرنا یہ سب باطل اور کفر ہے۔

ان تمام عبارات سے صاف ظاہر ہے کہ کسی قوت ادراکیہ عطائیہ کے ذریعہ اپنے اختیار سے بغیر تعلیم خداوندی مغیبات کا ادراک کرلینا" یہ صفت کسی مخلوق کو عطا نہیں فرمائی گئی۔

نیز انہی عبارات سے یہ بھی معلوم ہوگیا کہ جو شخص اس خاص صفت کو کسی مخلوق کے لیے ثابت کرے اگرچہ عطا کی آڑ لے کافر ومشرک ہے قرآن وحدیث تو بڑی چیز ہے اہلسنت وجماعت میں سے کوئی ایک بھی ایسا فرد نہیں بتلایا جاسکتا جو آنحضرت ﷺ کے متعلق یہ عقیدہ رکھتا ہو کہ (معاذ اللہ) حق تعالیٰ نے آپ کو کوئی ایسی قوت ادراکیہ عطا فرمادی تھی جس سے آپ باختیار خود بغیر تعلیم خداوندی جب چاہتے تھے غیب کی باتوں کو دریافت فرمالیتے تھے اور اس دریافت کرنے میں بالکل مستقل تھے۔ الغرض امت محمدیہ کا دامن تو ہمیشہ اس قسم کے عقیدوں سے پاک رہا ہے اور ان شاء اللہ العزیز پاک رہے گا البتہ مشرکین عرب ضرور کاہنوں کے متعلق یہ عقیدہ رکھتے تھے۔

چنانچہ علامہ سعد الدین تفتازانی شرح عقائد نسفی میں ارقام فرماتے ہیں۔

ومنهم من کان یزعم انه یستدرك الامور بفهم اعطیه (شرح عقائد نسفی ص ۱۳۲)

ان میں سے بعض لوگوں کا کاہنوں کے متعلق یہ عقیدہ تھا کہ وہ امور غیبیہ کا ادراک ایک ایسی قوت مدرکہ سے کرلیتے ہیں جو ان کو عطا کی گئی ہے

پس آنحضرت ﷺ کے متعلق ایسا عقیدہ رکھنا خالص شرک اور کہانت جاہلیہ کا ایک شعبہ ہے۔ منہ غفرلہٗ

ہے۔اسی کی ایک علمی تقریر اس طرح بھی کی جاسکتی ہے کہ مصنفین کے کلام میں مفہوم مخالف معتبر ہے چنانچہ علامہ ابن عابدین ردالمختار ص ۶۴۴ ج ۳ میں فرماتے ہیں:

فی انفع المسائل مفهوم التصنيف حجةٌ

انفع المسائل میں ہے کہ تصنیفات میں مفہوم مخالف حجت ہے

نیز اسی صفحہ میں ابن امیر الحاج کی شرح تحریر سے شمس الائمہ کردری کا یہ قول نقل کرتے ہیں

ان تخصيص الشئ بالذكر لا يدل على نفي الحكم عما عداه في خطابات الشرع اما في متفاهم الناس وعرفهم يدل۔

تخصیص کرکے کسی چیز کو ذکر کرنا نصوص شرعیہ میں تو اس کے ماسوائے حکم کی نفی پر دلالت نہیں کرتا لیکن لوگوں کے عرف عام اور ان کے محاورات میں دلالت کرتا ہے۔

الغرض یہ مسئلہ طے شدہ ہے کہ مصنفین کے کلام میں مفہوم مخالف سب کے نزدیک معتبر ہے اور احناف وشوافع کا جو اختلاف اس موقع پر مشہور ہے وہ صرف نصوص شرعیہ ہی تک محدود ہے بنابریں تحذیر الناس کی اس عبارت کا مطلب یہ ہوا۔

''ظاہری نظر کے اعتبار سے بسا اوقات امتی کے اعمال بڑھ جاتے ہیں لیکن واقعۃً ہمیشہ نبی ہی کے اعمال بڑھے ہوئے رہتے ہیں۔''

اسی کا حاصل اصطلاحی الفاظ میں اس طرح بیان کیا جاسکتا ہے کہ:

''بظاہر کمیت کے اعتبار سے کبھی امتی کا عمل بڑھ جاتا ہے نہ کیفیت کے اعتبار سے۔''

پھر اس تحقیق کو اہلسنت وجماعت کے مسلک کے خلاف سمجھنا مذہب اہلسنت سے انتہائی ناواقفی کی دلیل ہے۔

اہلسنت کے مسلم امام حضرت امام فخر الدین رازی تفسیر کبیر میں ارقام فرماتے ہیں:

قد نجد في الامة من هو اطول عمراً واشد اجتهاداً من النبي صلى الله عليه وسلم (تفسیر کبیر جلد اوّل ص ۲۸۵)

ہم امت میں بعض ایسے لوگوں کو پاتے ہیں جن کی عمر بھی آنحضرت ﷺ سے زیادہ لانبی ہوئی اور اُن کا مجاہدہ بھی زیادہ سخت تھا۔

الغرض بظاہر کسی امتی کے اعمال کا بڑھ جانا تو کوئی مستبعد چیز نہیں بلکہ مشاہد ہے البتہ عمل کی اس ظاہری کثرت وقلت کو مدار فضیلت سمجھنا (جیسا کہ رضا خانی سمجھے ہوئے ہیں) یقیناً مستبعد اور قابل حیرت ہے۔ کاش یہ نادان دوست سمجھتے کہ اس اصول پر تو معاذ اللہ ملائکہ حضرات انبیاء علیہم السلام سے افضل قرار پائیں گے کیونکہ بنی آدم کی عمر کو اُن کی عمروں سے کوئی نسبت نہیں پھر اُن کا ہمہ وقت کا مشغلہ تسبیح وتقدیس مولیٰ جل شانہ ہے تو لامحالہ اُن کے عمل ظاہراً انبیاء علیہم السلام سے زیادہ ہونگے حالانکہ اہلسنت کا اجماعی مسئلہ ہے کہ حضرات انبیاء علیہم السلام ملائکۃ اللہ سے افضل ہیں الغرض یہ اصول ہی غلط اور لاتعداد مفاسد کو مستلزم ہے کہ عمل کی اس ظاہری کثرت وقلت پر فضیلت کا مدار ہے'' امام موصوف تفسیر کبیر کے اُسی صفحہ پر فرماتے ہیں۔

فاذن كثرة العبادات ومشقتها لا تقتضي التفاوت في الفضل۔

(تفسیر کبیر جلد اوّل ص ۲۸۵)

پس..... عبادات کی کثرت اور اُس کی مشقت فضیلت کی کمی بیشی کو مقتضی نہیں۔

افسوس جن کو اہلسنت اور فلاسفہ ومعتزلہ کے مذہب کا فرق بھی معلوم نہیں وہ حجۃ الاسلام مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ پر اعتراض کرنے کے لیے قلم اٹھاتے ہیں ع

الٰہی کیوں نہیں اُٹھتی قیامت ماجرا کیا ہے

☆☆☆

قال: وہابیہ دیوبندیہ کے نزدیک امام حسین علیہ السلام کی نیاز کا شربت حرام ہے۔ فتاویٰ رشیدیہ جلد ۳، ص ۴۲ پر ہے۔

''محرم میں ذکر شہادت حسین علیہ السلام کرنا اگرچہ بروایات صحیحہ ہو یا سبیل لگانا دودھ پلانا شربت پلانا چندہ سبیل شربت میں دینا نادرست اور تشبہ روافض کی وجہ سے حرام ہے'' ملخصاً۔

اقول: بے شک بالتخصیص ایام محرم میں حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت او واقعات کربلا کا ذکر کرنا اور سبیلیں وغیرہ لگانا اہلسنت کے نزدیک ممنوع اور ناجائز ہے کیونکہ اس میں روافض (خذلہم اللہ تعالیٰ) کے ساتھ ظاہرہ وباہر مشابہت ہے۔

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من تشبه بقوم فهو منهم (رواه ابو داود)

فرمایا جناب رسول اللہ ﷺ نے جس نے جس قوم کی مشابہت اختیار کی وہ انہی میں سے ہے۔

دوسرے یہ کہ یہ مسئلہ مسلمہ ہے کہ اگر کوئی فعل فی نفسہ مباح یا مستحسن بھی ہو لیکن وہ کسی گمراہ قوم کا شعار ہو جائے تو مسلمانوں کے حق میں وہ فعل ممنوع اور محذور ہو جاتا ہے۔

علامہ علی قاری مکی ایک حدیث کی شرح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

فیہ اشارة الی انّ کل سنة تکون شعار اهل البدعة فترکها اولیٰ۔

اس حدیث میں اشارہ ہے اس کی طرف کہ جو سنت بھی اہل بدعت کا شعار ہو جائے اُس کا ترک کر دینا ہی بہتر ہے۔

پس چونکہ ہمارے دیار میں یہ تمام باتیں روافض یا نام کے سُنّی نیم رافضیوں کا شعار ہو گئی ہیں لہٰذا اس وجہ سے بھی ناجائز اور واجب الترک ہیں پھر بلا وجہ ایام محرم کی تخصیص یقیناً بدعت اور رفض کا ایک شعبہ ہے۔ مجموعہ فتاویٰ حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب جلد اوّل ص ۹۸ پر ہے۔

سوال: پختن طعام در ایام ربیع الاول برائے خدا و رسانیدن ثواب اں بروح پر فتوح حضرت سرور کائنات ﷺ یا حضرتِ امام حسین علیہ السلام در ماہ محرم و دیگر آل اطہار سید مختار صحیح ہست یانہ۔

ایام ماہ ربیع الاول میں صرف خدا واسطے کھانا پکانا اور اس کا ثواب آنحضرت ﷺ کی روح پر فتوح کو پہنچانا۔ یا ماہ محرم میں حضرت امام حسین علیہ السلام اور دوسرے اہل بیت کرام کی ارواح طیبہ کو پہنچانا درست ہے یا نہیں؟

جواب: انسان در فعل خود مختار است میرسد کہ ثواب عمل خود بزرگان با ایمان خود گرداند لیکن برائے ایں کار وقت و روز تعیین نمودن و ماہے مقرر کردن بدعت است آرے اگر وقت بعمل آرند کہ در آں ثواب زیادہ شود مثل ماہ رمضان کہ در آں ہفتاد درجہ ثواب زیادہ شود مضائقہ نیست زیرا کہ پیغمبر ﷺ برآں ترغیب فرمودہ اند بقول امیر المومنین حضرت علی مرتضےٰؓ و ہر چیز کہ برآں ترغیب صاحب شرع نہ باشد آں فعل عبث است مخالف سنت سید الانام و مخالف سنت حرام است پس ہرگز روانہ باشد۔ انتہی۔

جواب: انسان اپنے فعل کا مختار ہے اس کو حق حاصل ہے کہ وہ اپنے کسی عمل کا ثواب اپنے بزرگان دین کو پہنچا دے لیکن اس کام کے لیے کوئی خاص وقت یا خاص دن مقرر کرنا یا کوئی

مہینہ متعین کرنا بدعت ہے۔ ہاں اگر کسی ایسے خاص وقت میں کیا جائے جس میں عمل کا ثواب نسبتاً اور اوقات سے زیادہ ہوتا ہو (یا اور تعیین بھی صرف اسی نیت سے ہو) جیسے کہ ماہ رمضان المبارک کہ اُس میں عمل کا ثواب ستر (۷۰) گنا ہوتا ہے تو کوئی مضائقہ نہیں اس لیے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت کے موجب آنحضرت ﷺ نے اس پر ترغیب دی ہے۔ اور جس چیز پر کہ صاحب شریعت کی ترغیب نہ ہو وہ عبث اور سردار دو جہاں کی سنت کے مخالف ہے اور حضور کی سنت کے خلاف کرنا حرام ہے۔ لہٰذا (یہ بے دلیل تعیین) ہرگز جائز نہ ہوگی۔

الغرض ایام محرم میں سبیلیں وغیرہ لگانا بوجہ مذکورہ اہلسنت کے نزدیک ناجائز اور ممنوع ہے امام العرب والعجم حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنی بعض تصانیف میں اس کی تصریح فرمائی ہے۔ لیکن با ایں ہمہ اگر ان سبیلوں سے صرف ایصال ثواب مقصود ہو اور حضرت امام حسینؓ کی نذر کی نیت نہ ہو تو سبیلوں کا شربت حرام نہ ہوگا اگرچہ یہ فعل فی نفسہ خالی از معصیت نہیں چنانچہ فتاویٰ رشیدیہ جلد اول ص ۸۱ پر اس کی تصریح کر دی گئی ہے اور اگر یہ چیزیں نذر اور منت کے طور پر کی جائیں جیسا کہ بہت سے عوام کالانعام کی نسبت سنا گیا ہے تو پھر شربت وغیرہ کے حرام ہونے میں بھی شبہ نہیں۔ فتاویٰ عزیزیہ جلد اوّل میں ہے:

سوال: طعام منت بزرگان...... خوردن آں جائز است یانہ۔

جواب: خوردن آں قریب بحرام است بشرطیکہ نیت نذر غیر اللہ باشد ملخصاً از فتاویٰ حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب ج ۱، ص ۹۔

سوال: بزرگوں کی منت کا کھانا کھانا...... درست ہے یا نہیں۔

جواب: اس کا کھانا تقریباً حرام ہے بشرطیکہ نذر لغیر اللہ کی نیت سے ہو۔ از فتاویٰ حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب ج ۱، ص ۹۔

قال: وہابیہ دیوبندیہ کے نزدیک ہولی دیوالی کی پوری کچوری جائز۔ فتاویٰ رشیدیہ جلد...... ص ۱۰۷ میں ہے۔ ہندو تہوار ہولی ہو یا دیوالی میں اپنے اُستاد یا حاکم یا نوکر کو کھیلیں یا پوری یا اور کچھ کھانا بطور تحفہ بھیجتے ہیں اُن چیزوں کا لینا اور کھانا اُستاد و حاکم و نوکر مسلمان کو درست ہے یا نہیں الجواب درست ہے۔ ملخصاً:

اقول: کیا کسی چیز کے حرام اور ناجائز ہونے کے لیے جناب کا صرف اتنا لکھ دینا کافی ہے کہ "یہ چیز وہابیہ دیوبندیہ کے نزدیک جائز ہے" بندۂ خدا اگر اس سے اختلاف تھا تو کوئی دلیل پیش کر دی ہوتی۔

اس سادگی پہ کون نہ مر جائے یا خدا
لڑتے ہیں اور ہاتھ میں تلوار بھی نہیں

اس کے بعد ہم آپ کو بتلاتے ہیں کہ یہ صرف وہابیہ دیوبندیہ ہی کا خیال نہیں ہے بلکہ وہابیہ بریلویہ کے سپہ سالار اعلیٰ حضرت خان بریلوی بھی یہی فرما رہے ہیں (دیکھو ملفوظات خان صاحب بالقابہم جلد اول ص ۱۰۳) اب ذرا ان خان صاحب کی بھی نبض دیکھیے۔

سمجھے تھے جس کو طبیب اپنا دل اُس کا کسی پر زار ہے
مژدہ باد اے مرگ عیسیٰ آپ ہی بیمار ہے

قال: وہابیہ دیوبندیہ کے نزدیک ہمیشہ سے امکان کذب میں اختلاف چلا آتا ہے براہین قاطعہ ص ۱۲ پر ہے "امکان کذب کا مسئلہ تو اب جدید کسی نے نہیں نکالا بلکہ قدماء میں اختلاف ہے کہ خلف وعید آیا جائز ہے یا نہیں ملخصاً۔

اقول: بے شک مسئلہ عموم قدرت جس کا ڈراؤنا سا نام اہل بدعت نے "امکان کذب" رکھا ہے "علم غیب" کی طرح تیرہویں یا چودھویں صدی کی ایجاد نہیں بلکہ ہمیشہ سے اہل تحقیق اسی کے قائل چلے آئے ہیں لیکن نفس مسئلہ کی تحقیق سے پہلے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ بقدر ضرورت محل نزاع کی تعیین کر دی جائے کیونکہ اس مسئلہ کے نامناسب عنوان سے بہت لوگوں غلط فہمی پیدا ہوگئی ہے۔ ہمارے ناظرین بغور ملاحظہ فرمائیں۔

یہ تو متفق علیہ ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے نہ کبھی جھوٹ بولا نہ بولتا ہے نہ بولے گا اس کے تمام کلام بلاشبہ صادق اور مطابق واقعہ ہیں جو شخص اُس کے کلام میں شائبہ کذب کو بھی جائز رکھے وہ کافر ہے ملعون ہے۔ لیکن بایں ہمہ حضرات اہلسنت کا یہ عقیدہ ہے کہ جو خبر اُس نے اپنے کلام ازلی میں دی ہے اُس کے خلاف کرنے سے وہ عاجز نہیں کر سکتا ہے لیکن کرے گا ہرگز نہیں مثلاً قرآن عزیز میں ارشاد ہے اِنَّ اللّٰہَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَكَ بِهٖ الآیة (النساء: ۴۸) یعنی اللہ تعالیٰ مشرک کو نہ بخشے گا۔ پس یہ تو سب کے نزدیک مسلم ہے کہ کوئی مشرک ایک لمحہ کے لیے

بھی نہیں بخشا جائے گا۔ لیکن اس میں اختلاف ہے کہ یہ نہ بخشنا اختیاری ہوگا یا اضطراری پس اہلسنت تو یہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اس نہ بخشنے میں مجبور نہیں بلکہ اُس کو قدرت ہے کہ وہ بخش دے لیکن وہ اپنے اختیار سے نہیں بخشے گا کیونکہ وہ فرما چکا ہے کہ میں مشرک کو نہ بخشوں گا اور وہ اصدق القائلین ہے اور بعض معتزلہ اور ہمارے زمانہ کے نادان بدعتی کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ مشرک کے اس نہ بخشنے میں مجبور محض ہے اُس کو یہ قدرت ہی نہ رہی کہ اس کو بخش سکے وہ اس معاملہ میں بالکل عاجز ہے یہ ہے اصل اختلاف اور یہ ہے وہ مسئلہ جس کا ڈراؤنا سا نام امکان کذب رکھ لیا گیا ہے اہلسنت نے اپنی طرف سے جو ثبوت پیش کیا ہے وہ تو (جہد المقل فی تنزیہ المعز والمذل) میں ملاحظہ ہو۔ یہاں ہم صرف نمونے کے طور پر چند ادلہ نقل کرتے ہیں:

قرآن عزیز میں ارشاد ہے۔ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ (الانفال: ۳۳) یعنی اے محبوب جب کہ تم اُن میں ہو ہم اُن پر عذاب نہ بھیجیں گے۔ اس آیت میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے خبر دی ہے کہ آنحضرت ﷺ کے ہوتے ہوئے کوئی عذاب اہل زمین پر نازل نہیں کیا جائے گا اور دوسری آیت کریمہ میں ارشاد ہے کہ ہم اس پر قادر ہیں کہ تم لوگوں پر عذاب بھیج دیں (عاجز نہیں ہیں) چنانچہ ارشاد ہے۔ قُلْ هُوَ الْقَادِرُ عَلٰى ان یبعث علیکم عذاباً الآیة (الانعام: ۶۵) یعنی اے محمد (ﷺ) اُن سے فرما دیجیے کہ اللہ اس پر قادر ہے کہ تم پر عذاب بھیج دے۔ ان دونوں آیتوں کے ملانے سے صاف ظاہر ہے کہ اگر اللہ تبارک وتعالیٰ کوئی وعدہ فرمائیں تو اُس کے خلاف پر بھی قادر رہتے ہیں عاجز اور مجبور نہیں ہو جاتے اور الحمد للہ یہی اہل سنت کا مسلک ہے۔

قاضی بیضاوی تفسیر بیضاوی شریف میں ارقام فرماتے ہیں:

والاخبار بوقوع الشئ اوعدمه لا ینفی القدرة علیه۔

(تفسیر بیضاوی ج۱، ص ۴۴)

اور اللہ تبارک وتعالیٰ کا خبر دے دینا کسی چیز کے وقوع یا عدم وقوع کی اس کو اس کی قدرت سے خارج نہیں کر دیتا۔

اسی کے حاشیہ پر علامہ سیالکوٹی فرماتے ہیں:

ان اخباره تعالیٰ بوقوع الشئ او عدم وقوعه لا ینفی القدرة علیه ولا یخرجه

من الامکان الذاتی لامتناع الانقلاب وانما ینفی عدم وقوعه او وقوعه

(حاشیه بیضاوی للعلامه السیالکوتی ص ۱۵۰ مطبوعه مطبع نولکشور)

اللہ تعالیٰ کا کسی چیز کے وقوع یا عدم وقوع کی خبر دینا اُس کو مقدوریت اور ممکن بالذات ہونے سے نہیں نکال دیتا اس لیے کہ یہ انقلاب محال ہے۔ ہاں صرف اُس کے وقوع یا عدم وقوع کی نفی کرتا ہے (یعنی اخبار کا اثر صرف وقوع پر پڑتا ہے نہ کہ قدرت پر)

پھر اسی حاشیہ کے ص ۱۵۱ پر ہے:

انه تعالیٰ مع اخباره بانّه یفعل امرًا قادر علیه ولا یخرجه عن الامکان الذاتی الی الوجوب الذاتی فکذا الاخبار بعدم الوقوع لا یخرجه عن الامکان الی الامتناع الذاتی۔

بہ تحقیق اللہ تعالیٰ باوجود اس خبر دے دینے کے وہ ایسا کرے گا اس پر قادر رہتا ہے اور یہ خبر دینا اس فعل کو امکان ذاتی سے نکال کر وجوب ذاتی کی حدود میں داخل نہیں کر دیتا پس اسی طرح اللہ تعالیٰ کا یہ خبر دے دینا کہ فلاں چیز واقع نہ ہوگی اُس کو دائرہ امکان سے نکال کر حدود امتناع میں داخل نہیں کر دیتا یعنی اس خبر دینے کے بعد بھی وہ چیز ممکن بالذات اور تحت القدرۃ ہی رہتی ہے۔

اور عقائد اہل سنت کی معتبر و مستند کتاب شرح مواقف میں ہے:

اوجب جمیع المعتزلة والخوارج عقاب صاحب الکبیرة اذا مات بلا توبة ولم یجوزوا ان یعفو اللّٰه عنه بوجهین الاول انه تعالیٰ اوعد بالعقاب علی الکبیرة واخبر به ای بالعقاب علیها فلو لم یعاقب علی الکبیرة وعفا لزم الخلف فی وعیده والکذب فی خبره وهو محال والجواب غایته وقوع العقاب فاین وجوب العقاب الذی کلامنا فیه اذ لا شبهة فی ان عدم الوجوب مع الوقوع لا یستلزم خلفًا ولا کذبًا لا یقال انه یستلزم جوازهما وهو ایضًا محال لانا نقول استحالته ممنوعة کیف

وهما من الممکنات التی تشملها قدرته تعالیٰ الخ

(شرح مواقف کشوری ص ۷۰۹)

تمام معتزلہ اور خوارج نے گناہ کبیرہ کے مرتکب کے عذاب کو جبکہ وہ بلا توبہ مر جائے واجب کہا ہے اور وہ اس کو ممکن نہیں سمجھتے کہ اللہ اُس کو معاف کر دے (یعنی اُس کی معافی ان احمقوں کے نزدیک محال اور اللہ تعالیٰ کی قدرت سے باہر ہے معاذ اللہ) اور اس کی اُنہوں نے دو وجہ بیان کی ہیں۔ اول یہ کہ اللہ تعالیٰ نے کبیرہ گناہوں پر عذاب کی خبر دی ہے پس اگر اب عذاب نہ دے اور معاف کر دے تو وعید کے خلاف اور اُس کی اس خبر میں کذب لازم آتا ہے اور یہ محال ہے (ختم ہوئی دلیل معتزلہ کی اس کے بعد علامہ فرماتے ہیں کہ اہل سنت کی طرف سے ان کی اس دلیل کا) جواب یہ ہے کہ...... اس خبر سے زیادہ سے زیادہ عذاب کا وقوع لازم آتا ہے نہ کہ وجوب جس میں گفتگو ہے کیونکہ وجوب کے بدون ہی اگر وقوع ہو جائے تو پھر نہ خلف رہا نہ کذب کوئی یہ نہ کہے کہ اس صورت میں خلف اور کذب کا امکان تو لازم آئے گا اور حالانکہ وہ بھی محال ہے۔ کیونکہ ہم اہلسنت وجماعت کو اس کا محال ہونا تسلیم نہیں اور بھلا کیسے محال ہوسکتا ہے جبکہ خلف اور کذب اُن ممکنات میں سے ہیں جو اللہ کی قدرت کے تحت میں داخل ہیں فقط۔

اور محقق ابن الہمام حنفی جن کے متعلق علامہ ابن عابدین شامی میں فرماتے ہیں قد بلغ رُتبة الاجتهاد یہ رتبہ اجتہاد کو پہنچے ہوئے ہیں اپنی نفیس اور معتمد کتاب مسایرہ اور اُن کے تمیذ رشید ابن ابی الشریف مقدسی اُس کی شرح مسائرہ میں ارقام فرماتے ہیں:

ثم قال ای صاحب العمدة ولا یوصف اللّٰه تعالیٰ بالقدرة علی الظلم والسفه والکذب لان المحال لا یدخل تحت القدرة ای لا یصلح متعلقًا لها وعند المعتزلة یقدر تعالیٰ علیٰ کل ذالك ولا یفعل۔ انتهی کلام صاحب العمدة وکانّه انقلب علیه ما نقله عن المعتزلة اذ لا شك ان سلب القدرة عما ذکر هو مذهب المعتزلة واما ثبوتها ای القدرة علیٰ ما ذکر ثم الامتناع عن متعلّقها اختیارًا فبمذهب ای فهو بمذهب

الاشاعرة الیق منه بمذهب المعتزلة ولا یخفٰی ان هذا الالیق ادخل فی التنزیه ایضًا اذلا شك فی ان الامتناع عنها ای عن المذکورات من الظلم والسفه والکذب من باب التنزیهات عما لا یلیق بجناب قدسه تعالٰی فیسیر بناءً للمفعول ای یختبر العقل فی ان ای الفصلین ابلغ فی التنزیه عن الفحشاء اهو القدرة علیه ای علی ما ذکر من الامور الثلٰثة مع الامتناع ای امتناعه تعالٰی عنه مختارًا لذالك الامتناع او الامتناع ای امتناعه عنه لعدم القدرة علیه فیجب العول بادخل القولین فی التنزیه وهو القول الالیق بمذهب الاشاعرة۔

پھر صاحب عمدہ نے کہا کہ حق تعالیٰ کی نسبت یوں نہیں کہہ سکتے کہ وہ ظلم اور سفاہت اور کذب پر قادر ہے کیونکہ محال قدرت کے تحت میں داخل نہیں ہوتا یعنی وہ اس قابل نہیں کہ قدرت اُس سے متعلق ہو۔ اور معتزلہ کے نزدیک ان افعال مذکورہ پر حق تعالیٰ قادر تو ہے مگر کرے گا نہیں (ختم ہوا کلام صاحب عمدہ کا اس کے بعد محقق موصوف فرماتے ہیں) کہ صاحب عمدہ کے اس کلام میں الٹ پلٹ ہوگیا کیونکہ اس میں شک نہیں کہ ظلم اور کذب وغیرہ سے قدرت کا سلب کرنا (اور یہ کہنا کہ یہ افعال اللہ کی قدرت سے باہر ہیں) بعینہٖ معتزلہ کا مذہب ہے اور ان افعال پر قدرت ماننا اور یہ کہنا کہ اللہ تعالیٰ باختیار خود ان افعال کو نہیں کرتے پس یہ قول اشاعرہ یعنی اہلسنت کے مذہب کے زیادہ مناسب اور اُسی پر زیادہ چسپاں ہے۔ اور یہ بھی ظاہر ہے کہ اسی قول میں اللہ تعالیٰ کی زیادہ تنزیہہ ہے یقیناً ان تمام چیزوں سے باز رہنا تنزیہات کے باب سے ہے پس یہاں عقل کا امتحان ہے کہ ان دونوں صورتوں میں سے کس کو اللہ تعالیٰ کی تنزیہہ میں زیادہ دخل ہے۔ آیا اس صورت میں زیادہ تنزیہہ ہے کہ ان کذب وغیرہ تینوں چیزوں پر اللہ تعالیٰ کی قدرت مانی جائے اور یوں کہا جائے کہ وہ ان پر قادر ہے لیکن باختیار خود ان کو نہیں کرتا یا اس میں اُس کی زیادہ تنزیہہ ہے کہ یوں کہا جائے کہ اللہ تعالیٰ ان فعلوں کو اس لیے نہیں کرتا کہ یہ اُس کی قدرت ہی میں نہیں بلکہ وہ اُن سے عاجز ہے پس جس میں اُس کی زیادہ تنزیہہ ہو اُسی کا عقیدہ رکھنا چاہیے اور وہ وہی قول ہے جو اشاعرہ کے

مذہب سے چسپاں ہے (یعنی کذب وغیرہ تینوں چیزوں پر اس کی قدرت تو مانی جائے لیکن یہ عقیدہ رکھا جائے کہ اللہ تعالیٰ باختیار خود ان افعال کو نہیں کرتا نہ یہ کہ وہ ان سے عاجز ہے۔

کانپور کے نئے محقق صاحب! سنا آپ نے قرآن عزیز کا فیصلہ قاضی بیضاوی وعلامہ سیالکوٹی وامام اہل سنت میر سید شریف کے ارشادات اور امام ابن الہمام اور اُن کے تلمیذ رشید ابن ابی الشریف مقدسی کا فتویٰ۔ کہیے قرآن عزیز کا اتباع اور ائمہ اہل سنت کی تقلید پسند ہے یا معتزلہ اور فلاسفہ ملاعنہ کی ہم نوائی؟ دیکھو کہیں جوش میں یہ نہ کہہ جانا۔

رو بسوئے حق چوں آریم چوں
رو بسوئے مذہب اضلال دار و پیر ما

جب ہمارے بڑے سرکار خان صاحب بریلوی ہی معتزلہ کے مذہب کو اختیار کر رہے ہیں تو پھر ہمیں کیا ضرورت پڑی ہے کہ خواہ مخواہ قرآن کو مان کے اور اہل سنت کا مذہب اختیار کر کے وہابی بنیں۔

عزیزم! اب بھی کچھ نہیں بگڑا آخرت میں صرف اتباع حق کام آئے گا شیطان بھی اپنے لگے لپٹوں کے متعلق یہ کہہ کے صاف علیحدہ ہو❶ جائے گا۔ ❷مَا كَانَ لِیَ عَلَیْكُمْ مِّنْ سُلْطٰنٍ اِلَّآ اَنْ دَعَوْتُكُمْ فَاسْتَجَبْتُمْ لِیْ فَلَا تَلُوْمُوْنِیْ وَلُوْمُوْٓا اَنْفُسَكُمْ۔ (ابراھیم :۲۲)

باز آ باز آ ہر آں چہ ہستی باز آ
گر کافر وگبر و بت پرستی باز آ
کیں درگہ ما درگہ نو امیدی نیست
گر ہزار بار توبہ شکستی باز آ

قال: وہابیہ دیوبندیہ کے نزدیک جو چار مصلے مکہ معظمہ میں ہیں وہ برے ہیں۔ سبیل الرشاد ص ۲۷ (مصنفہ مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی)

---

❶ یہ مطلب نہیں ہے کہ اُس سے باز پرس نہ ہوگی اور وہ یہ کہہ کر رہا ہو جائے گا بلکہ مراد یہ ہے کہ وہ اپنے [illegible] کچھ ساتھ نہ دے گا اس لیے عرض کر دینا پڑا کہ کہیں کوئی کرم فرما رضاخانیت کی مشق اسی جملہ پر شروع نہ کر دیں۔

❷ میرا تم پر کوئی بس نہیں تھا بجز اس کے کہ میں نے گمراہی کی دعوت دی تم نے اس کو مان لیا اس لیے مجھے ملامت نہ کرو بلکہ خود اپنے آپ کو ملامت کرو۔

اقول: ہمیں پھر افسوس کے ساتھ عرض کرنا پڑتا ہے کہ جن مسکینوں کا مبلغ علم صرف اہل بدعت کے چند رسالے ہیں وہ آج قطب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی قدس سرہٗ کے کلام پر اعتراض کرنے کا شوق رکھتے ہیں۔

انقلاب چمن دہر کی دیکھی تکمیل
آج قاروں بھی کہہ دیتا ہے حاتم کو بخیل
ابو حنیفہ کو کہے طفل دبستاں جاہل
شیخ کی کرتے ہیں اسکول کے بچے تجہیل
سامری موسیٰ عمران کو کہے جادوگر
لوح محفوظ کو کہتی ہے محرف انجیل

کاش اُرقلم پکڑنے سے پہلے مذہب حنفی کی متداول کتاب شامی ہی کو دیکھ لیا ہوتا تو معلوم ہو جاتا کہ علماء سلف نے پہلے ہی سے اس فعل کو کچھ اچھی نظر سے نہیں دیکھا ہے۔

علامہ ابن عابدین منحۃ الخالق حاشیہ بحر الرائق ج ۱ ص ۳۴۶ پر رملی سے ناقل ہیں کہ:

ذکر العلامۃ السندھی تلمیذ المحقق ابن الھمام) ان ما یفعلہ اھل الحرمین مکروہ اتفاقاً وانہ نقل عن بعض مشائخنا انکارہ صریحا حین حضر الموسم بمکۃ سنۃ احدیٰ وخمسین وخمس مائۃ منھم الشریف الغزنوی وانہ افتی الامام ابو القاسم الحبان المالکی سنۃ خمسین وخمس مائۃ بمنع الصلوٰۃ بائمۃ متعددۃ وجماعات مترتبۃ وعدم جوازھا علیٰ مذھب العلماء الاربعۃ وردّ علیٰ من قال بخلافہ ونقل انکار ذالک عن جماعۃ من الحنفیۃ والشافعیۃ والمالکیۃ حضروا الموسم سنۃ احدیٰ وخمسین وخمسمائۃ۔

(منحۃ الخلق حاشیہ بحر الرائق ج ۱ ص ۳۴۶)

(علامہ سندھی تلمیذ محقق ابن الہمام) نے (اپنے ایک مستقل رسالہ میں) لکھا ہے کہ یہ جو اہل حرمین کرتے ہیں بالاتفاق مکروہ ہے اور ہمارے بعض مشائخ حنفیہ سے جن میں سے ایک

علامہ شریف غزنوی بھی ہیں منقول ہے کہ انہوں نے اس فعل کی صراحۃً مذمت کی جبکہ وہ ۵۵۱ھ میں حج کے موقعہ پر مکہ معظمہ پہنچے اور بہ تحقیق امام ابوالقاسم حبان مالکی نے ۵۵۵ھ میں اس طرح متعدد اماموں اور پے درپے جماعتوں کے ساتھ نماز کے ناجائز اور ممنوع ہونے کا مذاہب اربعہ کی رو سے فتوٰی دیا ہے اور ان لوگوں کی تردید کی ہے جو اس کے خلاف کہتے ہیں اور علماء حنفیہ وشافعیہ ومالکیہ کی ایک بڑی جماعت سے اس فعل کی مذمت نقل کی ہے جبکہ وہ ۵۵۱ھ میں حج کے موقعہ پر...... مکہ معظمہ حاضر ہوئے۔ (منحۃ الخالق حاشیہ بحر الرائق ج ۱ ص ۳۴۶)

دیکھا جناب نے کہ کتنے ائمہ مذاہب اربعہ نے اِس فعل کی مذمت کی ہے اور کن سلف صالحین سے حضرت مرحوم گنگوہی کا دامن وابستہ ہے۔ فرمایئے اِن سب کے متعلق کیا حکم ہے اور آٹھ سو برس سے اب تک جس قدر علماء وصلحا نے ان ائمہ کو اپنا مقتدا اور پیشوا سمجھا اُن سب کا کہاں ٹھکانا ہے۔

آں شوخ سرخ جامہ سوار سمند شد
یاراں حذر کنید کہ آتش بلند شد

عزیز من! تاوقت یہ کہ کچھ استعداد نہ پیدا کرلی جائے تصنیف کے میدان میں قدم رکھنا صرف ذلت اور رسوائی ہی کا باعث ہوتا ہے۔ اور اگر صرف

بدنام اگر ہونگے تو کیا نام نہ ہوگا

کے اصول پر نام پیدا کرنا ہے تو سمجھ لو کہ اس حساب سے شیطان سب سے بڑے نام والا ہے۔

نصیحت گوش کن جاناکہ از جان دوست تر دارند
جوانان سعادت مند پند پیر دانا را

الحمد للہ علیٰ احسانہٖ کہ اس رسالہ میں آپ کے جن الزامات کا جواب دینا مقصود تھا اُن کی جواب دہی سے ہم بروجہ احسن فارغ ہو چکے اور امید کرتے ہیں کہ اس ناچیز رسالہ کے دیکھنے کے بعد ان شاء اللہ کسی منصف مزاج کو مباحث مذکورہ میں کوئی شک وشبہ باقی نہ رہے گا۔ باقی رہی ہدایت وضلالت وہ صرف مقلب القلوب ہی کے قبضہ قدرت میں ہے اور یہ بھی جو کچھ ہوا صرف اُسی کے فضل وکرم سے ہوا ورنہ ہم ناکارہ کس قابل ہیں:۔

کیا فائدہ فکرِ بیش و کم سے ہوگا
ہم کیا ہیں جو کوئی کام ہم سے ہوگا
جو کچھ کہ ہوا ہوا کرم سے تیرے
جو کچھ کہ ہوگا تیرے کرم سے ہوگا

اعتراضات کے علاوہ حضرت شہید مرحوم مظلوم اہلِ بدعت کے متعلق جو آپ کے افتراءات اُن کے متعلق ہم سردست صرف اتنا عرض کرتے ہیں کہ ''جبکہ رضا خانیت کے موجد ومجدد فاضل بریلوی اُن کے متعلق یہ فیصلہ کر چکے کہ اُن کی عبارات سے توہین رسالتمآب علیہ الصلوٰۃ والسلام صراحۃً نہیں نکلتی اور وہ عبارات معانی کفریہ میں صریح نہیں بلکہ اُن کے ایسے مطالب بھی ہوسکتے ہیں جو کفر سے یکسر خالی ہوں۔'' (ملاحظہ ہو الموت الاحمر ص ۵) تو آج کسی رضاخانی کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ حضرت شہید مرحوم کے متعلق کچھ لب کشائی کرے اور اگر باوجود اس کے بھی کسی نے شہید مرحوم کی طرف ٹیڑھی آنکھ سے دیکھا تو سمجھ لینا کہ بس چلا تو خان صاحب ہی قبر سے آکر آنکھیں نکال لیں گے۔ خان صاحب بالقابہم تمہید ص ۳۹ پر رقمطراز ہیں:

''بحرالرائق وتنویر الابصار وحدیقہ ندیہ وتنبیہ الولاۃ وغیرہا میں ہے والذی تحرر انہ لا یفتی بکفر مسلم امکن حمل کلامہ علیٰ محملٍ حسن'' یعنی منقح حکم یہ ہے کہ کسی مسلمان کے کفر کا اُس وقت تک فتویٰ نہیں دیا جاسکتا جب تک کہ اس کے کلام کا کوئی بھی اچھا مطلب بن سکے۔''

نیز برکات الامداد ص ۲۷ پر فرماتے ہیں:

''اہل لا الٰہ الا اللہ پر بدگمانی حرام اور اُن کے کلام کو جس کے صحیح معنی بے تکلف درست ہوں خواہی نخواہی معاذ اللہ معنی کفر کی'' طرف ''ڈھال لے جانا قطعاً گناہ کبیرہ۔''

پھر اس مضمون کو آیات قرآنیہ واحادیث نبویہ سے ثابت فرما کر لکھتے ہیں:

''علماء کرام فرماتے ہیں کہ کلمہ گو کے کلام میں اگر ۹۹ معنے کفر کے نکلیں اور ایک تاویل اسلام کی پیدا ہو واجب ہے کہ اُسی تاویل کو اختیار کریں اور اُسے مسلمان ہی ٹھہراویں کہ حدیث میں آیا ہے اَلْاِسْلَامُ یَعْلُوْا وَلَا یُعْلٰی اسلام غالب ہی رہتا ہے مغلوب نہیں کیا جاتا۔''

اور بالخصوص شہید مرحوم کو نامزد کر کے تمہید ص ۴۳ پر فیصلہ فرماتے ہیں:

''اور امام الطائفہ (اسمٰعیل دہلوی) کے کفر پر بھی حکم نہیں کرتا کہ ہمیں ہمارے نبی ﷺ نے اہل لا الٰہ الا اللہ کی تکفیر سے منع فرمایا ہے جب تک کہ وجہ کفر آفتاب سے زیادہ روشن نہ ہو جائے اور حکم اسلام کے لیے اصلاً (بالکل) کوئی ضعیف سے ضعیف محمل بھی باقی نہ رہے فان الاسلام یعلوا ولا یعلیٰ۔''

ان تمام عبارات کو ملا کر نتیجہ صاف ظاہر ہے کہ جو شخص شہید مرحوم کی تکفیر کرے وہ فاضل بریلوی کے جرنیلی حکم کے مطابق قرآن عزیز کا مخالف رسول ﷺ کا نافرمان علماء اُمت کی تحقیق انیق کا منکر ہے۔ کہیے کیا اس کے بعد بھی کسی رضاخانی کو گنجائش ہے کہ وہ شہید مرحوم کو ذرا ترچھی نگاہ سے دیکھے:

ہوا ہے مدعی کا فیصلہ اچھا میرے حق میں
زلیخا نے کیا خود پاک دامن ماہ کنعاں کا

اور اگر آپ کو خان صاحب کا ''الموت الاحمر'' والا یہ فیصلہ تسلیم نہ ہو تو ذرا ہمت کر کے رضا خانیوں کے قبلہ وکعبہ اور رضا خانیت کے ملجا وماویٰ مولوی حامد رضا خان صاحب خلف اکبر جناب مولوی احمد رضا خان صاحب وجناب مولوی نعیم الدین۔ فاضل مراد آبادی کے دستخطوں سے ایک تحریر اس مضمون کی شائع کرادیجیے کہ ''حضرت شہید مرحوم کی جو عبارتیں اس رسالہ ''عقائد وہابیہ دیوبندیہ'' میں درج ہیں وہ معانی کفریہ میں نص صریح ہیں اُن میں کسی تاویل وتوجیہ کی گنجائش نہیں۔'' پھر دیکھنا ان شاء اللہ ساری رضا خانیت کو درک اسفل میں نہ پہنچا دیا تو بات ہی کیا ہے۔ عزیزم ابھی تم نے دیکھا ہی کیا ہے ابھی تو پالنے سے پاؤں نکالے ہیں۔ تمہیں خبر نہیں کہ فاضل بریلوی خود اپنے قلم سے ساری رضا خانیت کا خاتمہ کر گئے ہیں اُن کا ناطق فیصلہ حضرت شہید مرحوم کے متعلق یہ ہے:

''علماء محتاطین انہیں کافر نہ کہیں یہی جواب ہے۔ وھو الجواب وبہ یفتیٰ وعلیہ الفتویٰ وھو المذہب وعلیہ الاعتماد وفیہ السلامۃ وفیہ السداد یعنی یہی جواب ہے اور اسی پر فتویٰ دیا گیا اور اُسی پر فتویٰ ہے اور یہی ہمارا مذہب ہے اور اسی پر اعتماد اور اسی میں سلامتی اور اسی میں استقامت ہے۔'' تمہید ص ۴۲

سنا آپ نے مولوی احمد رضا خان صاحب کے نزدیک جو شخص شہید مرحوم کو کافر کہے وہ قرآن عظیم اور احادیث نبی کریم علیہ التحیہ والتسلیم اور تحقیق علماءِ کرام کے مخالف ہونے کے ساتھ ساتھ پرلے درجہ کا بے احتیاط، راہ استقامت کو چھوڑنے والا، گمراہ اور ہلاکت میں پڑنے والا ہے کہیے کیا اس کے بعد بھی شہید مرحوم کے متعلق کچھ لکھنے یا کہنے کا ارادہ ہے؟ اگر ہو تو بحمد اللہ ہم بھی کہیں نہیں گئے ہیں اور فاضل بریلوی کی تصانیف بھی دنیا سے ناپید نہیں ہوئی ہیں ان شاء اللہ وہ ہاتھ دکھائیں گے کہ دنیائے رضا خانیت یاد ہی کرے۔

واللہ المستعان ومنہ التوفیق وعلیہ التکلان

اہل بدعت کی جانب سے کیے گئے سوالات کے جوابات

الحمد لوجہ تعالیٰ کہ رسالہ "عقائد وہابیہ دیوبندیہ" کے جس قدر حصہ کا تعلق حضرات اکابر علماء دیوبند کے عقائد سے تھا اس کے جواب سے ہم بعونہٖ تعالیٰ فارغ ہو چکے اب ہم آپ کے مایۂ ناز سوالات کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔

قال: جتنے عقائد ذکر کیے گئے اور اُن کے متعلق عبارتیں آپ کے اکابر کی نقل کی گئی ہیں اگر کسی شخص کے ایسے عقائد ہوں تو کیا وہ شخص مسلمان ہے یا نہیں؟

اقول: اس کا جواب ہمارا یہ رسالہ ہے۔

قال: آپ کے پاس اپنے سنی حنفی ہونے کی کیا نشانی اور کیا علامات ہیں اور آپ کے پاس سنی حنفی ہونے کا کیا ثبوت ہے؟

اقول: عقائد اہل سنت ہمارے عقائد اور فقہ حنفی ہمارا معمول ہے یہی ہمارے سنی حنفی ہونے کا کافی ثبوت ہے بحمد اللہ آج کسی رضا خانی کی طاقت نہیں کہ ہمارا کوئی عقیدہ اہل سنت وجماعت کے عقائد کے خلاف اور ہمارا کوئی فتویٰ فقہ حنفی کے مخالف ثابت کر سکے ہاں ایسا ثبوت ہو سکتا ہے جیسا کہ اس چو ورقہ رسالہ میں دیا گیا جس کی حقیقت بھی ہمارے ناظرین کو معلوم ہو چکی ہے۔

باچنیں بیہودہ گوئی میتواں گفتن اگر
قوتے داری بگو ور ہمتے داری بیار

بندہ محض توکلاً علی اللہ اعلان کرتا ہے کہ اگر کسی کو ہمارے اس دعوے میں ذرا بھی شک وشبہ ہو تو وہ رضا خانی جماعت کے کسی ذمہ دار عالم کو تیار کر کے ہمیں اطلاع دیں ہم بالمواجہ اپنے سنی حنفی ہونے کا ثبوت دینگے لیکن بعد اس کے کہ وہ رضا خانی صاحب پہلے صرف اپنا مسلمان داخل اہل سنت وجماعت ہونا ثابت کر دیں۔ **فھل من مجیب؟**

قال: اہل سنت والجماعت آپ لوگوں کو میلاد شریف وقیام میلاد شریف وسویم ودہم وعرس نہ کرنے کی وجہ سے بُرا کہتے اور لکھتے ہیں یا آپ کے ان افعال کی ممانعت کرنے کی وجہ سے؟

اقول: ہندوستان کے بدعتی اہلسنت وجماعت کو ان افعال نامرضیہ کے نہ کرنے کی وجہ سے بھی برا کہتے ہیں اور منع کرنے کی وجہ سے بھی، جس کو اس میں شبہ ہو وہ بدعتیوں کی کسی مجلس میلاد میں شریک ہو کر قیام کے وقت قیام نہ کرے اور پھر دیکھے کہ بشرط قدرت مبتدعین اس کے ساتھ کیا معاملہ کرتے ہیں۔

قال: مولوی اشرف علی صاحب کانپور میں جب میلاد شریف پڑھتے تھے اور قیام میلاد کرتے تھے تو جائز سمجھ کر کرتے تھے یا ناجائز سمجھ کر الخ۔

اقول: اس کا مفصل جواب پہلے گذر چکا ہے ملاحظہ ہو ص ۲۴،۲۵۔

قال: بدعت کی کیا تعریف اور بدعت کتنی قسم پر ہے؟

اقول: بدعت لغت میں ہر امر جدید کو کہتے ہیں اور اصطلاح علماء شریعت میں یہ لفظ دو معنی میں مستعمل ہوتا ہے ایک ہر وہ فعل جو جناب رسول اللہ ﷺ کے زمانہ کے بعد وجود میں آیا اور آپ کے زمانہ میں موجود نہ تھا (پھر یہ فعل از روئے شریعت کبھی اچھا ہوتا ہے اور کبھی بُرا) دوسرے ہر وہ چیز جو امور دینی میں سے نہ ہو اور لوگ اُس کو امر دینی سمجھنے لگیں اس کو بدعت حقیقی اور بدعت شرعی بھی کہا جاتا ہے اور یہ بدعت ہمیشہ مذموم ہی ہوتی ہے۔ قال نبینا الأمر والناهي عليه وعلىٰ اٰله الصّلٰوة وَالسَّلام۔ من احدث فی امرنا هٰذا ما لیس منه فهو ردٌّ جو بھی ہمارے اس دین میں ایسی بات ایجاد کرے جو اُس میں نہیں ہے سو اس کی یہ ایجاد کردہ بات مردود ومطرود ہے۔

یہ بھی سمجھ لینا چاہیے کہ جن علماء نے بدعت کی دو قسمیں حسنہ اور سیئہ کی ہیں اُن کی مراد بدعت سے وہ پہلے معنی ہیں جس کے متعلق ہم ابھی عرض کر چکے ہیں کہ ''وہ کبھی از روئے شریعت اچھی ہوتی ہے اور کبھی بری'' اور جن علماء کرام نے بدعت کی علی الاطلاق مذمت کی ہے اور ہر بدعت کو سیئہ ہی ٹھہرایا ہے اُن کی مراد یہ آخری معنی ہیں اور اسی بنا پر رسول خدا ﷺ نے فرمایا ہے کل بدعة ضلالة و کل ضلالة فی النار یعنی ہر بدعت گمراہی ہے اور ہر گمراہی جہنم میں لے جانے والی ہے۔ پس ان دونوں کلاموں میں کوئی تعارض نہیں بلکہ ان کو متعارض اور مخالف سمجھنے والا محض جاہل بلکہ دیوانہ اور بقول خان صاحب بالقابہم علم وعقل سے قطعاً بیگانہ ہے۔

ہاں ہمارے زمانہ کے عوام کی ذہنیت کا لحاظ رکھتے ہوئے علماء امت کا فرض ہے کہ اپنی تحریروں اور تقریروں میں اسی آخری مسلک کو اختیار کریں اور بدعت کی تقسیم کرکے گمراہی کا دروازہ نہ کھولیں اسی وجہ سے سلف میں بھی ارباب بصیرت نے اسی کو اختیار کیا ہے۔ امام ربانی محبوب سبحانی حضرت سیّد احمد صاحب مجدد الف ثانیؒ اپنے مکتوبات قدسیہ میں ارقام فرماتے ہیں:

گفتہ اند کہ بدعت بر دو نوع است حسنہ وسیئہ حسنہ آں عمل نیک را گویند کہ بعد از زمان آں سرور وخلفائے راشدین علیہ وعلیہم من الصلوٰت اتمہا ومن التحیات اکملہا پیدا شدہ باشد ورفع سنت نہ نماید وسیئہ آنکہ رافع سنت باشد۔

لوگوں نے کہا ہے کہ بدعت کی دو قسمیں ہیں حسنہ اور سیئہ حسنہ اُس نیک کام کو کہتے ہیں جو بعد آنحضرت ﷺ کے اور آپ کے خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کے پیدا ہوا ہو اور کسی سنت کو ضائع نہ کرے اور سیئہ وہ کام ہے جو کسی سنت کو زائل کردے۔

ایں فقیر در ہیچ بدعتے ازیں بدعتہا حسن ونورانیت مشاہدہ نمے کند وجز ظلمت وکدورت احساس نمی نماید۔

یہ فقیر ان بدعتوں میں حسن اور نورانیت کا مشاہدہ نہیں کرتا اور سوا ظلمت اور کدورت کے اُس میں کچھ محسوس نہیں کرتا۔

پھر فرماتے ہیں اور کیا خوب فرماتے ہیں:

سیّد البشر فرماید علیہ وعلیٰ الہ الصلوات والتسلیمات من احدث فی امرنا هذا مالیس منه فهو ردٌّ۔ چیزے کہ مردود باشد حسن از کجا پیدا کند۔

سیّد البشر ﷺ فرماتے ہیں کہ جو شخص ہمارے دین میں ایسی نئی بات پیدا کرے جو اُس دین میں سے نہیں ہے تو وہ چیز مردود ہے۔ جو چیز مردود ہو اس میں حسن کہاں سے ہو سکتا ہے۔

آگے چل کر فرماتے ہیں:

ہرگاہ ہر محدث بدعت باشد وہر بدعت ضلالت پس معنی حسن در بدعت چہ بود وایضاً آنچہ از احادیث مفہوم میگردد آں است کہ ہر بدعت رافع سنت است تخصیص بہ بعض ندارد پس ہر بدعت سیئہ بود۔ مکتوبات دفتر اول حصہ سوم ص ۷۳۔

جبکہ ہر نئی چیز بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے تو بدعت کے حسنہ ہونے کے کیا معنی نیز جو کچھ احادیث سے سمجھا جاتا ہے وہ صرف یہ ہے کہ ہر بدعت کسی نہ کسی سنت کے زوال کا سبب ہوتی ہے اس میں کسی بدعت کی تخصیص نہیں لہٰذا ہر بدعت سیئہ ہے۔

انہی مکتوبات قدسیہ کے دفتر دوم حصہ ششم ص ۵۶ میں ایک بڑا مکتوب ہے، جس کا موضوع ہی یہ ہے، ہم بقصد اختصار اس کے چند فقرات ذیل میں درج کرتے ہیں:

ایں فقیر دریں مسئلہ باایشاں...... موافقت ندارد: و ہیچ فرد بدعت را حسنہ نمے داند و جز ظلمت وکدورت درآں احساس نمے نماید قال علیہ الصلوۃ والسلام کلّ بدعۃٍ ضلالۃ و می باید کہ دریں غربت وضعف اسلام سلامتی منوط باتیان سنت است و خرابی مربوط بتحصیل بدعت ہر بدعت کہ باشد۔ بدعت را در رنگ کلندی داند کہ ہدم بنیاد اسلام مے نماید و سنت را در رنگ کوکب درخشاں مے یابد کہ در شب دیجور ضلالت ہدایت می فرماید علماء وقت را حضرت حق سبحانہ وتعالیٰ توفیق دہد کہ بحسن ہیچ بدعت لب نکشایند و باتیان ہیچ بدعت فتویٰ نہ دہند اگرچہ آں بدعت در نظر ایشاں در رنگ فلق صبح روشن درآید چہ تسویلات شیطان را در ماورائے سنت سلطان عظیم است۔

لیکن یہ فقیر اس مسئلہ میں ان کے موافق نہیں ہے اور کسی فرد بدعت کو حسنہ نہیں جانتا اور بدعت میں سوا ظلمت وکدورت کے اور کچھ محسوس نہیں کرتا آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ "ہر بدعت ضلالت ہے" اس غربت اور ضعف اسلام کے زمانہ میں سلامتی صرف سنت کی پیروی میں ہے اور خرابی بدعت کے ارتکاب کے ساتھ وابستہ ہے، جو بدعت بھی ہو۔ یہ فقیر بدعت کو مثل بیلچے کے جانتا ہے، جو بنیاد اسلام کو گرا رہا ہے اور سنت کو مانند چمکدار ستارہ کے جانتا ہے، جو گمراہی کی شب تاریک میں ہدایت کرتا ہے اللہ تعالیٰ علماء وقت کو توفیق دے کہ وہ کسی بدعت کے حسنہ ہونے کا لفظ زبان سے نہ نکالیں اور کسی بدعت کے جواز کا فتویٰ نہ دیں اگرچہ وہ بدعت ان کی نظر میں مثل سفیدی صبح کے روشن معلوم ہو۔ کیونکہ شیطانی فریب کو سنت کے ماسوا میں بہت بڑا غلبہ ہو جاتا ہے۔

حضرت امام ربانی کے ان ارشادات سے صاف ظاہر ہے کہ ان کے نزدیک بدعت کی یہ

تقسیم گمراہی کا ایک نہایت وسیع دروازہ کھولتی ہے اور وہ اس کو مسلمانوں کے حق میں بالخصوص اس دور فتن میں ایک مصیبت کبریٰ سمجھ رہے ہیں اور کسی طرح اس کو پسند نہیں کرتے۔

علیٰ ہذا علامہ محقق سید شریف وخاتم الحفاظ علامہ ابن حجر عسقلانی اور علامہ ابن حجر ہیثمی رحمہم اللہ تعالیٰ کا بھی یہی مسلک ہے چنانچہ خاتم المحققین حضرت مولانا محمد عبدالحی صاحب فرنگی محلی نور اللہ مرقدہٗ اپنی کتاب "تحفۃ الاخیار" میں ارقام فرماتے ہیں:

والقول الثانی وهو الاصح بالنظر الدقیق ان حدیث كل بدعة ضلالة باق علىٰ عمومه وان المراد به البدعة الشرعية وهى مالم يوجد فى القرون المشهود لها بالخير ولم يوجد له اصل من الاصول الشرعية ومن المعلوم ان كل ما كان علىٰ هذه الصفة فهو ضلالة قطعًا والىٰ هذا القول مال السيّد فى شرح المشكوة والحافظ ابن حجر فى الهدى السارى مقدمه فتح البارى وفى فتح البارى وابن حجر الهيثمى المكى فى الفتح المبين شرح الاربعين وغيرهم (تحفة الاخيار)

دوسرا قول جو بنظر دقیق زیادہ صحیح ہے کہ حدیث "کل بدعۃ ضلالۃ (یعنی ہر بدعت ضلالت اور گمراہی ہے) اپنے عموم پر باقی ہے (اس میں کوئی تخصیص جاری نہیں) اور اس سے مراد بدعت شرعیہ ہے اور وہ وہ بدعت ہے جو ان تینوں زمانہ میں جن کے بہتر ہونے کی شہادت آنحضرت ﷺ نے دی تھی نہ پائی گئی ہو اور نہ...... اصول شریعت (قرآن حدیث اجماع وقیاس) میں اُس کی کوئی اصل ہو اور ظاہر ہے کہ جو بدعت بھی ایسی ہوگی وہ یقیناً گمراہی ہے اور اسی قول کی طرف سید شریف شرح مشکوٰۃ میں اور حافظ ابن حجر ہدی الساری مقدمہ فتح الباری اور فتح الباری میں اور ابن حجر مکی فتح المبین شرح اربعین میں اور ان کے علاوہ دوسرے علماء کرام مائل ہوئے ہیں۔

قال: کیا قرآن کریم میں رب العزت جل جلالہٗ نے اور حدیث شریف میں نبی ﷺ نے اور صحابہ کرام وتابعین عظام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین خصوصاً حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ نے اپنے اقوال میں صراحۃً میلاد شریف وقیام میلاد شریف وغیرہ کی ممانعت فرمادی ہے

اور ناجائز کردیا ہے یا نہیں؟

اقول: معلوم ہوتا ہے کہ سائل کو کبھی کسی علمی حلقہ میں قدم رکھنا بھی نصیب نہیں ہوا ہے بندۂ خدا صراحتہً ممانعت تو اُس وقت ہو سکتی تھی جبکہ یہ افعال اِن حضرات کے زمانہ میں رائج ہوتے ہمارا تو دعویٰ ہی یہ ہے کہ یہ چیزیں خیر القرون کے صدہا برس بعد عالم وجود میں آئیں اور ان کی کوئی اصل اصول شریعت میں نہیں البتہ اللہ تبارک وتعالیٰ اور حضور اکرم ﷺ اور آپ کے صحابہ وکبار تابعین اخیار بالخصوص سیّدنا امام اعظم رضوان اللہ علیہم اجمعین نے ایسے اصول اور کلیات ارشاد فرمادیے جن سے ان تمام جزئیات کا حکم نہایت صفائی کے ساتھ نکالا جاسکتا ہے اور علماء کرام نے نکالا ہے۔

قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی، مَآ اٰتٰکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْہُ وَمَا نَھٰکُمْ عَنْہُ فَانْتَھُوْا۔(الحشر ۷)

(جو تعلیم) تم کو ہمارے رسول دیں اُس کو اختیار کرو اور جن باتوں سے منع فرمادیں اُن سے باز رہو۔

اس آیت کریمہ اور اس کے علاوہ اور صدہا آیات قرآنیہ سے معلوم ہوتا ہے کہ مسلمانوں کا فرض ہے کہ جو حکم اُن کو اُن کے ہادی برحق جناب رسول اللہ ﷺ دیں وہ اُس کو بجالاویں اور جن باتوں سے منع فرمائیں اُن کے پاس نہ پھٹکیں اور کوئی شبہ نہیں کہ آنحضرت ﷺ نے بیشمار احادیث کریمہ میں بدعات اور مبتدعین سے علیحدگی کی تعلیم فرمائی ارشاد فرمایا ہمارے نبی صاحب الامر والنہی ﷺ نے۔

(۱) ایاکم ومحدثات الامور فان کل محدثۃ بدعۃ وکل بدعۃٍ ضلالۃ

(رواہ احمد وابو داؤد)

تم بچتے رہنا نو ایجاد باتوں سے اس لیے کہ ہر نو ایجاد بات بدعت اور ہر بدعت گمراہی ہے۔

(رواہ احمد وابوداؤد)

(۲) وقال علیہ السّلام من احدث فی امرنا ھذا ما لیس منہ فھو ردٌّ۔

(رواہ البخاری وغیرہ)

اور فرمایا آنحضرت ﷺ نے جس نے ہمارے اس دین میں کوئی ایسی بات ایجاد کی جو اس میں نہیں تھی تو اس کی یہ نو ایجاد بات مردود ومطرود ہے۔

(۳) وقال علیہ السلام شر الامور محدثاتھا وکل بدعۃ ضلالۃ۔

(رواہ مسلم)

اور فرمایا سب سے بدتر کام وہ ہیں جو نئے نکالے گئے ہوں اور ہر بدعت گمراہی ہے۔

(۴) من احدث حدثا او اویٰ محدثا فعلیہ لعنۃ اللہ والملائکۃ والناس اجمعین لا یقبل اللہ منہ صرفاً وّلا عدلا۔ رواہ الطبرانی عن ابن عباس والبزاز عن ثوبانؓ۔

فرمایا جس نے کوئی بدعت نکالی یا کسی صاحب بدعت کو اپنے پاس جگہ دی اس پر اللہ کی اور فرشتوں کی اور سب آدمیوں کی لعنت اللہ اس کی طرف سے نہ صرف قبول کرے گا نہ عدل۔ روایت کیا اس کو طبرانی اور بزاز نے۔

(۵) ابی اللہ ان یقبل عمل صاحب بدعۃٍ حتّٰی یدع بدعتہ۔ (رواہ ابن ماجہ)

فرمایا کہ اللہ تعالیٰ بدعتی کی عبادت قبول کرنے سے انکار فرماتا ہے تاوقتیکہ وہ اپنی بدعت نہ چھوڑدے۔

(۶) وقال علیہ السلام لا یقبل اللہ لصاحب بدعۃ صومًا ولا صلٰوۃ ولا صدقۃً ولا حجًا ولا عمرۃً ولا جھادًا ولا صرفًا ولا عدلًا یخرج من الاسلام کما یخرج الشعرۃ من العجین۔ (رواہ ابن ماجہ عن حذیفہ)

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول خدا ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ بدعتی کا نہ روزہ قبول کرتا ہے نہ نماز نہ صدقہ نہ حج نہ عمرہ نہ جہاد نہ پرہیزگاری نہ عبادت گذاری وہ دائرہ اسلام سے اس طرح نکل جاتا ہے جس طرح خمیر سے بال نکال دیا جاتا ہے۔ روایت کیا اس کو ابن ماجہ نے۔

ہر مسلمان ان احادیث کریمہ سے معلوم کرسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کو بدعات ملعونہ سے کس قدر عداوت ہے۔

پس جبکہ افعال مندرجہ فی السوال کا بدعت حقیقی ہونا اظہر من الشمس وابین من الامس ہو چکا 0 تو کوئی شبہ نہیں کہ ان کی ممانعت حق تعالیٰ شانہ نے قرآن عزیز میں بھی فرمائی اور حبیب ذی شان علیہ صلوٰت الرحمٰن نے احادیث کریمہ میں بھی صحابہ وتابعین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے بھی اُن سے الگ رہنے کی تاکید کی اور حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ نے بھی اُن سے الگ رہنے کی تعلیم دی۔ رضینا باللّٰہ ربًّا وبمحمد نبیًّا ورسولا وبالقران ھادیًا واماما۔ وکفی بالکتاب والسنۃ دلیلًا وبرھانًا۔

قال: کیا آپ لوگ "تقویۃ الایمان وحفظ الایمان وبسط البنان وغیرہ کا مانتے ہیں یا نہیں اور اُن پر عمل کرتے ہیں یا نہیں اور اُن کتابوں میں جو باتیں ہیں وہ موافق مذہب اہل سنت وجماعت کے ہیں یا نہیں ان کتابوں میں توہین رب العزت وانبیاء کرام واولیاء عظام کی ہے یا نہیں؟

اقول: بے شک یہ کتابیں اہلسنت وجماعت کے مذہب کے موافق ہیں ان میں توہین کیا معنی توہین کا شائبہ بھی نہیں جیسا کہ ہم مدلل طور پر عرض کر چکے ہیں البتہ چشم مبارک کا قصور ہے۔

آنکھیں اگر ہیں بند تو پھر دن بھی رات ہے
اس میں بھلا قصور ہے کیا آفتاب کا

قال: تصنیفات حضرت شاہ عبدالحق صاحب وحضرت شاہ ولی اللہ صاحب وحضرت شاہ عبدالعزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہم کی مثلاً "مدارج النبوۃ"۔ "اشعۃ اللمعات"۔ "انتباہ"۔ "تفسیر عزیزی"۔ "فتاویٰ عزیزی" قابل عمل اور موافق مذہب حنفیہ کے ہیں یا نہیں اور آپ ان کتابوں کو مانتے اور اُن پر عمل کرتے ہیں یا نہیں؟

اقول: ان حضرات قدسی صفات ونیز دیگر مصنفین اہلسنت وجماعت کی جملہ کتابیں ہمارے نزدیک معتبر اور قابل عمل ہیں لیکن اُسی درجہ میں جس درجہ میں کہ اہلسنت کے نزدیک مصنفین کی کتابیں مستند ومعتبر ہوتی ہیں (اس کے معلوم کرنے کے لیے دیکھا جائے مدخل علامہ ابن الحاجؒ).

---

0 ملاحظہ ہو براہین قاطعہ

قال: حضور اکرم ﷺ کو علم ماکان وما یکون تھا یا نہیں۔ حضور غیب پر مطلع تھے یا نہیں حضور کے علم کی کوئی حد اور انتہا ہے یا نہیں۔

اقول: رب العزت جل شانہٗ نے اپنے حبیب اکرم شفیع اعظم حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کو ماکان وما یکون کے بہت سے جزئیات شاہدہ وغائبہ کی اطلاع دی جن کی صحیح تعداد بس اطلاع دینے والا جانے یا اطلاع پانے والا ہم صرف اس قدر کہہ سکتے ہیں کہ خدا کے بعد سارے علمی کمالات آنحضرت ﷺ ہی پر ختم ہیں۔ ع

بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

حضرت مرحوم نانوتوی قدس سرہٗ نے کیا خوب فرمایا ہے۔

جہاں کے ساری کمالات ایک تجھ میں ہیں
ترے کمال کسی میں نہیں مگر دو چار

لیکن بایں ہمہ جس احاطہ کے قائل رضا خانی صاحبان ہیں وہ محض خانہ ساز ہے قرآن وحدیث اور کتب عقائد اہل سنت میں اس کا پتہ سرا بھی نہیں بلکہ اُس کے خلاف نصوص صریحہ موجود ہیں صرف نمونہ کے طور پر چند آیات واحادیث کریمہ ملاحظہ ہوں ملائکۃ اللہ کی کثرت کے بیان میں ارشاد ہے۔

① قال اللہ تعالیٰ وَمَا يَعْلَمُ جُنُودَ رَبِّكَ إِلَّا هُوَ (مدثر ع ۱)

یعنی اے محمد ﷺ تمہارے پروردگار کے لشکروں کو اُس کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

اسی مضمون کو واضح کرتے ہوئے مفسر القرآن علامہ ابوالسعود اپنی مشہور عالم اور معتبر تفسیر میں فرماتے ہیں:

لا یحصی اجناسھم ولا مدۃ اعمارھم ولا کیفیات عباداتھم الا بارئھم العلیم الخبیر علی ما قال تعالیٰ وَمَا يَعْلَمُ جُنُودَ رَبِّكَ إِلَّا هُوَ۔

یعنی اللہ علیم وخبیر کے سوا نہ کوئی پورے طور سے اُن کی اقسام واصناف کو جانتا ہے نہ اُن کی عمروں کی مدت کو نہ اُن کی عبادات کی کیفیت کو جیسے کہ وہ خود فرماتا ہے وَمَا يَعْلَمُ جُنُودَ رَبِّكَ إِلَّا هُوَ

تفسیر ابوالسعود ص ۱۹۷۔

امام فخر الدین رازی ؒ نے بھی تفسیر کبیر میں اس موقعہ پر یہی تحریر فرمایا ہے ملاحظہ ہو تفسیر

کبیر ص ۴۳۹ جنت کی بعض نعمتوں کے متعلق قرآن عزیز میں ارشاد ہے۔

(۲) فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّآ اُخْفِیَ لَهُمْ مِنْ قُرَّةِ اَعْیُنٍ

یعنی جو آنکھوں کی ٹھنڈک (کا سامان) اُن اہل جنت کے واسطے پوشیدہ رکھا گیا ہے اس کو کوئی شخص نہیں جانتا۔

اسی کی تفسیر میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں **ولا یعلمه ملك مقرب ولا نبی مرسل** یعنی نہ اس کو کوئی مقرب فرشتہ جانتا ہے نہ کوئی فرستادہ رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام۔ رواہ الحاکم فی المستدرک وصححہ۔

(۳) سورہ مائدہ میں ارشاد ہے:

یَوْمَ یَجْمَعُ اللّٰهُ الرُّسُلَ فَیَقُوْلُ مَاذَآ اُجِبْتُمْ قَالُوْا لَا عِلْمَ لَنَا اِنَّكَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُیُوْبِ ۝

جس دن کہ جمع کرے گا اللہ تعالیٰ سب رسولوں کو پس فرمائے گا اُن سے (تمہاری اُمتوں کی طرف سے) تم کو کیا جواب ملا وہ عرض کریں گے ہم کو علم نہیں۔ بہ تحقیق آپ ہی غیبوں کے جاننے والے ہیں:

اسی آیت کریمہ کی تفسیر کرتے ہوئے حبر اُمت حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

معناه لاعلم لنا کعلمك فیهم لانك تعلم ما اضمروا وما اظهروا ونحن لا نعلم الا ما اظهروا۔ (تفسیر خازن جلد ثانی ص۸۸)

انبیاء علیہم السلام کے اس قول کا مطلب یہ ہے کہ ہم کو آپ کا سا علم نہیں اس لیے کہ آپ اُن کے ظاہر و باطن سب کو جانتے ہیں اور ہم کو صرف اُن کے ظاہر کا علم ہے (نہ باطن کا)

ان آیات کریمہ اور شہادات صحابہ کے بعد صرف نمونہ کے طور پر محض صحیح بخاری شریف اور صحیح مسلم شریف کی چند روایات ملاحظہ ہوں۔

(۱) اواخر ۸ھ میں جب آنحضرت ﷺ نے قبیلہ ہوازن پر چڑھائی کی اور اللہ تعالیٰ نے فتح عنایت فرمائی اور ہوازن کے کچھ مویشی اور آدمی غنیمت کے طور پر ہاتھ آئے تو کچھ عرصہ

کے بعد ہوازن کا ایک وفد مدینہ منورہ حاضر ہوا اور اپنا اسلام ظاہر کر کے درخواست کی کہ ہمارا مال اور ہمارے آدمی ہم کو دے دیے جائیں آنحضرت ﷺ نے صحابہ کرام کے ایک عام جلسہ میں سفارش کی کہ ان کے آدمیوں کو آزاد کر دیا جائے اور دریافت فرمایا کہ کیا تم سب لوگ بطیب خاطر اس کی اجازت دیتے ہو تو ہر طرف سے اجازت کی آوازیں آئیں لیکن مجمع کی کثرت کی وجہ سے صحیح طور پر یہ معلوم نہ ہو سکا کہ کس شخص نے اجازت دے دی اور کس کو اجازت میں تامل ہے تو اُس وقت آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا:

انی لا ادری من اذن منکم ممن لم یاذن فارجعوا حتی یرفع الینا عرفاء کم امرکم فرجع الناس فکلمهم عرفائهم فرجعوا الی رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم فاخبروه ان الناس قد طیبوا واذنوا۔

(بخاری شریف باب العرفاء للناس ص ۱۰۶۴)

میں نہیں جانتا کہ تم میں سے کس نے اجازت دی اور کس نے اجازت نہیں دی لہٰذا تم اس وقت چلے جاؤ یہاں تک کہ تمہارے چودھری لوگ ہر شخص کی رضامندی فرداً فرداً معلوم کر کے تمہارے معاملہ کو ہمارے پاس لائیں پس وہ لوگ چلے گئے اور چودھریوں نے ان سے بات چیت کر کے آنحضرت ﷺ کو خبر دی کہ حضرت وہ سب راضی ہیں اور بطیب خاطر اجازت دیتے ہیں۔

(۲) بخاری شریف میں ہے کہ حضرت زید ابن ارقم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے عبداللہ بن ابی منافق کو سنا وہ یہ بک رہا تھا کہ جناب رسول اللہ ﷺ کے رہنے والوں پر کچھ خرچ مت کرو اور یہ بک رہا تھا کہ اگر ہم مدینہ پہنچے تو ہم میں سے جو زیادہ عزت دار ہوگا وہ ذلیلوں کو نکال دے گا پس میں نے اس کا تذکرہ اپنے چچا سے کیا اُنہوں نے حضور ﷺ سے تذکرہ کیا آنحضرت ﷺ نے عبداللہ بن ابی اور اس کے ساتھیوں کو بلایا اور ان سے دریافت کیا کہ یہ کیا ماجرا ہے۔ اُن منافقین نے جھوٹی قسم کھائی کہ ہم نے ہرگز یہ نہیں کہا آنحضرت نے ﷺ اُن کی تصدیق فرما دی اور حضرت زید ابن ارقم کو جھوٹا قرار دیا۔ حضرت زید فرماتے ہیں مجھے اس کا ایسا صدمہ ہوا کہ کبھی مدت العمر میں ایسا صدمہ نہیں

ہوا تھا۔ پس میں شرم کے مارے اپنے گھر میں بیٹھ رہا۔ پس اللہ تعالیٰ نے سورۃ منافقون کی ابتدائی آیتیں نازل فرمائیں پس حضور ﷺ نے مجھ کو طلب فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ مطمئن ہو جاؤ اللہ تعالیٰ نے تمہارے بیان کی تصدیق نازل فرمادی۔ بخاری شریف ج ۲، ص ۷۲۸ اور نسائی شریف میں یہ ہے کہ یہ واقعہ غزوہ تبوک میں پیش آیا جو ۹ھ میں واقع ہوا ہے۔

③ بخاری شریف اور مسلم شریف میں ہے کہ ۱۰ھ کے آخر میں آنحضرت ﷺ نے حجۃ الوداع کے لیے سفر فرمایا اور مکہ معظمہ پہنچ کر آپ نے صحابہ سے ارشاد فرمایا "لو استقبلت من امری ما استدبرت لم اسق الهدی" یعنی اگر پہلے سے مجھے اس معاملہ کی خبر ہوگئی ہوتی جو اب بعد میں ہوئی تو میں اپنے ساتھ قربانی نہ لاتا اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے حضرت شیخ عبدالحق صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ ارقام فرماتے ہیں:

اگر من پیش ازیں مے دانستم کہ برآمدن از احرام بر شما شاق خواہد آمد من نیز سوق ہدی نے کردم و من نمی دانستم کہ حکم الٰہی چنیں خواہد بود: اشعۃ اللمعات ج ۲، ص ۳۲۸۔

اگر اس سے پہلے مجھے معلوم ہو جاتا کہ احرام سے نکلنا تم پر شاق گذرے گا تو میں بھی قربانی ساتھ نہ لاتا اور مجھے معلوم نہ تھا کہ حکم الٰہی ایسا ہو جائے گا۔ اشعۃ اللمعات ج ۲، ص ۳۲۸۔

④ مسلم شریف میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

عن جابر قال سمعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقول قبل ان یموت بشہر تسألونی عن الساعة وانما علمها عند الله (الحدیث)

حضرت جابر فرماتے ہیں میں نے جناب رسول اللہ ﷺ سے سنا آنحضرت ﷺ اپنی وفات شریف سے صرف ایک ماہ پہلے فرماتے تھے تم لوگ مجھ سے قیامت کا سوال کرتے ہو (کہ کب آئے گی) حالانکہ اس کا علم بس اللہ ہی کو ہے۔

اس حدیث کی شرح میں حضرت شیخ علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

یعنی از وقت وقوع قیامت کبریٰ می پرسید آن خود معلوم من نیست وانرا جز خدائے تعالیٰ نداند۔ اشعۃ اللمعات ج ۴، ص ۳۷۷۔

یعنی تم لوگ قیامت کبریٰ کے آنے کا وقت مجھ سے پوچھتے ہو وہ خود مجھ کو معلوم نہیں اور اس کو

خدا کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

قرآن وحدیث کی ان زبردست شہادتوں کے بعد مسلمہ کتب عقائد اہلسنت وجماعت کی شہادتیں ملاحظہ ہوں۔

① علامہ سعد الدین تفتازانی شرح عقائد نسفی میں فرماتے ہیں:

الاولیٰ ان لا یقتصر علیٰ عدد فی التسمیة فقد قال الله تعالیٰ منهم من قصصنا علیك ومنهم من لم نقصص علیك ولا یومن فی ذکر العدد ان یدخل فیهم من لیس منهم ...... او یخرج منهم من هو فیهم یعنی ان خبر الواحد...... لا یفید الا الظن ولا عبرة بالظن فی باب الاعتقادیات خصوصًا اذا کان القول بموجبه یفضی الی مخالفة ظاهر الکتاب وهو ان بعض الانبیاء لم یذکر للنبی علیه الصلوٰة والسلام انتهی ملخصًا (شرح عقائد نسفی ص ۱۰۱)

بہتر یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کا کوئی خاص عدد معین نہ کیا جائے اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ رسولوں میں سے بعض کا حال ہم نے آپ سے بیان کیا اور بعض کا نہیں بیان کیا اور انبیاء کا شمار بیان کرنے میں اندیشہ ہے کہ غیر نبی کا شمار نبی میں ہو جائے اگر ان کی واقعی تعداد سے زیادہ عدد بیان کیا جائے یا کوئی نبی شمار سے رہ جائے اگر ان کی واقعی تعداد سے کم عدد بیان کیا جائے۔ یعنی خبر واحد صرف ظن کا...... فائدہ دیتی ہے اس سے یقین حاصل نہیں ہوتا اور باب عقائد میں ظنیات کا اعتبار نہیں بالخصوص جبکہ اس کے موافق عقیدہ رکھنے میں ظاہر قرآن شریف کی مخالفت لازم آتی ہو (اور وہ ظاہر قرآن) یہ ہے کہ بعض انبیاء علیہم السلام کا ذکر آنحضرت ﷺ سے نہیں کیا گیا۔

علامہ موصوف کی اس عبارت نے نہایت صفائی کے ساتھ بتلا دیا کہ بعض انبیاء علیہم السلام کے احوال آنحضرت ﷺ کے علم شریف سے خارج ہیں حالانکہ وہ بھی "ما کان وما یکون" کے بعض افراد ہیں:

② علامہ محقق ابن ہمام جن کے متعلق علامہ ابن عابدین شامی لکھتے ہیں قد بلغ رتبة

الاجتهاد اپنی کتاب مسایرہ میں لکھتے ہیں:

وکذا علم المغیبات ای وکعلم علم بعض المسائل عدم علم المغیبات فلا یعلم النبی منها الاما اعلمه الله احیان وذکر الحنفیة فی فروعهم تصریحابا لتکفیر باعتقاد ان النبی صلی الله علیه وسلم یعلم الغیب لمعارضة قوله تعالی قل لا یعلم من فی السمٰوات والارض الغیب الا الله۔

اور ایسا ہی ہے غیب کی باتوں کا علم یعنی جس طرح کہ بعض مسائل کا علم نہیں اسی طرح غیب کی باتوں کا بھی علم نہیں پس آنحضرت ﷺ غیب کی باتوں میں صرف اُسی قدر کو جانتے ہیں جو کبھی کبھی اللہ نے ان کو بتلا دیں اور حنفیہ نے اپنے فقہ کی کتابوں میں ایسے شخص کو صراحتًا کافر لکھا ہے جو یہ عقیدہ رکھے کہ آنحضرت ﷺ غیب کی تمام باتوں کو جانتے تھے کیونکہ یہ عقیدہ آیت قرآنی "قل لا یعلم" الآیة کے معارض ہے۔

③ عقائد اہلسنت کی مسلم کتاب شرح مواقف میں ہے:

واما الفلاسفة فقالوا هوای النبی من اجتمع فیه خواص ثلاث یمتاز بها من غیره احدها...... ان یکون له اطلاع علی المغیبات الکائنة والماضیة والاٰتیه۔

لیکن فلاسفہ اس کے قائل ہیں کہ نبی وہ ہے جس میں تین باتیں خاص طور پر پائی جائیں جن کی وجہ سے وہ نبی دوسروں سے ممتاز ہو اُن میں سے ایک بات یہ ہے کہ نبی کو اطلاع ہونی چاہیے ان مغیبات پر جو ہوتے ہیں یا ہو چکے ہیں یا ہونے کو ہیں۔

اس کے بعد علامہ موصوف نے فلاسفہ کے اس غیبیہ عقیدہ کے کچھ دلائل نقل کیے ہیں اُس کے بعد اہلسنت وجماعت کی طرف سے رقم طراز ہیں:

قلنا ما ذکرتم مردود بوجوه اذا لاطلاع علی جمیع المغیبات لا یجب اتفاقًا منّا ومنکم ولهذا قال سیّد الانبیاء لو کنت اعلم الغیب لا ستکثرت من الخیر وما مسنی السوء الخ۔

(شرح مواقف مصری جلد سوم ص ۱۷۵)

جو کچھ تم نے کہا چند وجہ سے مردود ہے اس لیے کہ تمہاری مراد اس اطلاع علی المغیبات سے کیا

ہے کل مغیبات پر اطلاع ہونی چاہیے یا بعض پر کل مغیبات پر مطلع ہونا تو نبی کے لیے کسی کے نزدیک بھی ضروری نہیں نہ تمہارے نزدیک نہ ہمارے نزدیک اور اسی وجہ سے جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ اگر میں غیب کو جانتا تو میں نے خیر بہت سا جمع کر لیا ہوتا اور مجھ کو برائی نہ چھوتی۔

ائمہ اہلسنت کی بے شمار شہادتوں میں سے یہ تین شہادتیں صرف نمونہ کے طور پر ہدیہ ناظرین ہیں ورنہ اہلسنت کے بے پایاں دفتر میں اس قسم کی صدہا تصریحات موجود ہیں جن سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ غیبیہ عقیدہ جس نے کبھی فلاسفہ کے مذہب میں جنم لیا تھا اور جواب روافض کے اباطیل میں سے ہے اہلسنت کی نظر میں ہمیشہ سے مردود و مطرود رہا ہے رہیں وہ آیات واحادیث جن کو ہمارے زمانہ کے مبتدعین اپنے دعوے کے ثبوت میں پیش کر کے عام مسلمین کو دھوکہ دیتے ہیں اُن کے متعلق سر دست صرف اس قدر گذارش ہے کہ اُن میں سے کوئی بھی ایسی نہیں جس کو اُن کے دعوے سے تھوڑا سا بھی تعلق ہو۔ تاوقتیکہ اُن کے مطالب میں ناجائز تصرفات نہ کیے جائیں قیامت تک اُن سے رضا خانیوں کا دعویٰ ثابت نہیں ہو سکتا اور اگر کسی کو ہمارے اس دعویٰ میں کچھ شک وشبہ ہو تو ہم اعلان کرتے ہیں کہ ہر رضا خانی بریلوی ہو یا بدایونی، کانپوری ہو یا رامپوری، کچھوچھوی ہو یا الوری، بحری ہو یا بری، جنگلی ہو یا کوہی سب کو اذن عام ہے اجمعوا شرکائکم سب اکٹھے ہو کر یا تنہا خاکسار کے مواجہہ میں صرف ایک ہی نص قطعی الثبوت قطعی الدلالۃ سے اپنا دعویٰ دربارۂ مسئلہ علم غیب رسول اللہ ﷺ ثابت کر دیں ہم بطور پیشین گوئی عرض کرتے ہیں کہ دنیائے رضا خانیت میں کوئی ایک بھی ایسا نہیں جو اس بے بنیاد دعوے کو کسی ایک نص قطعی الثبوت قطعی الدلالۃ سے ثابت کر سکے۔ یہ ممکن ہے کہ عوام کی دھوکہ دہی کے لیے جھوٹے اشتہار دیے جائیں بے اصل دعوے کیے جائیں لیکن یہ ناممکن ہے کوئی صاحب فی الواقع تیار ہو کر ثبوت دیں اور جس دن کسی فرزند بدعت نے خرق عادت کے طور پر ثبوت دینے کی ہمت کی اُسی دن ان شاء اللہ رضا خانیت کا خاتمہ ہے! اسکے بعد ہم خاتم المحققین حضرت مولانا محمد عبدالحی صاحب لکھنوی ؒ کا ایک باطل سوز اور فیصلہ کن فرمان نقل کر کے آپ کے باقی ماندہ سوالات کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔ علامہ موصوف کے مجموعۃ الفتاوی ص ۶ پر ہے۔

و در شریعت محمدیہ ثابت نہ گردیدہ کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم بر تمامی علوم جمیع اشیاء ماضیہ و مستقبلہ جزئیہ و کلیہ اطلاع داشتند الا ماشاء اللہ: مجموعۃ الفتاویٰ جلد اوّل مطبوعہ لکھنؤ ص ۶۔

ترجمہ: اور شریعت محمدیہ میں ثابت نہیں کہ آنحضرت ﷺ ماضی و مستقبل کی تمام جزئی و کلی چیزوں پر مطلع تھے اور آپ کو ان تمام اشیاء کا علم حاصل تھا۔ الا ماشاء اللہ۔

قال: علم غیب کی تعریف کیجیے آپ علم غیب کی دو قسم بالذات اور بواسطہ مانتے ہیں یا نہیں۔

اقول: علم غیب کی تشریح میں مصنفین کے کلام مختلف ہیں۔ تحقیق یہ ہے کہ "علم غیب" حقیقۃً اُس علم کو کہتے ہیں جس کا معلوم عالم کے پاس انحاء وجود میں سے کسی قسم کے وجود کے ساتھ موجود نہ ہو اور کبھی احیانًا ہر غائب عن الحواس کے علم کو بھی علم غیب کہہ دیتے ہیں خواہ وہ کسی ذریعہ سے حاصل ہوا ہو مزید تحقیق **"تحقیق المجتبیٰ فی علم غیب المصطفیٰ"** میں ملاحظہ فرمائی جائے۔

قال: انبیاء و اولیاء سے مدد مانگنا جائز ہے یا نہیں:

اقول: یہ مسئلہ تفصیل طلب ہے بعض صورتوں میں جائز ❶ اور بعض میں ناجائز حرام اور بعض میں شرک و کفر ہے مفصل اور مدلل بیان حضرت ابن شیر خدا مولانا المکرم مولوی سید محمد مرتضیٰ حسن صاحب مد ظلہم کے لاجواب رسالہ "تکمیل السد اوفی مسئلۃ الاستمداد" میں ملاحظہ ہو۔

قال: انبیاء و اولیاء شفیع ہیں یا نہیں؟

اقول: حضرات انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام یقینًا و قطعًا شفیع ہیں لیکن ان کی شفاعت باذن خداوندی ہوگی **قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی مَنْ ذَا الَّذِیْ یَشْفَعُ عِنْدَهٗۤ اِلَّا بِاِذْنِهٖ** "کون ہے وہ جو شفاعت کرے اللہ تعالیٰ کے دربار میں مگر اس کی اجازت سے اور اگر کوئی بے دین حضرات انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام کو اُس درجہ میں شفیع سمجھے جس درجہ میں کہ مشرکین مکہ اپنے معبودان

---

❶ واضح رہے کہ جن صورتوں کے متعلق جواز کا حکم لگایا گیا ہے اُن میں استعانت بغیر اللہ صرف صورۃً ہے نہ حقیقۃً اور فی الحقیقت ان صورتوں میں صرف توسل اور طلب شفاعت ہے، ورنہ حقیقی استعانت بغیر اللہ مطلقًا حرام ہے قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا سئلت فاسئل اللّٰہ و اذا استعنت فاستعن باللّٰہ جف القلم بما ھو کائن ولو جھد العباد ان ینفعوک بشی لم یقضہ اللّٰہ لک لم یقدروا علیہ ولو جھد العباد ان یضروک بشی لم یقضہ اللّٰہ علیہ لم یقدروا علیہ (الحدیث)

باطل کو کہتے تھے "هٰۤؤُلَآءِ شُفَعَآؤُنَا عِنْدَ اللّٰهِ" تو باتفاق اُمت محمدیہ کافر ہے علیٰ ہذا اگر کوئی ملحد مطلقًا شفاعت کا منکر ہو وہ بھی بنص فقہاء دائرۂ اسلام سے خارج ہے۔

قال: نماز میں تشہد پڑھتے وقت حضور کا خیال لانا کیسا ہے؟

اقول: اچھا ہے لیکن خیال اور صرف ہمت میں زمین و آسمان کا فرق ہے **فلیتامل فانہ دقیق وبالتامل حقیق۔**

قال: جو شخص کلمہ شریف درود شریف بیداری و خواب میں غلط پڑھے تو وہ مسلمان رہتا ہے یا نہیں۔

اقول: اس کا مفصل جواب ہم پہلے عرض کر چکے ہیں **"فلینظر ثم"**

قال: نجدیوں، غیر مقلدوں کو آپ کیسا جانتے ہیں جو افعال انہوں نے کیے ہیں یعنی قبوں کا ہدم کرنا مساجد کا ڈھانا قبور کا توڑنا وہ برے ہیں یا اچھے؟

اقول: جو غیر مقلد معاذ اللہ کسی ضروری دین کا منکر ہو وہ ہمارے نزدیک کافر ہے اور جو ضروریات عقائد اہل سنت و جماعت میں سے کسی عقیدہ کا منکر ہو وہ خارج از اہل سنت و جماعت اور جو عقائد میں اہلسنت و جماعت کے ہم مسلک ہوں وہ خارج از اہلسنت و جماعت نہیں۔ ہمارے زمانہ کے اکثر و بیشتر غیر مقلدین اسی آخری قسم میں داخل ہیں لیکن با ایں ہمہ اگر حضرات ائمہ اربعہ یا دیگر سلف صالحین کی شان میں گستاخی کریں تو فاسق ہیں۔

اونچی اونچی پختہ قبروں اور قبوں کو منہدم کرنا جبکہ وہ حد شرعی سے متجاوز ہوں اور ہادم کی نیت قبور کی توہین و تذلیل بھی نہ ہو بلکہ صرف ازالۂ منکر کا قصد ہو احیاء سنت اور باعث اجر عظیم ہے رسول کریم علیہ التحیہ والتسلیم نے اس کا حکم دیا۔ سیّدنا حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضی نے حضور ﷺ کے ارشاد سے اس کام کو کیا اور ماتحتوں سے کرایا۔ (دیکھو مسلم شریف)

زمانہ مابعد میں بھی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے حضور کے ارشاد عالی کے مطابق ایک صحابی کی اُس قبر کو جو غلطی سے اونچی بن گئی تھی نیچا اور مطابق شریعت کیا۔ (دیکھو نسائی شریف)

فقہاء حنفیہ نے اپنی کتابوں میں "بنا علی القبور" اور "تجصیص قبور" اور اشراف قبور کو ناجائز اور مکروہ لکھا ہے۔

متاخرین حنفیہ میں سے حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تصانیف

میں قبوں کو ناجائز اور واجب الہدم قرار دیا۔ پس اگر یہ حضرات کسی فتوے کے مستحق ہیں تو ہمیں بھی اُس سے انکار نہیں۔ چشم ما روشن دل ماشاد۔

چہ خواہی گفت قربانت شوم تا من ہماں گویم

قال: کھانا سامنے رکھا ہو ہاتھ اٹھا کر ایصال ثواب کرنا بغیر اس کے کہ اس کو ضروری سمجھے بدعت حسنہ ہے یا سیئہ۔

اقول: اگر یہ محض اتفاق نہیں بلکہ عادت ہے اور اس کو وہ شخص امر دینی سمجھتا ہے (اگرچہ ضروری نہ سمجھے) تو بدعت حقیقیہ ہے جو ناجائز ہے اور اگر صرف اتفاقی بات ہے اور وہ شخص اس کو امر دینی بھی نہیں سمجھتا تب بھی چونکہ یہ طریقہ رضا خانیوں کا شعار ہے اس لیے خالی از کراہت نہیں اس بحث میں ہم ملاعلی قاری کی ایک عبارت پہلے پیش کر چکے ہیں ملاحظہ فرمالی جاوے اور قطع نظر ان تمام امور کے اس وجہ سے بھی یہ فعل غیر معقول ہے کہ جب تک کھانا اپنے سامنے رکھا ہوا ہے اس وقت تک ثواب ہی حاصل نہیں ہوا۔ پھر ابھی ایصال ثواب کیسا؟ ثواب کا تحقیق (وجود) اس وقت ہوگا جب کہ وہ کھانا اس شخص کو دے دیا جائے جس کو بغرض ثواب کھلانا مقصود ہے۔

قال: کیا آپ لوگ بغیر تعیین وقیام کے میلاد شریف کرتے ہیں؟

اقول: آنحضرت ﷺ کی سیرت مبارکہ اور جملہ حالات زندگی۔ وجود نوری سے وجود ظہوری تک، پھر ولادت سے وفات تک، وفات سے قیامت تک، قیامت سے آخرت، آخرت سے ابد تک۔ غرض جملہ اقوال وافعال واعمال کا مذاکرہ ومطالعہ ہمارا دن رات کا مشغلہ ہے جو رضا خانیوں کو نصیب نہیں۔

اُن کے حصہ میں محض بارہویں تاریخ کو صرف ولادت کا ذکر اور وہ بھی غیر موثق روایات سے آیا ہے اور ہمارے حصہ میں آنحضرت ﷺ کے جملہ حالات سیرت وغزوات، اوامر ونواہی، اعمال واشغال، اقوال وافعال وغیرہ وغیرہ سب آئے ہیں اُنہی کا پڑھنا پڑھانا اُنہی کی نشر واشاعت اپنی زندگی کا نصب العین۔

والحمد للہ رب العالمین ہم دست بدعا ہیں کہ خدا ہمارا خاتمہ بھی اسی بہترین مشغلہ میں کرے

نکل جائے دم تیرے قدموں کے نیچے

یہی دل کی حسرت یہی آرزو ہے

قال: کیا آپ کے پاس امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے اقوال موجود ہیں جن سے آپ میلاد وقیام میلاد وعرس وسوم ودہم ونداء یا رسول اللہ کو منع کرتے ہیں یا عقلی گدے لگاتے ہیں:

اقول: مسئلہ نداء یا رسول اللہ کے علاوہ باقی مسائل پر ہم پہلے مدلل اظہار خیال کر چکے ہیں جس کے اعادہ کی حاجت نہیں اور نداء یا رسول اللہ کے متعلق یہ گذارش ہے کہ علماء اہلسنت وجماعت نے اس کو مطلقاً منع نہیں کیا ہے بلکہ صرف اُس صورت کی ممانعت کی ہے جبکہ آنحضرت ﷺ کو حاضر وناظر جان کر یہ ندا کی جائے یا نداء کرنے والا تو حاضر وناظر نہیں سمجھتا ہو مگر اندیشہ ہو کہ دوسرے لوگ اس نداء سے حاضر ناظر سمجھنے لگیں گے اور گمراہی کا شکار ہو جائیں گے اور جبکہ یہ مفاسد نہ ہوں یا کوئی صاحب حال عالم شوق 0 میں ندا کرے تو یہ نداء جائز ہوگی۔

قال: حضور کو مالک عالم کہہ سکتے ہیں یا نہیں الخ

اقول: یہ لفظ ذوالوجہین ہے۔ متکلم کی نیت معلوم ہونے پر کوئی حکم لگایا جا سکتا ہے۔

قال: کیا اولیاء کی سلطنت عرش سے لے کر فرش تک ہے۔

اقول: یہ الفاظ بھی مثل سابق ذو معنیین ہیں متکلم کی مراد تا وقتیکہ معلوم نہ ہو جائے کوئی حکم نہیں لگایا جا سکتا۔

قال: کیا اولیاء کو تمام باطنی کمالات حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے توسط سے ملتے ہیں۔ اور قیامت تک اُنہی کا توسط رہے گا۔ اگر جواب نفی میں ہے تو ایسے شخص کے لیے جو ایسا کہے کیا حکم ہے؟

اقول: ممکن ہے کہ کسی نیک بخت نے حدیث مشہور علی الالسنہ انا مدینۃ العلم وعلی بابھا سے یہ مضمون نکالا ہو لیکن چونکہ بتصریح ائمہ محدثین یہ حدیث ضعیف ہے اور استنباط بعید ہے لہٰذا اس پر عقیدہ قائم نہیں کیا جا سکتا اور اگر ایسا کہنے والا مرض رفض کا مبتلا نہیں ہے تو اس مقولہ کی وجہ سے اس کی تضلیل بھی نہیں کی جا سکتی۔ واللہ اعلم۔

قال؛ تقسیم اسناد ودستار فضیلت دینا اور پڑھانے کے لیے تعیین اوقات کرنا بدعت حسنہ ہے یا بدعت سیئہ۔

---

0 یعنی غیر اختیاری اور جذب کی کیفیت میں۔

اقول: چونکہ امور مندرجہ فی السوال کو داخل دین نہیں سمجھا جاتا لہٰذا یہ چیزیں سرے سے بدعت ہی نہیں بلکہ مباح الاصل ہیں۔

الحمد للہ علی احسانہ کہ رسالہ "عقائد وہابیہ دیو بندیہ" کے تمام مضامین کے جواب سے ہم فارغ ہو چکے اور جس قدر خلاف واقع عقائد اس رسالہ میں حضرات اکابر اہلسنت کی طرف منسوب کیے گئے تھے اُن کی حقیقت بھی پورے طور سے آشکارا کر دی گئی۔

اگرچہ ہم کو قوی امید ہے کہ ان شاء اللہ ہماری یہ ناچیز تحریر ارباب انصاف کی طمانیت کے لیے کافی سے زیادہ ثابت ہوگی اور ہمارے مسلک کے متعلق اپنے ناظرین کو پوری رہنمائی کرے گی۔

خاتمہ

لیکن مناسب معلوم ہوتا ہے کہ کتاب کے خاتمہ میں بھی انتہائی اختصار کو ملحوظ رکھتے ہوئے ہم اپنے ناظرین کو بتلا دیں کہ:

ہم کون ہیں؟ ہم کیا ہیں؟ ہمارا کیا مذہب ہے؟

الحمد للہ ثم الحمد للہ کہ ہم حضور سرور عالم ﷺ کے ایک ادنیٰ امتی ہیں ہمارا ایمان ہے کہ انسان اُس وقت تک کامل الایمان نہیں ہو سکتا جب تک کہ اُس کو اپنے دل و جان، خویش و اقارب اور تمام دنیا ومافیہا سے زیادہ اللہ اور اس کے رسول جل ذکرہٗ و ﷺ کی محبت نہ ہو۔

ہمارا عقیدہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کی شان پاک میں ادنیٰ سی گستاخی اشد کفر ہے جو بدبخت آپ کی توہین کی وجہ سے کافر ہوا۔ اُسے مذاہب اربعہ میں پناہ نہیں اُس کے ناپاک وجود سے خدا کی زمین کو پاک کر دینا چاہیے۔

ساتھ ہی ساتھ ہم افراط کے بھی ایسے ہی دشمن ہیں باوجود ان تمام کمالات کے ہم حضور کو عبد ہی سمجھتے ہیں معبود ہرگز نہیں، مخلوق ہی جانتے ہیں خالق ہرگز نہیں، ہمارا ایمان ہے کہ حضرات انبیاء علیہم السلام و اولیاء کرام مقربین بارگاہ احدی ہیں لیکن کسی کے نفع و نقصان کے مالک نہیں نافع و ضار صرف خداوند تعالیٰ ہے البتہ ان حضرات کی دعاؤں کی برکت سے مشکلیں حل ہوتی ہیں مریض شفا پاتے ہیں نامراد اپنی مرادوں کو پہنچتے ہیں دوست آباد اور دشمن برباد ہوتے ہیں مگر یہ سب کچھ اللہ کے حکم اور اسی کے ارادے سے ہوتا ہے بلکہ درحقیقت یہ خدا کا فعل ہوتا ہے یہ نبی

اور ولی صرف اُس کے مظہر ہوتے ہیں (دیکھو شرح مواقف و دیگر کتب عقائد اہلسنت) اُن کے ارادے اور حرکات و سکنات بالکل ارادۂ الٰہی کے تابع ہوتے ہیں اُن کی دعائیں بلاشبہ مقبول ہوتی ہیں مگر دعا ہی جب کرتے ہیں جب ارادۂ خداوندی ہوتا ہے اگر ارادہ الٰہی نہ ہو تو نہ اُن کے مبارک لب جنبش کرتے ہیں۔ نہ اُن کے معصوم ہاتھ دعا کے لیے اٹھتے ہیں۔

الغرض بحمد اللہ ہم افراط و تفریط دونوں سے بری و بیزار ہیں جملہ عقائد و اعمال میں سلف صالحین کی تقلید کو باعث نجات جانتے ہیں اسی کی برکت سے بدعات سے متنفر ہیں جس عقیدے یا عمل میں بدعت کا شائبہ بھی ہوتا ہے اس سے احتراز اولیٰ سمجھتے ہیں کیونکہ نور اور نجات ہمارے نزدیک فقط اتباع سنت ہی میں منحصر ہے (دیکھو مکتوبات امام ربانی) سارے بزرگان دین ہمارے سر کے تاج ہیں اُن کی محبت کو باعث نجات اور اُن کی عداوت کو باعث شقاوت و محرومی جانتے ہیں۔ الغرض نہ ہم نیچریوں اور قادیانیوں کی طرح حضرات انبیاء علیہم السلام و اولیاء کرام کی شان میں گستاخ اور ان کی کرامت کے منکر ہیں نہ مشرکین اور رضا خانیوں کی طرح اُن کی خدائی کے اثبات میں مصر ہیں بہرحال ہمارے اکابر کا لائحہ عمل یہ ہے۔

یار کا پاس ادب اور دل ناشاد رہے
نالہ تھمتا ہوا رکتی ہوئی فریاد رہے

☆☆☆

سیفِ یمانی

(حصہ دوم)

باسمہٖ تعالیٰ حامد او مصلیًا

سیف یمانی[1] حصہ دوم (۲)

ناظرین! ہماری جماعت اور رضا خانی صاحبان میں جو اختلافات اس وقت تک رونما ہوئے ہیں اُن میں سے صرف دو باتیں ایسی ہیں جن کو نسبتاً زیادہ اہمیت دی جاتی ہے۔

① رضا خانی صاحبان کا دعویٰ ہے کہ بعض اکابر علماء دیو بند نے اپنی کتابوں میں معاذ اللہ رسول اللہ ﷺ کی توہین وتنقیص اور اللہ جل وعلیٰ شانہٗ کی کھلے لفظوں میں تکذیب کی ہے جس میں کسی تاویل وتوجیہ کی بھی گنجائش نہیں لہٰذا یہ سب کے سب کافر مرتد ہیں اور علیٰ ہذا جو شخص ان کے یا ان کے متبعین کے کفر میں شک کرے احتیاط برتے سکوت کرے وہ بھی ایسا ہی کافر ہے ان کا نکاح سارے عالم میں کسی سے بھی درست نہیں حتیٰ کہ اپنے ہم خیالوں سے بھی ان سب کی اولاد غیر ثابت النسب اور محروم الارث ہے وغیرہ وغیرہ (دیکھو حسام الحرمین وتمہید ایمان وازالۃ العار مصنفہ مولوی احمد رضا خاں صاحب بریلوی)

اس پٹھانی دعوے کے جواب میں جو بیان تحریری ملزمین کی صفائی میں داخل ہوئے ہیں انہوں نے الحمد للہ اس بے بنیاد دعوے کی ہر دفعہ پر پوری روشنی ڈالنے کے بعد ثابت کر دیا ہے کہ ملزمین کی عبارات بالکل بے غبار ہیں اور پٹھانی دعوے کی ہر دفعہ افترا پردازی اور بہتان طرازی پر مبنی ہے (دیکھو حضرت ابن شیر خدا مولانا سید محمد مرتضیٰ حسن صاحب دامت فیوضہم کے رسائل الصحاب المدرار۔ تزکیۃ الخواطر توضیح البیان۔ قطع الوتین الختم علی لسان الخصم والشہاب الثاقب وغیرہ) یہ تمام وہ رسائل ہیں جو کافر گروں کے اُس دعویٰ کے جواب میں لکھے گئے اور بصیغہ رجسٹری مولوی احمد رضا خان صاحب کی حیات میں اُن کے پاس بھیجے گئے ایک عرصہ تک جواب کا انتظار کیا گیا۔ لیکن نہ معلوم کہ فاضل موصوف کے قلم میں طاقت نہ رہی یا دوات کی روشنائی خشک ہوگئی یا کاغذ میسر نہ آیا بالآخر برسوں جواب کا انتظار کرنے کے بعد مایوس ہو جانا پڑا یہاں تک کہ خان صاحب موصوف اس عالم سے تشریف لے گئے اور ہم آج تک بدستور مایوس ہیں۔

---

[1] کتاب کا پورا نام سیف یمانی برمکائد فرقہ رضا خانی ہے۔

بہر حال اس پٹھانی دعوے کے جواب میں جو رسائل حضرات علماء اہلسنت نے لکھے وہ آج تک لا جواب ہیں اور ان شاء اللہ العزیز تا قیامت لا جواب رہیں گے۔ اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہمارا رسالہ "سیف یمانی حصہ اول ہے" جس میں بعونہ تعالیٰ حق وصداقت کے ساتھ دلائل کی روشنی میں رضا خانی جماعت کے تمیں الزامات کی حقیقت کو آشکارا کیا گیا ہے اور اُن کے ۲۲ مایۂ ناز سوالات کے جوابات نہایت مدلل طور پر لکھے گئے ہیں ارباب انصاف سے قوی امید ہے کہ وہ ہمارے اِس تازہ رسالہ کو دیکھ کر قرآن وحدیث اور فقہ حنفی کی روشنی میں کل مسائل مختلف فیہا کے متعلق کوئی قطعی رائے قائم کرلیں گے۔

الغرض خدا کا فضل ہے کہ ہم اپنے فرض سے سبکدوش ہو چکے اور علماء اہلسنت نے لا جواب صفائی پیش کر کے اللہ کی مخلوق پر حجت تمام کردی۔

② ہمارا اُن کا دوسرا اختلاف یہ ہے کہ ہم عرض کرتے ہیں کہ مولوی احمد رضا خان صاحب فاضل بریلوی اپنی بعض تحریروں کی بنا پر خود اپنے فتوے سے ایسے ہی کافر ہیں جیسا کہ اُنہوں نے ہمارے اکابر کے متعلق لکھا ہے اب جو شخص اُن کے عقائد باطلہ پر مطلع ہونے کے بعد اُن کو ادنیٰ درجہ کا مسلمان سمجھے اُن کے کفر میں شک کرے احتیاط برتے وہ بھی خود اُنہی کے فتوے سے ایسا ہی کافر ہے جیسے کہ خان صاحب ہماری جماعت کی طرف سے یہ دعویٰ خان صاحب کی حیات میں کیا گیا۔ متعدد تحریروں سے اُن کو اس کی اطلاع دی گئی جواب کا مطالبہ کیا گیا لیکن صدائے برنخواست (ملاحظہ ہو۔ ردالتکفیر علیٰ الفحاش الشنظیر۔ واحدی التسعة والتسعین علیٰ واحد من الثلاثین اور نئے مجدد کا نیا ایمان وغیرہ وغیرہ)

مولوی مصطفےٰ رضا صاحب خلف اصغر جناب مولوی احمد رضا خان صاحب نے "الموت الاحمر" بے شک اس مضمون پر لکھا لیکن اُن کو بھی اس کا یقین ہوگا کہ یہ عذر گناہ بدتر از گناہ ہے اور اگر اُن پر یہ حقیقت مخفی ہے تو ہم دعوے سے کہہ سکتے ہیں کہ اُس کی اشاعت نے خان صاحب کے اس اقراری کفر پر رجسٹری کردی اور اُن کے اسلام ثابت کرنے کو درجہ اشکال سے نکال کر درجہ استحالہ (محال کے درجہ میں) میں داخل کردیا۔ اگر وہ ہم سے اس اجمال کی تفصیل چاہیں گے تو ان شاء اللہ ہم کو ہرگز دریغ نہ ہوگا مولانا مرتضیٰ حسن صاحب نے ۴۲ھ میں پادرہ ضلع بڑودہ کی تحریک پر "کفر وایمان کی کسوٹی" لکھ کر اس دعوے کے ہر پہلو پر کافی روشنی ڈالی اور روز روشن کی طرح ثابت کردیا کہ خان صاحب بریلوی اپنے فتوے سے قطعی کافر ومرتد ہیں اب جو اُن کے کفر وارتداد میں شک کرے وہ بھی اُنہی کے فتوے سے ایسا ہی کافر مرتد ہے یہ رسالہ ہزار ہا کی تعداد میں شائع ہوا بذریعہ رجسٹری مولوی حامد رضا خان صاحب کے پاس بھیجا گیا۔ لیکن جواب سے آج تک جواب ہے۔

اس کے بعد ہماری جانب سے آج تک خاموشی رہی لیکن کانپوری مصنف صاحب کے شوق تصنیف نے ہمیں فاضل بریلوی اور اُن کے اذناب واتباع کے دیرینہ کفر کو پھر تازہ کرنے پر مجبور کردیا لہٰذا اس موضوع پر بھی کچھ لکھنا ناگزیر ہوا۔

اب سارے ہندوستان کے رضا خانی قبلہ وکعبہ مولوی مفتی مناظر مباحث مصنف مولف عالم جاہل سب سنیں اور بگوش ہوش سنیں اور تحریر جواب کے لیے دوات قلم کاغذ سنبھال لیں۔

☆☆☆

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہٗ ونصلّی علٰی رسولہ الکریم

دربار رسالت میں رضا خانیوں کی ناپاک گستاخیاں توہین رسول اللہ (ﷺ) کے شرمناک مظاہرے وہابی گروں کی وہابیت کی رجسٹری شدہ دستاویز

کسی عربی شاعر کا شعر ہے۔

العین تنظر ما دنی وما نائی　　ولا تری نفسها الا بمراۃ

یعنی آنکھ دور و قریب کی تمام چیزوں کو دیکھ لیتی ہے لیکن خود اپنے آپ کو بغیر آئینہ کے نہیں دیکھ سکتی۔

بعینہٖ یہی حال ہمارے رضا خانی دوستوں کا ہے ان کو دوسروں کی خوبیاں برائیاں غیروں کے مناقب معایب اوروں کے ہنر عیب اور محاسن مساوی نظر آتے ہیں لیکن اپنی طرف سے کچھ ایسی غفلت ہے کہ کفر کریں اور اسلام سمجھیں توہین کریں اس کو توقیر کہیں شرک کریں اور بڑے کٹے موحد رہیں غرض جو چیز اُن کی نظر میں دوسروں کے لیے کفر ہے وہ اپنے لیے شیر مادر لہٰذا ہم اس وقت اِن کے سامنے آئینہ ہو کر پیش ہوتے ہیں اور عرض کرتے ہیں۔

غیر کی آنکھوں کا تنکہ تجھ کو آتا ہے نظر　　دیکھ اپنی آنکھ کا غافل ذرا شہتیر بھی

رضا خانیوں کے عقائد باطلہ:

① مولوی احمد رضا خاں صاحب بریلوی کے ایک پیر بھائی ''مولوی برکات احمد صاحب'' کی قبر میں وہ خوشبو آتی ہے جو آنحضرت ﷺ کے روضہ اطہر سے آتی ہے۔ (معاذ اللہ منہ)

خان صاحب بالقابہم کے ملفوظات حصہ دوم مطبوعہ حسنی پریس بریلی کے ص ۲۵ پر ہے:

''(اعلیٰ حضرت نے ایک طویل کلام کے سلسلہ میں ارشاد فرمایا)'' جب ان کا (یعنی خان صاحب کے پیر بھائی برکات احمد صاحب کا) انتقال ہوا اور میں دفن کے وقت اُن کی قبر میں اُترا مجھے بلا مبالغہ وہ خوشبو محسوس ہوئی جو پہلی مرتبہ روضۂ انور کے قریب آئی تھی۔ انتہی

مسلمان ایمانی کلیجہ پر ہاتھ رکھ کر اپنے قلوب سے فیصلہ لیں کیا یہ الفاظ کسی سچے مسلمان کے زبان و قلم سے نکل سکتے ہیں؟ کیوں مسلمانو! کیا مدینہ طیبہ کا وہ بقعہ نور جو آخر الانبیاء خاتم الاصفیاء حضور رسالت پناہ حبیب الہ دو عالم کے شاہ میرے سردار مدینہ کے تاجدار کو آغوش میں لیے فلک الافلاک کو بھی شرما رہا ہے اور جو حسب تصریح علماء امت عرش الٰہی پر بھی فوقیت رکھتا ہے اسی قابل ہے کہ مولوی احمد رضا خان صاحب کے ایک پیر بھائی کی قبر کو طیب رائحہ (خوشبو) میں اُس کے ہمسر کہا جائے کیا وہ روضہ پاک جو نہ صرف عالم انسانی کا قبلہ ہے بلکہ آسمانی مخلوق کی بھی زیارت گاہ ہے اسی لائق ہے کہ چودھویں صدی کے ایک ہندی النسل انسان کے مدفن کو اس کے ہم پلہ بتلایا جائے اناللہ وانا الیہ راجعون۔

آہ خان صاحب نے خوش عقیدہ لوگوں کے لیے اس تاویل کی بھی گنجائش نہ چھوڑی کہ یہ صرف ایک مادحانہ مبالغہ ہے۔ جس کی حقیقت کچھ اور ہے بلکہ صاف فرما دیا مجھے بلا مبالغہ وہ خوشبو محسوس ہوئی الخ۔

کیوں نہیں آخر تو آپ اُسی چودھویں صدی کے مجدد ہیں۔ جس کی مجددیت کا دوسرا دعوے دار مرزا غلام احمد قادیانی ہے آخر اس اشتراک کا کچھ اثر تو ہونا چاہیے خدانہ کردہ اگر ایسے ہی دو چار مجدد اور پیدا ہو گئے تو پھر قیامت بھی کچھ دور نہیں ہے۔ کیا یہی آپ کے اعلیٰ حضرت عاشق رسول اور چناں و چنیں ہیں۔

کار شیطاں میکند نامش ولی
گر ولی ایں است لعنت بر ولی

۲۔ رضا خانیوں کے اعلیٰ حضرت مجدد البدعات فاضل بریلوی نے معاذ اللہ رسول اللہ ﷺ کی امامت کی وہ خود فرماتے ہیں کہ ایک جنازہ کی نماز (جس میں بقول اُن کے آنحضرت ﷺ بھی شریک تھے) میں نے پڑھائی فاضل موصوف کے ملفوظات حصہ دوم پر ہے۔

''ان کے (یعنی خان صاحب کے ایک پیر بھائی مولوی برکات احمد صاحب کے) انتقال کے دن مولوی سید امیر احمد صاحب مرحوم خواب میں زیارت اقدس حضور سرور عالم ﷺ سے مشرف ہوئے کہ گھوڑے پر تشریف لیے جاتے ہیں عرض کی یا رسول اللہ حضور کہاں تشریف

لیے جاتے ہیں فرمایا برکات احمد کے جنازے کی نماز پڑھنے۔ الحمد للہ یہ جنازہ مبارکہ میں نے پڑھایا" انتہی۔

مسلمانو! تمہیں حضور سرور عالم حبیب اعظم شفیع اکرم ﷺ کی محبت کا واسطہ خدارا تھوڑی دیر کے لیے اپنے اُس دل میں جو خدا اور اس کے رسول (جل ذکرہ و ﷺ) کی محبت ہی کے لیے بنایا گیا ہے انصاف کو جگہ دے کر غور کرو تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ ان مدعیان عشق کے دعوئ عشق ومحبت کی کیا حقیقت ہے۔

آہ عالم قدس کے جس شہنشاہ نے شب معراج مسجد اقصیٰ میں از آدم تا عیسیٰ تمام انبیاء علیہم السلام کی امامت کی، قدرت نے جس کے سر پر امامت انبیاء کا تاج رکھا، فرشتوں نے جس کو امام المرسلین کہہ کے سلامی دی، آج بریلی والے خان صاحب اُس امام الانبیاء کی امامت کے مدعی ہیں نہ ہوا زمانہ عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ کا ورنہ اس چلے ہوئے دماغ کا یہیں علاج ہو جاتا۔

آج ایک مسلمان اس دار الکفر میں بجز اس کے اور کیا کہہ سکتا ہے خان صاحب "نیچے کی چگ کے کھاؤ یہ منہ اور مسور کی دال۔"

④ جو شخص حضور ﷺ کو ایسی ناپاک گالیاں دے جن کی نظیر پادریوں پنڈتوں کھلے کافروں مشرکوں کی کتابوں میں بھی نہ پائی جائے۔ پھر ان سڑی گالیوں میں کسی تاویل وتوجیہ کی بھی گنجائش نہ ہو اور مزید براں یہ کہ اُن ناپاک گالیوں سے سرکار دو عالم حبیب اعظم ﷺ کو بھی اذیت اور دکھ پہنچے دیکھنے سننے والوں کے کلیجہ بھی ٹکڑے ٹکڑے اور دل پاش پاش ہوں تو ان رضا خانی صاحبان اور اُن کے خان والا شان کے نزدیک ایسا شخص مسلمان ہے اُسے ہرگز کافر نہ کہا جائے اُس کو کافر کہنے والا بے احتیاط سلامتی سے دور اور راہ استقامت سے بھٹکا ہوا ہے وہ رسول اللہ ﷺ کا نافرمان ہے۔

توضیح مولوی احمد رضا خان صاحب بریلوی اپنی کتاب "الکوکبۃ الشہابیہ" میں شہید مرحوم مظلوم اہل بدعت (حضرت مولانا شاہ اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ) پر تبرا بھیجتے ہوئے اپنے نامہ اعمال کو اس طرح سیاہ فرماتے ہیں:

مسلمانو! مسلمانو! خدارا ان ناپاک شیطانی ملعون کلموں کو غور کرو...... پادریوں پنڈتوں وغیرہم کھلے کافروں مشرکوں کی کتابیں دیکھو...... اُن میں بھی اس کی نظیر نہ پاؤ گے...... مگر اس

مدعی اسلام بلکہ مدعی امامت کا کلیجہ چیر کر دیکھیے کہ کس جگر سے محمد رسول اللہ ﷺ کی نسبت بے دھڑک یہ صریح سب ودشنام کے لفظ لکھ دیے...... مسلمانو! کیا ان گالیوں کی محمد رسول اللہ ﷺ کو اطلاع نہ ہوئی مطلع ہو کر ان سے انہیں ایذا نہ پہنچی۔ ہاں ہاں واللہ واللہ انہیں اطلاع ہوئی واللہ واللہ اُنہیں ایذا پہنچی...... اور انصاف کیجیے تو اس کھلی گستاخی میں کوئی تاویل کی جگہ بھی نہیں...... اس خبیث بددین نے جو ہمارے عزت والے رسول دو جہاں کے بادشاہ بارگاہ عالم پناہ ﷺ کی نسبت یہ لعنتی کلمات لکھے اُنہوں نے ہمارے اسلامی دلوں پر تیر وخنجر سے زیادہ کام کیا۔ انتہی بلفظہ از کوکبۃ الشہابیہ ص ۳۰ و ۳۱ و ۳۳ و ۳۴۔

یہ تو خدا خوب جانتا ہے کہ شہید مرحوم کا دامن ان تمام آلودگیوں سے پاک ہے بلکہ یہ سب یاروں کی کارسازی کے کرشمے ہیں لیکن یہاں ہمیں اس سے بحث نہیں اس جگہ ہمارا مقصود یہ ثابت کرنا تھا کہ خان صاحب کے نزدیک شہید مرحوم تمام اُن سنگین جرموں کے مرتکب ہیں جن کا ذکر ہم نے عقیدہ کے ذیل میں کیا ہے سو الحمد للہ وہ بتمامہ "کوکبہ شہابیہ" کی مذکورہ بالا عبارت سے ثابت ہو گیا۔

اب ہم یہ عرض کرنا چاہتے ہیں کہ باوجود ان سنگین جرموں کے خان صاحب شہید مرحوم کو کافر نہیں کہتے بلکہ تکفیر کو خلاف احتیاط مخالف حکم نبوی بتلاتے ہیں اور عدم تکفیر کو مذہب مفتی بہ قرار دیتے ہیں اُسی میں سلامتی بتلاتے ہیں وہی اُن کے نزدیک راہ استقامت ہے ملاحظہ ہو خان صاحب بالقابہم "تمہید ایمان" ص ۴۳ پر ارقام فرماتے ہیں۔

اور امام الطائفہ (اسمٰعیل دہلوی) کے کفر پر بھی حکم نہیں کرتا کہ ہمیں ہمارے نبی ﷺ نے اہل لا الہ الا اللہ کی تکفیر سے منع فرمایا ہے۔

نیز اسی تمہید ایمان ص ۴۲ پر ہے۔"

"علمائے محتاطین اُنہیں کافر نہ کہیں یہی جواب ہے وهو الجواب وبه يفتى وعليه الفتوىٰ وهو المذهب وعليه الاعتماد وفيه السّلامة وفيه السداد یعنی یہی جواب ہے اور اسی پر فتویٰ ہوا اور اسی پر فتویٰ ہے اور یہی ہمارا مذہب ہے اور اسی پر اعتماد اور اسی میں سلامتی ہے اور اسی میں استقامت۔"

خان صاحب کی کل عبارتیں حاضر ہیں نتیجہ صاف ہے کہ خان صاحب کے نزدیک ایسے

سنگین جرموں کا مرتکب بھی مسلمان ہے اُسے کافر کہنے والا آنحضرت ﷺ کا نافرمان ہے سخت بے احتیاط اور ہلاکت میں پڑنے والا ہے۔

حالانکہ یہ اجماعی مسئلہ ہے کہ جو بدبخت ایسے مجرم کو کافر نہ کہے وہ خود کافر ہے۔ شفا شریف وبزازیہ

وفتاویٰ خیریہ وغیرہ میں ہے تمام مسلمانوں کا اجماع ہے کہ جو حضور اقدس ﷺ کی شان پاک میں گستاخی کرے وہ کافر ہے اور جو اُسکے معذب یا کافر ہونے میں شک کرے وہ بھی کافر ہے تمہید ص ۲۷۔

نیز اسی کے ص ۲۸ پر ہے۔

"مجمع الانہر و در مختار میں ہے جو کسی نبی کی شان میں گستاخی کے سبب کافر ہوا اُس کی توبہ کسی طرح قبول نہیں اور جو اُس کے عذاب یا کفر میں شک کرے خود کافر ہے۔"

پھر اسی کے ص ۳۵ پر ہے۔

"نہ کہ ایک کلام تکذیب خدا یا تنقیص شان سید انبیاء علیہم السلام والثنا میں صاف صریح ناقابل تاویل وتوجیہ ہو اور پھر بھی حکم کفر نہ ہو اب تو اُسے کفر نہ کہنا کفر کو اسلام [1] ماننا ہوگا۔ اور جو کفر کو اسلام مانے خود کافر ہے ابھی شفا و بزازیہ و دُرر و دو بحر وغیرہ

فتاویٰ خیریہ و مجمع الانہر و در مختار وغیرہ کتب معتمدہ سے سن چکے ہو کہ جو شخص حضور اقدس ﷺ کی تنقیص شان کرے کافر ہے اور جو اس کے کفر میں شک کرے وہ بھی کافر ہے۔

اب خان صاحب کی پہلی عبارت کو ان تینوں عبارتوں کے ساتھ ملایئے نتیجہ صاف ظاہر ہے کہ مولوی احمد رضا خان صاحب خود اپنے اقرار سے کافر ہیں اُن کے کفر پر ساری امت محمدیہ کا اجماع ہے اب جو اُن کے کافر یا معذب ہونے میں شک کرے وہ بھی اُنہی کے فتوے سے

---

[1] مولوی نعیم الدین صاحب مراد آبادی ذرا آنکھیں کھول کر دیکھیں خان صاحب کے اس فقرہ نے فیصلہ کر دیا کہ کسی کو کافر نہ کہنا اس کے مسلمان سمجھنے کو مستلزم ہے کہیے اب بھی یہ مطالبہ درست ہے کہ "کہاں اعلیٰ حضرت نے مولوی اسمٰعیل صاحب دہلوی کو مسلمان لکھا ہے اگرچہ خان صاحب کا کفر ثابت ہونے کے لیے صرف اتنا ہی کافی ہے کہ وہ شہید مرحوم کو کافر نہ کہیں جیسا کہ ان عبارات سے ظاہر ہے لیکن ہم نے بحمد اللہ یہ بھی ثابت کر دیا کہ خان صاحب حضرت شہید مرحوم کو مسلمان سمجھتے ہیں منہ غفرلہٗ

ایسا ہی کافر ہے وہلم جرا۔

اُلجھا ہے پاؤں یار کا زلف دراز میں
لو آپ اپنے دام میں صیاد آگیا

(۵) جو شخص قرآن عظیم میں جابجا شرک مانے وہ مسلمان ہے اُسے کافر کہنا بے احتیاطی اور ہلاکت میں پڑنا ہے۔

(۶) جو بدبخت کہے کہ حضرات انبیاء علیہم السلام سے بکثرت شرک ہوئے وہ مسلمان ہے الخ۔

(۷) علیٰ ہذا جو ملائکہ کو مشرک بتلائے وہ بھی ان کے نزدیک مسلمان ہے۔ الخ

(۸) جس شخص کے کلام میں شرک کے انبار ہوں وہ بھی ان کے نزدیک معاذ اللہ مسلمان ہے۔

توضیح حضرت شہید مرحوم کے متعلق کوکبہ شہابیہ ص ۴۰ پر یوں گہر افشانی فرماتے ہیں:

(۱) جابجا قرآن عظیم ایک بات فرمائے اور یہ صاف اُسے غلط باطل کہہ جائے......

(۲) اس کے طور پر قرآن عظیم میں جابجا شرک موجود۔

(۳) اس کے نزدیک انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام سے شرک صادر ہوئے۔

(۴) یونہی حضرات ملائکہ عظام علیہم الصلوٰۃ والسلام سے شرک صادر ہوئے۔

(۵) کھلے شرکوں کے بھاری طور سے خود اُس کے کلام میں برساتی حشرات الارض کی طرح پھیلے ہیں انتہی۔

لیکن باوجود ان تمام خرافات کے وہ خان صاحب کے نزدیک مسلمان ہی ہیں اُنہیں کافر کہنا گناہ ہے (دیکھو عبارات مذکورۃ الصدر)

(۹) جو بے دین اللہ سبحانہٗ کے علم کو ضروری نہ جانے بلکہ اس کا جاہل رہنا بھی (معاذ اللہ منہ) ممکن سمجھے وہ بھی ان کے نزدیک مسلمان ہے اُسے کافر نہیں کہا جا سکتا (استغفر اللہ منہ)

توضیح خان صاحب موصوف شہید مرحوم کے متعلق کوکبہ شہابیہ ص ۱۱ پر فرماتے ہیں۔

(اس نے) "یہاں اللہ سبحانہٗ کے علم کو لازم و ضروری نہ جانا اور معاذ اللہ اُس کا جہل ممکن مانا۔"

لیکن ہیں پھر بھی مسلمان لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰہِ۔

(۱۰) جو شیطان تمام امت محمدیہ ﷺ کو کافر مانے وہ علماء امت کے نزدیک تو یقیناً وقطعاً کافر

ہے لیکن رضا خانی صاحبان کے نزدیک مسلمان ہی ہے اُس کو کافر کہنا جائز نہیں۔

توضیح موجد رضا خانیت جناب مولوی احمد رضا خان صاحب حضرت شہید مرحوم کے متعلق کوکبہ کے ص ۱۲ پر فرماتے ہیں۔

(اُس نے) ''اسی قول میں تمام اُمت کو کافر مانا۔'' لیکن رہے پھر بھی مسلمان (دیکھو عبارات مذکورۃ الصدر)

(۱۱) جو ملعون علم الٰہی کو قدیم نہ مانے وہ مسلمان ہے اِن کے نزدیک اُسے ہرگز کافر نہیں کہا جاسکتا۔

توضیح خانصاحب موصوف حضرت شہید مرحوم کے متعلق ''کوکبہ شہابیہ'' ص ۱۲ پر فرماتے ہیں:

''تو (اس کے نزدیک) علم الٰہی قدیم نہ ہوا۔'' لیکن باوجود اس کے خان صاحب کے آخری فیصلہ کے مطابق وہ مسلمان ہی ہیں جیسا کہ سابقاً معلوم ہوا۔

(۱۲) جو مردود صاف اقرار کرے کہ خدا تعالیٰ کی بات واقع میں جھوٹ ہو جانے میں کوئی حرج نہیں وہ مسلمان ہے الخ

توضیح خان صاحب موصوف شہید مرحوم کے متعلق کوکبہ ص ۱۴ پر فرماتے ہیں:

''یہاں صاف اقرار کر دیا کہ اللہ عزوجل کی بات واقع میں جھوٹ ہو جانے میں تو حرج نہیں۔'' لیکن فتویٰ اسی پر ہے کہ علماء محتاطین انہیں کافر نہ کہیں اُن کو کافر کہنا ہلاکت میں پڑنا ہے۔ (کما سبق آنفاً)

(۱۳) جو جہنمی کہے کہ صفات انسانی کھانا پینا سونا پاخانہ پھرنا پیشاب کرنا جلنا ڈوبنا مرنا غرض سب کچھ خدا کے لیے روا ہے وہ بھی رضا خانی مذہب میں مسلمان ہے۔

توضیح خاں صاحب موصوف شہید مرحوم کے متعلق کوکبہ شہابیہ ص ۱۵ پر فرماتے ہیں:

''اس میں صاف تصریح ہے کہ جو کچھ آدمی اپنے لیے کرسکتا ہے وہ سب خدائے پاک کی ذات پر بھی روا ہے۔ جس میں کھانا پینا سونا پاخانہ پھرنا پیشاب کرنا جلنا ڈوبنا مرنا سب کچھ داخل ہے۔''

لیکن واہ رے رضا خانیوں کے اسلام تیری وسعت کہ پھر بھی وہ مسلمان ہی ہیں (جیسا کہ پہلے معلوم ہو چکا)

(۱۴) جو ملعون اللہ تعالیٰ کے جھوٹ کو ممتنع بالغیر اور محال عادی بھی نہ مانے بلکہ صاف اقرار کرے کہ (معاذ اللہ) خدا جھوٹ بولتا رہتا ہے وہ بھی ان کے نزدیک مسلمان ہے اسے کافر کہنا خلاف احتیاط۔

توضیح خان صاحب موصوف شہید مرحوم کے متعلق اسی کوکبہ شہابیہ ص ۱۵ پر فرماتے ہیں۔

''اس میں صاف اقرار ہے کہ اللہ عزوجل کا جھوٹ بولنا ممتنع بالغیر بلکہ محال عادی بھی نہ ہو۔''
لیکن فتویٰ وہی ہے ''علما محتاطین انہیں کافر نہ کہیں'' اللہ رے احتیاط۔

(۱۵) جو مردود صراحۃً کہے کہ اللہ عزوجل میں ہر عیب و آلایش کا آنا جائز ہے مگر وہ اپنی شان ہی رکھنے کے لیے مصلحۃً اس سے بچتا ہے وہ بھی ان کے نزدیک مسلمان ہے اُس کے کفر پر حکم نہیں کیا جاسکتا۔

توضیح خان صاحب موصوف حضرت شہید مرحوم کے متعلق کوکبہ شہابیہ ص ۱۶ پر فرماتے ہیں۔

''اسی قول میں صراحۃً مان لیا کہ اللہ تعالیٰ میں عیب و آلایش کا آنا جائز ہے مگر مصلحۃً ترفع کے لیے اس سے بچتا ہے۔''

لیکن فیصلہ وہی ہے کہ ''میں اسمٰعیل دہلوی کے کفر پر بھی حکم نہیں کرتا الخ (عبارت پہلے گذر چکی ہے)۔

(۱۶) جو شقی ازلی صاف طور پر کہے کہ جن چیزوں کی نفی سے اللہ تعالیٰ کی تعریف کی جاتی ہے وہ تمام باتیں اللہ تعالیٰ میں ہوسکتیں ہیں مثلاً سونا اونگھنا بھکنا جورو بیٹا بیٹی والا ہونا بندوں سے ڈرنا کسی کو اپنی بادشاہت میں شریک کر لینا ذلت و خواری کے باعث کسی دوسرے کو اپنا باز و بنا لینا وغیرہ وغیرہ یہ سب کچھ خدا میں پایا جاسکتا ہے وہ مردود بھی ان کے نزدیک مسلمان ہے۔

توضیح خان صاحب موصوف کوکبہ شہابیہ ص۱۶ پر شہید مرحوم ومظلوم کے متعلق لکھتے ہیں:

"اس قول میں صاف بتایا کہ جن چیزوں کی نفی سے اللہ تعالیٰ کی مدح کی جاتی ہے وہ سب باتیں اللہ عزوجل کے لیے ہو سکتی ہیں ورنہ تعریف نہ ہوتی تو اللہ تعالیٰ کے لیے سونا اونگھنا بھکنا جورو بیٹا بندوں سے ڈرنا کسی کو اپنی بادشاہی کا شریک کر لینا ذلت وخواری کے باعث دوسرے کو اپنا بازو بنانا وغیرہ وغیرہ سب کچھ روا ہے۔"

لیکن وارے رضا خانیوں کے اسلام تیری وسعت کو پھر بھی وہ تیرے آغوش میں ہیں۔

(۱۷) جو مردود حضرات انبیاء علیہم السلام وملائکہ عظام اور قیامت جنت دوزخ غرض تمام ایمانیات کے ماننے سے انکار کرے وہ بھی ان کے مذہب میں مسلمان ہے نہ معلوم ان بزرگوں کے خیال میں اسلام کس چیز کا نام ہے۔

توضیح خان صاحب موصوف شہید مرحوم کے متعلق کوکبہ شہابیہ ص۱۹ پر فرماتے ہیں؟

"یہاں انبیاء وملائکہ وقیامت وجنت ونار وغیرہ تمام ایمانیات کے ماننے سے صاف انکار کیا۔"

لیکن رہے پھر بھی مسلمان (جیسا کہ خان صاحب کی کئی عبارتوں سے معلوم ہو چکا ہے) حالانکہ یہ تمام چیزیں ضروریات دین میں سے ہیں اور جس طرح ضروریات دین کا منکر کافر ہے اسی طرح منکر کو کافر نہ کہنے والا بھی کافر ومرتد ہے خان صاحب موصوف "ازالۃ العار ص۶ پر فرماتے ہیں۔

"جس طرح ضروریات دین کا انکار کفر ہے یونہی اُن کے منکر کو کافر نہ جاننا بھی کفر ہے۔"

ہمارے ناظرین خود نتیجہ نکال لیں کہ اب خان صاحب اپنے اقرار سے کون ہوئے ہم کچھ کہنا نہیں چاہتے:

(۱۸) جو شخص یہ تصریح کرے کہ بعض لوگ علم میں انبیاء کے برابر وہمسر ہوتے ہیں فرق صرف اتنا ہوتا ہے کہ انبیاء کو ظاہری وحی آتی ہے اُنہیں باطنی۔ وہ بھی مسلمان ہے اس کو کافر نہ کہنا چاہیے۔

(۱۹) جو شخص غیر نبی کو نبی بتلائے وہ بھی مسلمان ہے۔

توضیح خان صاحب بالقابہم شہید مرحوم کے متعلق کوکبہ ص۲۲ پر فرماتے ہیں:

"اس قول ناپاک میں اس قائل بے باک نے بے پردہ وحجاب صاف صاف تصریحیں کیں بعض لوگ علم میں انبیاء کے برابر وہمسر ہوتے ہیں فرق اتنا ہے کہ انبیاء کو ظاہری وحی آتی ہے انہیں باطنی وہ انبیاء کے مانند معصوم ہوتے ہیں اسی مرتبہ کا نام حکمت ہے یہ کھلم کھلا غیر نبی کو نبی بتلانا ہے۔"

لیکن فیصلہ وہی ہے جو ہمارے ناظرین پہلے ملاحظہ فرما چکے ہیں "علمائے محتاطین انہیں کافر نہ کہیں الخ۔

(۲۰) جو خبیث ایسی بات کہے جو بہت سی وجہ سے باجماع اہلسنت یقیناً کفر ہو۔ حتی کہ اُس میں نبوت کا دعوٰی ہو وہ بھی مسلمان ہے۔

توضیح خان صاحب موصوف شہید مرحوم کے متعلق کوکبہ شہابیہ ص۳۳ کے حاشیہ میں ارقام فرماتے ہیں۔

(اس کا) یہ "قول باجماع اہلسنت بہت سی وجہ سے کفر ہے ازاں جملہ یہ کہ اُس میں اللہ تعالیٰ سے بے وساطت نبی احکام شرعیہ ملنے کا ادعا ہے اور یہ نبوت کا دعوٰی ہے۔"

لیکن واہ رے رضا خانیوں کے اسلام کہ تجھ میں دعوٰی نبوت بھی کفر نہیں باوجود اس سنگین جرم کے شہید مرحوم مسلمان کے مسلمان ہیں حضرت شہید تو فی الحقیقت بھی مسلمان ہیں لیکن وائے قسمت کہ خان صاحب کسی گھاٹ کے نہ رہے۔ کیا ہے کوئی بدعتی کہ خان صاحب کو ادنیٰ درجہ کا مسلمان بھی ثابت کر سکے واہ رے شہید تیری کرامت!

مولوی احمد رضا خان صاحب اور اُن کی ذریت کے نزدیک مندرجہ ذیل تمیں عقیدے اسلامی عقیدے ہیں ان عقیدوں کا رکھنے والا کافر نہیں مسلمان ہے اُسے کافر کہنے والا بے احتیاط سلامتی سے دور اور ہلاکت میں پڑنے والا ہے وہ عقائد ملعونہ یہ ہیں نقل کفر کفر نہ باشد۔

۲۱۔ خدا وہ ہے جسے مکان زمان جہت ماہیت ترکیب عقلی سے پاک کہنا بدعت حقیقیہ کے قبیل سے ہے اور صریح کفروں کے ساتھ شمار کرنے کے قابل ہے۔

۲۲۔ خدا کی بات کا اعتبار نہیں۔

۲۳۔ خدا کی کتاب قابل استناد نہیں۔

۲۴۔ اُن کا دین لائق اعتماد نہیں۔

۲۵۔ خدا وہ ہے جس کا بہکنا غافل ہونا۔

۲۶۔ ظالم ہونا ۲۷۔ حتیٰ کہ مر جانا

۲۸۔ ناچنا ۲۹۔ تھرکنا

۳۰۔ نٹ کی طرح کلا کھیلنا

۳۱۔ عورتوں سے جماع کرنا۔

۳۲۔ لواطت جیسی بے حیائی کا مرتکب ہونا۔

۳۳۔ حتیٰ کہ خود مخنث کی طرح مفعول بننا سب ممکن ہے۔

۳۴۔ کوئی خباثت کوئی فضیحت خدا کی شان کے خلاف نہیں۔

۳۵۔ خدا کھانے کا منہ ۳۶۔ بھرنے کا پیٹ

۳۷۔ مردی زنی کی علامت رکھتا ہے اور بالفعل موجود ہیں۔

۳۸۔ خدا صمد نہیں جوف دار کھکل ہے۔

۳۹۔ سبوح قدوس نہیں۔ ۴۰۔ خنثیٰ مشکل ہے۔

۴۱۔ خدا وہ ہے جو اپنے آپ کو جلا سکتا ہے۔

۴۲۔ خدا وہ ہے جو اپنے آپ کو ڈبو سکتا ہے۔

۴۳۔ خدا وہ ہے جو زہر کھا کر یا اپنا گلا گھونٹ کر یا بندوق مار کر خود کشی کر سکتا ہے۔

۴۴۔ خدا کے ماں باپ جورو بیٹا سب ممکن ہے۔

۴۵۔ خدا ماں باپ سے پیدا ہوا ہے۔

۴۶۔ خدا ربڑ کی طرح پھیلتا پھٹتا ہے۔

۴۷۔ خدا برہما کی طرح چومکھا ہے۔

۴۸۔ خدا ایسا ہے جس کا کلام فنا ہو سکتا ہے۔

۴۹۔ خدا بندوں کے خوف کے باعث جھوٹ بولنے سے بچتا ہے کہ کہیں جھوٹا نہ سمجھیں۔

۵۰۔ خدا بندوں سے چرا چھپا کر پیٹ بھر کر جھوٹ بک سکتا ہے۔

توضیح فاضل بریلوی مولوی احمد رضا خان صاحب بالقابہم نے اپنے فتاوے کے ص ۴۵، ۴۶، ۴۷ پر ان عقائد ملعونہ کو حضرت شہید دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف منسوب کیا لیکن بایں ہمہ فیصلہ یہ فرماتے ہیں:

"اور امام الطائفہ (اسمٰعیل دہلوی) کے کفر پر بھی حکم نہیں کرتا کہ ہمیں ہمارے نبی ﷺ نے اہل لا الہ الا اللہ کی تکفیر سے منع فرمایا ہے۔ تمہید ایمان ص ۴۳ دوسروں کے لیے ارشاد ہے۔

"علما محتاطین انہیں کافر نہ کہیں یہی جواب ہے یہی مذہب مفتیٰ بہ ہے اسی میں سلامتی اور استقامت ہے۔" تمہید ایمان ص ۴۲ (ملخصاً)

مسلمانو! خدارا انصاف جس ظالم مردود کے لیے ایسے خبیث عقیدے ہوں کیا وہ بھی اہل لا الہ الا اللہ میں سے ہے کیا ایسے ہی شخص کی تکفیر سے رسول خدا ﷺ نے منع فرمایا ہے علیٰ ہذا جو شقی ازلی ان ناپاک ملعون عقیدوں کو اسلامی عقیدے بتلائے ان کے معتقد کو کافر نہ کہے کیا اُس کے کفر میں کوئی کلام ہو سکتا ہے۔

اے مالک عرش تو شاہد ہے کہ ہمارے نزدیک ایسے ملعون عقیدوں کا رکھنے والا کافر اکفر ہے ہمارا ایمان ہے کہ اُس کا کفر ابوجہل اور ابولہب سے بھی بڑھا ہوا ہے۔

اے سمیع و بصیر، اے علیم و خبیر تجھے یہ بھی علم ہے کہ شہید مظلوم اور ہمارے جملہ اکابر کا دامن ان تمام آلودگیوں سے پاک ہے (سُبْحَانَكَ هٰذَا بُهْتَانٌ عَظِيْمٌ) وَسَيَعْلَمُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا اَیَّ مُنْقَلَبٍ يَّنْقَلِبُوْنَ○

ملحوظ رہے کہ یہاں تک جو کچھ عرض کیا گیا ہے وہ سب خان صاحب کا مسلمہ ہے، جس میں کسی بدعتی کو مجال انکار نہیں۔

عقائد کے اس سلسلہ کو ہم یہیں ختم کرتے ہیں نمونہ کے لیے یہ پچاس عقیدے کافی ہیں اگر ہمارے دوست اس نمونہ کو پسند فرمائیں تو جلد از جلد آرڈر دیں کہ اس قدر مال مطلوب ہے ہم ان شاء اللہ جلد از جلد فرمائش کی تعمیل کریں گے کفر کی اس منڈی میں اللہ کی دین سے اس مال کی کوئی کمی نہیں ہے۔

اس کے بعد ہم اپنے دوستوں کی خدمت میں کچھ سوالات بھی بغرض جواب پیش کرتے

ہیں امید ہے کہ بدعتیوں کے قبلہ وکعبہ جناب مولانا حامد رضا خان صاحب وصدر الافاضل جناب مولوی نعیم الدین صاحب اور چھوٹے میاں جناب مصطفےٰ رضا خان صاحب اور منظر اسلام بریلی کے محدث مولوی رحم الٰہی صاحب اور بدعتی دار التصنیف کے کارپرداز جناب مولوی حشمت علی صاحب بریلوی وغیرہ وغیرہ دیگر اکابر ملت رضا خانیہ تنہا تنہا یا اجتماعی حیثیت سے ہمارے ان ناچیز سوالات کا جواب دے کر تشکر و امتنان کا موقعہ دیں گے۔

اگر دیانت اور صداقت کے ساتھ ہمارے ان سوالات کے واقعی جوابات دے دیے گئے تو ان شاء اللہ ہمارے اُن کے بہت سے اختلافات کا فیصلہ سہل ہو جائے گا۔

ہمارے جواب طلب سوالات:

۱: جو شخص اپنے کسی پیر یا پیر بھائی کی قبر کو طیب رائحہ (خوشبو) میں آنحضرت ﷺ کے روضۂ اطہر کے ہم پلہ بتلائے اس کا آپ کے نزدیک کیا حکم ہے؟

۲: جو شخص اس زمانہ میں حضور اقدس ﷺ کی امامت کا مدعی ہو کھلے لفظوں میں اپنے آپ کو رسول اللہ ﷺ کا امام بتلائے پھر اس گستاخی و بے باکی پر ناز اں بھی ہو اُس کو آپ کیسا سمجھتے ہیں؟

۳: زید حضور رسالت پناہ ﷺ کی شان رفیع میں کھلی کھلی گستاخیاں کرتا ہے جن میں کوئی تاویل بھی نہیں چل سکتی عمرو اُس کی تکفیر نہیں کرتا بلکہ تکفیر کو معصیت بتلاتا ہے بتلایا جائے کہ یہ عمرو مسلمان ہے یا کافر؟

۴: مولوی احمد رضا خان صاحب نے تمہید ایمان ص ۲۷ پر شفاء شریف سے یہ عبارت نقل کی ہے "ادعاء التاویل فی لفظ صراح لا یقبل" بتلایا جائے کہ اس عبارت میں صریح بمعنی متعین ہے یا بمعنی متبین۔

۵: ضروریات دین (جن کے انکار سے آدمی کافر ہو جاتا ہے) کون کون سی چیزیں ہیں بہ تفصیل بحوالہ کتب معتبرہ بیان کیا جائے۔

۶: اہل سنت و جماعت کی کیا تعریف ہے۔ وہ کون سے اعتقادات اور کون سے اعمال ہیں جن پر اہلسنت ہونے نہ ہونے کا مدار ہے۔

۷: اگر کسی مسئلہ میں ائمہ امت میں سے کوئی امام یا بعض مشائخ یا علمائے محققین میں سے ایک یا دو کسی طرف گئے ہوں اور اکثر یا اقل دوسری جانب ہوں اور ہر دو فریق کا شمار بھی اہل سنت و جماعت میں ہو تو اس مسئلہ مختلف فیہ کی کسی ایک جانب پر اعتقاد رکھنے والا یا عمل کرنے والا کافر یا فاسق یا خارج از اہل سنت و جماعت ہو سکتا ہے یا نہیں۔ اگر ہو سکتا ہے تو فقط یہی شخص جو ہمارا ہمعصر ہے یا متقدمین میں سے بھی۔ جو حضرات اس طرف گئے ہوں وہ بھی ان القابات کے مستحق ہونگے۔

۸: اشعریہ، ماتریدیہ یہ دونوں گروہ اہل سنت ہی کے ہیں یا ان میں سے کوئی اہلسنت سے خارج ہے۔ اگر خارج ہیں تو کس مسئلہ کی وجہ سے اور اگر کوئی بھی خارج نہیں۔ تو باوجود اختلاف فی العقائد کے دونوں گروہ اہل سنت و جماعت کیسے ہو سکتے ہیں اگر اہل سنت اور دیگر فرق باطلہ میں مدار اختلاف اختلافِ عقائد ہے تو یہاں ایک گروہ باوجود اختلاف کے خارج از اہل سنت کیوں نہ ہوا۔ اور اگر اہل سنت سے خارج ہونے کا مدار اختلاف عقائد نہیں تو پھر کیا ہے؟

۹: مولوی احمد رضا خان صاحب نے اپنی متعدد تصانیف میں لکھا ہے کہ اگر کسی مسلم کے کلام میں ۹۹ پہلو کفر کے ہوں اور ایک ضعیف سا پہلو اسلام کا ہو تو اس کو مسلمان ہی کہا جائے گا جب تک کہ بالیقین یہ معلوم نہ ہو جائے کہ اس کی مراد کفر کا پہلو ہے اس کو ہرگز کافر نہیں کہا جا سکتا۔ تو فرمایا جائے کہ اسی طرح اگر کسی کے کلام میں ۹۹ وجوہ اہل سنت و جماعت سے نکلنے کی ہوں اور ایک وجہ ایسی ہو جس کی وجہ سے وہ اہل سنت ہی میں داخل رہے تو کیا پہلے مسئلہ کی طرح یہاں بھی اسی ایک وجہ کو اختیار کریں گے اور اہل سنت ہی میں رہنے دینگے یا اس صورت میں وہ اہل سنت میں داخل نہیں رہ سکتا۔

۱۰: وہ ضروریات اہل سنت و جماعت کون سے ہیں جن میں سے کسی ایک کے انکار کی وجہ سے انسان اہل سنت سے خارج ہو جاتا ہے بہ تفصیل بیان کریں۔

۱۱: جو شخص آنحضرت ﷺ کو ساری مخلوق سے زیادہ وسیع العلم مانے ع

بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

کا سچا مصداق جانے۔" تمام علمی وعملی کمالات کا آپ کو خاتم سمجھے لیکن بایں ہمہ یہ بھی عقیدہ رکھے کہ دنیا دنی کے وہ علوم جو کمالات نبوت کے سامنے کوئی حقیقت نہیں رکھتے اور جن کو روحانی کمال میں کچھ دخل بھی نہیں ان کو آنحضرت ﷺ کا علم اقدس محیط نہیں بلکہ ممکن ہے کہ ان میں اہل دنیا کا دائرہ علم زیادہ وسیع ہو اگرچہ مجموعی حیثیت سے پھر بھی آنحضرت ﷺ کا علم شریف ہی زیادہ وسیع ہے ایسے شخص کے متعلق کیا خیال ہے اور ایسا عقیدہ رکھنے والا مسلمان ہے یا کافر؟

۱۲: جبکہ کوئی علم کسی ادنیٰ کے لیے نص سے ثابت ہو تو کیا کسی اعلیٰ کو اُس پر قیاس کر کے اس کے لیے بھی اس علم کا ثابت کرنا ضروری ہے یا اس کے لیے کسی مستقل نص کی ضرورت ہوگی۔

۱۳: کیا بغیر کسی نص کے صرف قیاس سے یہ کہا جاسکتا ہے کہ فلاں علم فلاں بزرگ کو ضرور حاصل تھا بالخصوص جبکہ وہ علم بھی علوم عالیہ کمالیہ میں سے نہ ہو۔

۱۴: کیا یہ ممکن نہیں کہ کوئی ایسا علم جس کا تعلق ذات وصفات باری عز اسمہٗ سے نہ ہو اور اس کو دین ودیانت سے بھی کوئی خاص تعلق نہ ہو وہ کسی ادنیٰ درجہ کے شخص کو حاصل ہو جائے اور اس سے اعلیٰ وافضل کو نہ ہو۔

۱۵: کیا اس علم کے عدم حصول کی وجہ سے اُس اعلیٰ کے کمال میں کوئی نقصان آتا ہے؟

۱۶: کیا قرآن شریف سورہ نمل میں کہیں یہ مذکور ہے کہ ایک ہُد ہُد نے حضرت سلیمان علیہ السلام کو ایک ایسی بات کی اطلاع دی تھی جس کی اس سے پہلے ان کو مطلق خبر نہ تھی۔

۱۷: کیا کوئی عقیدہ بغیر دلیل کے بھی قائم کیا جاسکتا ہے یا ہر عقیدہ کے لیے دلیل درکار ہے اگر قمار بازی شراب سازی اور اسی قسم کے دوسرے ذلیل پیشوں کا علم (جن کو آج کل کے جواری چور ڈاکو جانتے ہیں) بنابر مشاہدہ ان لوگوں کے لیے ثابت کیا جائے اور حضرات اولیاء کرام وانبیاء علیہم السلام کے لیے بوجہ عدم وجدان دلیل ثابت نہ کیا جائے یا بوجہ وجدان دلیل عدم ان حضرات قدسی صفات سے ان ذلیل کاموں کے علم کی نفی کی جائے تو کیا اس میں ان حضرات کی کوئی توہین ہے یا یہ ساکت وذلیل کا[illegible]یں گے۔

۱۸: آپ کے مولوی عبدالسمیع صاحب میرٹھی نے انوار ساطعہ میں جو حدیثیں اس مدعا کے ثابت کرنے کے لیے پیش کی ہیں کہ ملک الموت اور شیطان علیہ اللعن کو اکثر مواقع زمین کا علم حاصل ہے وہ قابل قبول ہیں یا نہیں؟

۱۹: اگر کسی نبی یا ولی کی نسبت چند اشیائے غائبہ کا علم مطلقاً یا کسی خاص وقت میں نص سے ثابت ہو یا ثابت صرف علم مطلق الغیب ہو نہ العلم المطلق للغیب المطلق تو ایسے شخص کی نسبت کسی خاص شئی کو جو اشیائے غائبہ معلومہ میں داخل نہ ہو یا دخول وعدم دخول کا علم نہ ہو یا دخول معلوم ہو مگر وقت مخصوص کے سوا دوسرا وقت ہو۔ معلوم کہا جائے گا یا غیر معلوم یا کیا اگر ایسے شخص کی نسبت زید یہ کہے کہ مجھ کو اس خاص علم کے متعلق کوئی نص معلوم نہیں اور نص سابق اس کو متناول نہیں۔ لہٰذا میں نہیں کہہ سکتا کہ یہ علم حاصل ہے یا نہیں اگر دیا گیا ہے تو ہے ورنہ نہیں۔ تو کیا یہ عقیدہ کفر ہے یا اس میں اُس نبی یا ولی کی توہین ہے۔

۲۰: اگر کسی ذلیل ترین مخلوق کو کسی ادنیٰ درجہ کی چیز کا علم کسی نص سے ثابت ہو اور کسی نبی یا ولی کی نسبت اس خاص چیز کا علم منصوص نہ ہو تو اگر اس چیز کا علم اول کو ثابت کیا جائے۔ نہ ثانی کو تو کیا اس میں اول کی تعظیم وتوقیر اور ثانی کی توہین وتذلیل ہوگی اور کیا یہ ثابت کرنے والا شخص کافر ہو جائے گا۔

۲۱: جس کے نزدیک ملائکۃ اللہ حضرات انبیاء علیہم السلام سے عموماً اور حضرت جبرئیل اور حضور سرور عالم ﷺ سے خصوصاً افضل اور برتر ہوں اس کا کیا حکم ہے وہ مسلمان ہے یا کافر؟

۲۲: جس کا عقیدہ ہو کہ حضرات انبیاء علیہم السلام کا علم ملائکہ کے علم کے سامنے کوئی حقیقت نہیں رکھتا وہ مسلمان ہے یا نہیں؟

۲۳: جو شخص نفس انعقاد مجلس میلاد کو (اگرچہ اس میں اور منکرات نہ ہوں) بدعت اور ممنوع کہے) (جیسا کہ علامہ ابن الحاج صاحب مدخل وغیرہ کی تصریحات سے ظاہر ہے) اس کا آپ کے نزدیک کیا حکم ہے۔ وہ اہل سنت میں داخل ہے یا نہیں؟

۲۴: جو شخص مجلس میلاد کو (درصورت یہ کہ اس میں اور منکرات راگ وغیرہ بھی نہ ہوں) محض سدًّا للباب منع کرے (جیسا کہ حضرت امام ربانی نے مکتوبات میں تحریر فرمایا ہے) آپ

اس شخص کو گروہ اہلسنت میں داخل سمجھتے ہیں یا اس) گروہ سے خارج؟

۲۵: جو مسائل ان امام صاحب کے زمانہ میں موجود تھے نہ بعد میں ایک زمانہ تک موجود ہوئے نہ اس کا حکم فقہ میں مندرج ہوا اور اس صورت کے پیش آنے کے بعد علمائے وقت نے اس کا حکم بیان فرمایا اس حکم کو نہ ماننے سے بھی آدمی حنفیت یا تقلید سے خارج ہو سکتا ہے یا نہیں؟

۲۶: جو شخص آنحضرت ﷺ کی خاتمیت زمانی کا قائل ہو اور اس کے ساتھ ساتھ خاتمیت رتبی بھی حضور کے لیے ثابت کرے وہ مسلمان ہے یا کافر؟

۲۷: کیا یہ جائز نہیں کہ قرآن عزیز کی کسی آیت کریمہ کی مشہور و ماثور تفسیر کو تسلیم کرتے ہوئے کوئی اور نکتہ اس سے نکالا جائے۔

۲۸: قرآن عظیم کے اوصاف میں جو "لا تنقضی عجائبه "حدیث شریف میں وارد ہے۔ اس کی آپ کے نزدیک کیا مراد ہے؟

۲۹: کیا آپ حضرات کو یہ تسلیم ہے کہ آیت قرآنیہ کے لیے ایک ظہر ہے اور ایک بطن اگر تسلیم نہیں تو حدیث لکل آیۃ منہا ظہرٌ و بطنٌ کا کیا جواب ہے اور اگر تسلیم ہے تو بتلایا جائے کہ ظہر و بطن سے کیا مراد ہے؟

۳۰: جس وقت آیت کے باطنی معنی لیے جائیں تو کیا اس وقت ظاہری معنی متروک ہو جاتے ہیں یا بیک وقت دونوں مراد ہوتے ہیں۔

۳۱: باطنی معنی کے بیان کرنے کا حق کس شخص کو حاصل ہے اس کے لیے کس علم کی ضرورت ہے اور ان معنی کی صحت کے کیا شرائط ہیں مفصل جواب دیا جائے۔

۳۲: کسی حدیث کو اگر بوجہ ظاہری تعارض کے کسی نے متروک کیا ہو۔ تو کیا جبکہ اس کے معنی صحیح بھی بن سکیں اُس وقت بھی وہ متروک ہی رہے گی۔ آج کل کے علماء میں سے اگر کوئی شخص معنی غیر متعارض بیان کرے۔ تو وہ قابل قبول ہونگے یا نہیں اگر نہیں تو کس وجہ سے کیا ہمارا ہمعصر یا قریب العہد ہونا وجہ رد ہے یا کوئی دوسری وجہ۔

۳۳: اثر ابن عباسؓ دربارہ خواتم سبعہ صحیح الاسناد ہے یا نہیں؟ اگر نہیں تو کیوں؟ اور اگر صحیح ہے تو

اس کے کیا معنی ہیں۔ اگر آپ صحیح معنی بیان نہ کر سکیں تو کیا وہ حدیث صرف اس وجہ سے غلط ہو سکتی ہے۔ اور کیا دوسرے علماء زمانہ بھی آپ کی سمجھ کے مکلف ہونگے اور آپ کی یہ رائے اُن پر حجت ہوگی۔

۳۴: جب کسی حدیث کے معنی بظاہر نہ معلوم ہوں تو اس کو غلط کہہ دینا یہی قاعدہ کلیہ ہے یا کہیں اس قاعدہ کے خلاف بھی کیا گیا ہے۔

۳۵: جو شخص اولیاء کرام کے مزارات پر بقصد زیارت جانے کو منع کرے وہ اہلسنت میں داخل ہے یا نہیں؟

۳۶: جو شخص عرس کو ممنوع اور ناجائز بتلائے (جیسا کہ حضرت شاہ محمد اسحٰق صاحب اور حضرت قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تصانیف میں لکھا ہے) اس کا آپ کے نزدیک کیا حکم ہے؟

۳۷: کیا نماز کی حالت میں آنحضرت ﷺ یا کسی دوسرے واجب الاحترام ہستی کی طرف صرف ہمت کرنا یعنی ہر طرف سے حتی کہ اللہ عز وجل کی طرف سے بھی قصداً اپنی توجہ پھیر کر آنحضرت ﷺ یا کسی دوسرے بزرگ کو مرکز توجہ بنا لینا درست ہے یا نہیں۔ مدلل لکھا جائے۔

۳۸: نماز کی حقیقت اور خشوع و خضوع کی تعریف بتلائی جائے۔ نیز حدیث شریف تعبد اللہ کانك تراه کا مطلب بیان کیا جائے۔

۳۹: آپ نے تقویۃ الایمان سے حضرت شہید مرحوم کی یہ عبارت نقل کی ہے "ہر مخلوق بڑا ہو یا چھوٹا وہ اللہ کی شان کے آگے چمار سے بھی ذلیل ہے" اس کے بعد آپ نے یہ منطق اپنی طرف سے جاری کی ہے کہ ہر بڑے چھوٹے میں جناب رسول اللہ ﷺ اور تمام حضرات انبیاء و اولیاء کرام علیہم السلام داخل ہیں لہذا یہ ان تمام حضرات کی توہین ہے اس وقت ہمارے سامنے سلطان الاولیاء، حضرت خواجہ نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ کے ملفوظات مسمی بہ فوائد الفواد ہیں اس کے ص ۱۰۱ پر ہے۔

"ایمان کے تمام نہ شود تا ہمہ خلق نزد او ہم چناں نماید کہ پشکے شتر۔"

یعنی کسی کا ایمان اس وقت تک کامل نہیں ہوسکتا۔ جب تک کہ ساری مخلوق اس کے نزدیک اونٹ کی مینگنی کے برابر نہ ہو۔

اور حضرت شہاب الدین سہروردی رحمہ اللہ کی عوارف المعارف کے ص ۴۵ پر ہے لا یکمل ایمان امرء حتی یکون الناس باعر کسی شخص کا ایمان اس وقت تک کامل نہیں ہوسکتا جب تک کہ تمام لوگ اس کے نزدیک مینگنیوں کی طرح نہ ہوں۔

دریافت طلب یہ ہے کہ آپ کی وہ منطق ان دونوں عبارتوں میں بھی جاری ہوتی ہے یا نہیں اگر نہیں تو وجہ فرق کیا ہے۔ کیا تمام مخلوق اور تمام لوگوں میں حضرات انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام داخل نہیں اور اگر جاری ہوتی ہے۔ تو کیا آسمان ولایت کے یہ دونوں آفتاب و ماہتاب بھی آپ کے نزدیک ایسے ہی کافر ہیں جیسے کہ حضرت شہید مظلوم۔ بینوا توجروا۔ بینوا توجروا۔

۴۰: اگر کوئی شخص بلا استثناء تمام مغیبات کا علم جناب رسول اللہ ﷺ کے لیے مانے اس کا آپ کے نزدیک کیا حکم ہے؟ عقائد اہل سنت اور فقہ حنفی کی کتابوں میں ایسے شخص کے متعلق کیا لکھا ہے؟

۴۱: اگر کوئی شخص تیجے۔ دسویں۔ چالیسویں برسی وغیرہ رسوم مروجہ بعد الموت کو ان وجوہ سے ناجائز سمجھے جو پہلے مذکور ہوئی ہیں تو وہ آپ کے نزدیک اہلسنت میں داخل ہے یا خارج؟

۴۲: اگر کسی مسئلہ میں اختلاف ہو اور اُس کی بعض صورتیں ایسی بھی ہوں جو بالاتفاق جائز ہوں تو متفق علیہا کو کرنا بہتر ہے یا مختلف فیہا کو۔

۴۳: آج کل شادی وغمی، ایصال ثواب، عبادات میں کچھ بدعات سیئات بھی رائج ہیں یا کل مستحب ہی ہیں۔ اگر کچھ رائج ہیں تو کیا ہیں؟ مفصل لکھا جائے۔

۴۴: اگر کسی موقع پر کوئی طریقہ جناب رسول اللہ ﷺ سے یا صحابہؓ یا تابعینؒ یا ائمہ مجتہدینؒ سے ثابت ہو تو اس کو ترک کر کے دوسرا طریقہ ایجاد کرنا یا اس میں زیادتی مختلف فیہا پیدا کرنا بہتر ہے؟ یا اُسی پر اقتصار کرنا مناسب ہے۔

۴۵: زید کہتا ہے کہ آنحضرت ﷺ کو علم غیب عطائی حاصل تھا۔ بایں معنی کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایک ایسی قوت مدرکہ عطا فرمادی تھی۔ جس سے آپ خود بخود بغیر تعلیم خداوندی غیب

کی چیزوں کا ادراک فرمالیتے تھے۔ بتلایا جائے کیا زید کا یہ عقیدہ صحیح اور مذہب اہل سنت کے مطابق ہے اگر نہیں تو یہ شخص اس عقیدے کی وجہ سے کافر ہے یا مسلمان۔ اگر مسلمان ہے تو اہل سنت میں داخل ہے یا خارج؟

۴۶: کیا آپ کے نزدیک شرک میں تشکیک ہے کیا آپ شرکٌ دون شرکٍ کے قائل ہیں۔

۴۷: کیا آپ کے نزدیک یہ صحیح ہے کہ قرآن وحدیث میں بعض مواقع پر ایسے کاموں پر بھی (تغلیظاً یا کسی دوسری وجہ سے) شرک کا اطلاق کردیا گیا ہے۔ جن کی وجہ سے انسان کافر اور ابد الآباد کے لیے جہنم کا مستحق ہوتا ہے۔

۴۸: جس شرک کے متعلق قرآن عزیز میں ارشاد ہے ان اللہ لا یغفر ان یشرک بہ الآیۃ اس کی جامع مانع تعریف کیا ہے، بحوالہ کتب معتبرہ بیان ہو۔

۴۹: جو شخص کہے کہ مجاہدات وریاضات میں بعض امتی اپنے نبی سے بڑھ جاتے ہیں اس کا آپ کے نزدیک کیا حکم ہے؟

۵۰: عشرہ محرم میں امام حسین رضی اللہ عنہ کے نام کی سبیلیں لگانا لنگر لٹانا جس سے روافض کی رسوم تعزیہ داری کی رونق بڑھتی ہو۔ آپ کے نزدیک کیسا ہے اور تعزیہ داری کا آپ کے نزدیک کیا حکم ہے؟

۵۱: جس شخص کا یہ عقیدہ ہو کہ اللہ تعالیٰ نے حضرات اولیاء کرام کو ایسی قدرت دے دی ہے جس کی وجہ سے اب وہ بالکل مختار ہیں۔ مریض کو چاہیں اچھا کریں، اچھوں کو چاہیں بیمار کردیں، جو جس کو چاہیں دیں، جس کو چاہیں نہ دیں سب کچھ ان کے اختیار میں ہے ایسے شخص کا آپ کے نزدیک کیا حکم ہے؟

۵۲: مشرکین عرب اپنے معبودان باطل کے لیے جو قدرت وتصرف ثابت کرتے تھے وہ اس کو ذاتی مانتے تھے یا عطائی مدلل لکھا جائے۔

۵۳: کیا وہ اپنے ان جھوٹے معبودوں کو خدا کا مخلوق اور اس کا محکوم اور مملوک نہیں جانتے تھے کیا احادیث میں اس کا کچھ ذکر ہے؟

۵۴: جو چیز شرک ہے وہ تمام مخلوقات کی نسبت شرک ہے یا کوئی چیز ایسی بھی ہے کہ بعض

مخلوقات کو ثابت کیا جائے تو شرک اور بعض کے لیے ثابت کیا جائے تو شرک نہ ہو اگر ہے تو وہ کونسی صفت ہے اور وہ کون بشر ہے جس کے لیے اس صفت کا ثابت کرنا شرک نہیں۔

۵۵: صفات مختصہ باری تعالیٰ کون کون سی ہیں جو بشر میں نہ بالذات پائی جاسکتی ہیں نہ بالعرض یا ایسی کوئی صفت نہیں۔

۵۶: کسی مخلوق کی نسبت گو وہ ولی یا نبی کیوں نہ ہو۔ یہ عقیدہ رکھنا کہ وہ جمیع اشیاء پر قادر ہے تمام مخلوق کا پیدا کرنا مارنا جلانا رزق دینا۔ مریض کرنا تندرست کرنا۔ مالدار کرنا تنگدست کرنا۔ غرض جو کچھ کہ دنیا میں ہو رہا ہے اُسی کے قدرت اور اُسی کے فعل سے ہو رہا ہے وہی مارتا ہے وہی جلاتا ہے۔ جس قدر انعامات مخلوقات پر ہو رہے ہیں اُسی کے جود و کرم کا نتیجہ ہیں لیکن یہ سب کچھ باذن اللہ ہے خدا نے اسے ایسی قدرت دے دی ہے کہ وہ اپنے اختیار سے یہ سب کچھ کرتا ہے اور اس معاملہ میں بالکل مستقل ہے اصل فاعل وہی ہے اللہ تعالیٰ تو محض معطی قدرت ہے۔ بتلایا جائے کہ ایسا عقیدہ رکھنا شرک وکفر ہے یا نہیں؟

۵۷: زید کا ایمان ہے کہ آنحضرت ﷺ خاتم الانبیاء ہیں حضور کے بعد نبوت کا دعویٰ کفر محض ہے جس میں کوئی احتمال اسلام کا نہیں لیکن بایں ہمہ کسی اور نبی کے آنے کو ممتنع بالذات نہیں سمجھتا بلکہ ممتنع بالغیر ممکن بالذات سمجھتا ہے۔ بتلایا جائے کہ اس صورت میں زید مسلمان ہے یا کافر؟

۵۸: مفہوم کا حصر واجب بالذات ممتنع بالذات ممکن بالذات میں عقلی ہے یا غیر عقلی۔

۵۹: ان میں سے کسی ایک قسم کا انقلاب دوسری قسم کی طرف ممکن بالذات ہے یا ممتنع بالذات؟

۶۰: کوئی واجب بالذات یا ممتنع بالذات کسی موجود ممکن کا جز ہو سکتا ہے؟

۶۱: جس قدر ممکن بالذات ہیں وہ سب قدرت باری میں داخل ہیں یا نہیں؟

۶۲: کسی ممکن بالذات کو قدرت الٰہیہ سے خارج مان لینا مستلزم انکار الوہیت کو ہے یا نہیں؟

۶۳: ہر واجب بالغیر اور ممتنع بالغیر کا ممکن بالذات ہونا ضروری ہے یا نہیں؟

۶۴: شریعت میں کسی چیز کے واجب بالغیر یا ممتنع بالغیر ہونے کا ثبوت ملتا ہے یا نہیں۔

۶۵: ممتنع بالغیر اور ممتنع بالذات عدم وقوع میں دونوں برابر ہیں یا نہیں اول داخل قدرت اور ثانی خارج عن القدرت ہے یا نہیں اس کو بھی واضح کر دیا جائے کہ قدرت کے کیا معنی ہیں؟

۶۶: ہر واجب بالغیر یا ممتنع بالغیر باوجود ضرورت وقوع یا عدم وقوع کے داخل قدرت ہے یا نہیں اور جانب مخالف تحت القدرت ہے یا نہیں؟

۶۷: جس کی نظیر ممتنع بالذات ہو اس کا واجب بالذات یا ممتنع بالذات ہونا ضروری ہے یا نہیں؟

۶۸: آنحضرت ﷺ آپ کے عقیدہ میں انسان ہیں یا نہیں؟

۶۹: انسان نوع ہے یا نہیں؟

۷۰: نوع کے افراد متحد بالذات ہوتے ہیں یا نہیں؟

۷۱: کسی انسان کی نظیر و مثال میں اتحاد زمانہ بھی شرط ہے یا نہیں۔ اگر شرط ہے تو کیا پھر جس قدر افراد انسان گذر چکے ہیں۔ وہ سب ممتنع النظیر ہیں اگر ہیں تو یہ امتناع بالذات ہے بالغیر۔ اور یہ امتناع نظیر قابل مدح ہے یا نہیں؟

۷۲: ایک نوع کے بعض افراد ممکن و موجود اور بعض ممتنع بالذات ہو سکتے ہیں یا نہیں؟ اگر ہو سکتے ہیں تو تبدل ذات تو لازم نہیں آئے گا۔

۷۳: کسی امر ممکن کی نظیر ممکن بالذات ہی ہوگی یا ممتنع بالذات بھی ہو سکتی ہے کسی ممکن الوجود کلی کے افراد کی نسبت قدرت باری تعالیٰ متناہی ہو سکتی ہے یا نہیں؟

۷۴: قدرت باری کو جو اہل سنت غیر متناہی کہتے ہیں ان کی اس سے کیا مراد ہے؟

۷۵: انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام افراد انسانی اور متحد بالذات ہیں یا سب مختلف الماہیات اگر مختلف الماہیات ہیں تو وہ ماہیات مختلفہ کلیات ہیں یا نہیں؟

۷۶: اگر علماء کے کلام میں لفظ واجب یا ممتنع پایا جائے تو اس سے بالذات مراد ہوگا یا بالغیر یا قرینہ کا محتاج ہوگا۔

۷۷: جو شخص باری عزاسمہٗ کے کذب کو محال بالغیر اور ممکن بالذات ہونے کی وجہ سے تحت القدرۃ جانے وہ مسلمان ہے یا دائرہ اسلام سے خارج؟

۷۸: بعض علماء نے جو قدرت کے دو معنی لکھے ہیں (ایک وہ صفت قدیمہ جو عجز کی ضد ہے اور تمام ممکنات پر حاوی ہے دوسرے تقدیر جو ممتنعات بالغیر کو شامل نہیں) صحیح ہیں یا نہیں اور کتب شرعیہ میں قدرت کس معنی میں مستعمل ہوتی ہے۔

۷۹: مجموعہ کلام پر قادر ہونا اس کے اجزاء پر قدرت کو بھی مستلزم ہے یا نہیں؟

۸۰: کیا دو چیزوں میں اتحاد ذاتی کے باوجود امکان ذاتی اور امتناع ذاتی کا تغایر ہو سکتا ہے؟

۸۱: مرکب کا وجود اجزاء کے وجود سے ہوتا ہے یا یہ بھی ممکن ہے کہ صرف کل موجود ہو اور اجزاء کل کے کل یا ان میں سے بعض منتفی ہوں۔

۸۲: صدق و کذب کلام کی ذاتیات میں سے ہیں یا لوازم ذات میں سے یا لوازم وجود میں سے یا عوارض منفکہ میں سے۔

۸۳: ایک ہی کلام دو وقتوں کے اعتبار سے یا محکی عنہ کے اختلاف کی وجہ سے صدق اور کذب میں مختلف ہو سکتا ہے یا نہیں؟

۸۴: محقق حیث اطلق نے مسامرہ میں جو صاحب عمدہ کی غلطی نکالی ہے وہ صحیح ہے یا نہیں؟ پھر صاحب مسامرہ کی یہ رائے کہ ادخل فی التنزیہ یہی ہے کہ کذب وغیرہ کو تحت القدرۃ مانا جائے اور امتناع کو اختیاری کہا جائے درست ہے یا نہیں؟

۸۵: قاضی بیضاوی کا یہ فرمانا کہ اللہ تعالیٰ کا کسی چیز کے وقوع یا عدم وقوع کی خبر دے دینا اس کو مقدوریت سے نہیں نکل دیتا اور علامہ سیالکوٹی کا زبردست الفاظ میں اس کی تائید کرنا مذہب اہل سنت کے موافق ہے یا نہیں؟

۸۶: علیٰ ہذا امیر سید شریف کا یہ فرمانا کہ کذب ان ممکنات میں سے ہے جن کو قدرت خداوندی شامل ہے درست و مطابق مذہب اہل سنت کے ہے یا نہیں؟

۸۷: یہ چاروں حضرات باب عقائد میں اہلسنت کے امام مانے جاتے ہیں یا نہیں؟

۸۸: خداوند جل وعلیٰ شانہٗ جو اپنے وعدوں اور وعیدوں کو پورا کرے گا تو یہ پورا کرنا بالاختیار ہوگا یا بالاضطرار۔ اگر کہا جائے کہ بالاختیار ہے تو مہربانی فرما کر اختیار کے معنی بتلا دیے جائیں۔

۸۹: جن لوگوں کی نسبت باری تعالیٰ نے قرآن عزیز میں یہ خبر دی ہے کہ وہ ہرگز ایمان نہیں لاویں گے ان کا ایمان لانا ممکن بالذات اور باوجود ممتنع بالغیر ہونے کے داخل قدرت ہے یا نہیں؟

۹۰: جن اکابر علماء نے حرمین شریفین کے چار مصلوں کو اچھی نظر سے نہ دیکھا یا اُن کی مذمت کی جن کے اسمائے گرامی شامی اور منحۃ الخالق حاشیہ بحر الرائق کے حوالہ سے لکھے جا چکے ہیں وہ آپ کے نزدیک گروہ اہل سنت میں داخل ہیں یا نہیں؟

۹۱: کیا قیام مبدا عرفاً یا لغتاً اطلاق مشتق کو مستلزم ہے؟

۹۲: کیا لام تعریف کی طرح اضافت بھی بعض اوقات عہد کی مفید ہو جاتی ہے؟

۹۳: کیا فقہائے حنفیہ رحمہم اللہ تعالیٰ نے کہیں اس کی تصریح کی ہے کہ اگر کسی مباح یا مستحسن چیز کے ساتھ لوگ واجب کا سا معاملہ کرنے لگیں تو وہ چیز واجب الترک ہو جاتی ہے؟

۹۴: بدعت شرعی کا آپ کے نزدیک کیا حکم ہے بدعت شرعی سے ہماری مراد ہر وہ چیز ہے جس کا ثبوت ادلہ اربعہ شرعیہ (کتاب اللہ وسنت رسول اللہ واجماع امت وقیاس مجتہد) سے نہ ہو پھر لوگ اس کو دینی بات سمجھنے لگیں۔

۹۵: آپ حضرات تیجے دسویں، بیسویں، چالیسویں، برسی وغیرہ رسوم مروجہ بعد الموت کو دینی کام سمجھتے ہیں یا آپ کے نزدیک بھی یہ صرف دنیوی بکھیڑے ہیں۔

۹۶: بزرگان دین کے مزارات پر پھول چڑھانے چادریں چڑھانے چراغاں کرنے ان کے لیے نذر و نیاز ماننے وغیرہ کے جائز کرنے کے لیے ایسی تاویلات کرنا۔ جن کی عوام کو خبر بھی نہ ہو بلکہ وہ ان کی سمجھ سے بھی باہر ہوں درست ہے یا نہیں اور کیا آپ حضرات کی ان تاویلات سے عوام کے وہ افعال جائز ہو سکتے ہیں؟

۹۷: کیا عند القرائن لازم بول کر ملزوم اور ملزوم بول کر لازم مراد لیا جا سکتا ہے؟

۹۸: کیا حکم مطلق کی تقیید حکم کی تغییر ہے؟

۹۹: شیخ المشائخ حضرت شیخ عبدالحق صاحب محدث دہلوی وحضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی وحضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی وحضرت مجدد الف ثانی وحضرت شاہ

رفیع الدین صاحب وحضرت شاہ محمد اسحٰق صاحب وحضرت شاہ عبدالقادر صاحب وحضرت مولانا عبدالحی صاحب لکھنوی اور علامہ ابن ہمام صاحب فتح القدیر اور علامہ ابن عابدین شامی وحضرت قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی تمام تصانیف اور ان کا ہر ہر جزئی مسئلہ آپ کے نزدیک قابل عمل ہے؟ یا ان حضرات کی کچھ باتیں آپ کے نزدیک ناقابل قبول بھی ہیں اگر ایسا ہی ہے تو وہ کون سی باتیں ہیں ایک مکمل لیکن مختصر فہرست درکار ہے۔

سو (۱۰۰) سوال یہ ہوئے اور پانچ سوالات ہم الامداد والے خواب کی بحث میں (حصہ اول کے ص ۵۴ و ص ۵۵) پر کر چکے ہیں سردست ہم انہی ایکسو پانچ سوالات پر اکتفا کرتے ہیں ان کا جواب آجانے پر ان شاء اللہ سو سوالوں کی ایک دوسری قسط پیش کریں گے۔

تمام سوالات کا جواب مدلل آنا چاہیے البتہ جہاں صرف آپ حضرات کا عقیدہ دریافت کیا گیا ہے وہاں صرف عقیدہ کا اظہار ہی کافی ہے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ وَنُوْرِ عَرْشِہٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ:

وانا العبد المذنب: محمد منظور النعمانی السنبھلی غفرلہ اللہ ولوالدیہ ولسائر المسلمین

۵۔ شوال المکرم ۱۳۴۸ھ

☆☆☆